صدائے منبر

جلد دوم

تالیف : حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب مدظلہ

ناشر : مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

صدائے منبر

جلد دوم

جس میں اصلاح عقیدہ، صفات باری تعالیٰ، علم غیب خاصہ خداوندی، حاضر ناظر اور اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر مشتمل نہایت ہی دلچسپ مدلل مرتب بائیس (22) خطبات شامل ہیں، خطباء اور آئمہ حضرات کے لئے لاجواب تحفہ، عوام اور خواص کے لئے یکساں مفید

تالیف:
حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب مدظلہ

استاذ حدیث
جامعۃ العلوم الاسلامیۃ الفریدیۃ ای سیون اسلام آباد
وخطیب جامع مسجد طیبہ، چمن زار کالونی، راولپنڈی

ناشر
مکتبہ فریدیہ، ای سیون اسلام آباد
فون نمبر 051-2653178 موبائل 0333-5221278

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	صدائے منبر (جلد ثانی)
تالیف	مولانا مفتی محمد امین صاحب
طباعت یازدہم	جون 2013ء رجب المرجب 1434ھ
ناشر	مکتبہ فریدیہ اسلام آباد
طباعت باہتمام	عبدالقدیر 0300-4339699
تعداد	1100
قیمت	

ملنے کے پتے

مکتبہ فریدیہ E/7 اسلام آباد
کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
قرآن محل کمیٹی چوک راولپنڈی
مکتبہ محمودیہ صوابی
مکتبہ عباسیہ تیمرگرہ
مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک
دارالاخلاص محلہ جنگی پشاور
مکتبہ احرار مردان
مکتبہ رشیدیہ مینگورہ سوات

مکتبہ العارفی فیصل آباد
مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور
مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور
مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ العلم اردو بازار لاہور
مکتبہ فاروقیہ رائے ونڈ
مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی
اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

اجمالی فہرست مضامین

☆	عنوان	صفحہ نمبر
☆	پہلی تقریر	18
☆	اصلاح عقیدہ کی اہمیت (قسط نمبر۳)	19
☆	دوسری تقریر	33
☆	اصلاح عقیدہ کی اہمیت (قسط نمبر۴)	34
☆	تیسری تقریر	48
☆	غلط فہمی کا ازالہ (قسط نمبر۱)	49
☆	چوتھی تقریر	60
☆	غلط فہمی کا ازالہ (قسط نمبر۲)	61
☆	پانچویں تقریر	73
☆	غلط فہمی کا ازالہ اعتبار خاتمے کا ہے (قسط نمبر۳)	74
☆	چھٹی تقریر	87
☆	غلط فہمی کا ازالہ اعتبار خاتمے کا ہے (قسط نمبر۴)	88

صفحہ نمبر	عنوان	☆
105	ساتویں تقریر	☆
106	پہلا عقیدہ وجود باری تعالیٰ کا بیان (قسط نمبر ۱)	☆
120	آٹھویں تقریر	☆
121	پہلا عقیدہ وجود باری تعالیٰ پر ایمان لانا (قسط نمبر ۲)	☆
136	نویں تقریر	☆
137	پہلا عقیدہ وجود باری تعالیٰ پر ایمان لانا (قسط نمبر ۳)	☆
150	دسویں تقریر	☆
151	صفات باری تعالیٰ کا بیان (قسط نمبر ۱)	☆
164	گیارہویں تقریر	☆
165	صفات باری تعالیٰ کا بیان (قسط نمبر ۲)	☆
178	بارہویں تقریر	☆
179	صفات باری تعالیٰ کا بیان (قسط نمبر ۳)	☆
192	تیرہویں تقریر	☆
193	صفات باری تعالیٰ کا بیان (قسط نمبر ۴)	☆
208	چودھویں تقریر	☆
209	صفات باری تعالیٰ کا بیان (قسط نمبر ۵)	☆

☆	عنوان	صفحہ نمبر
☆	پندرھویں تقریر	221
☆	توحید باری تعالیٰ کا بیان (قسط نمبر ۱)	222
☆	سولھویں تقریر	235
☆	توحید باری تعالیٰ کا بیان (قسط نمبر ۲)	236
☆	سترھویں تقریر	248
☆	علم غیب خاصہ خداوندی ہے (قسط نمبر ۱)	249
☆	اٹھارویں تقریر	260
☆	علم غیب خاصہ خداوندی ہے (قسط نمبر ۲)	261
☆	انیسویں تقریر	274
☆	علم غیب خاصہ خداوندی ہے (قسط نمبر ۳)	275
☆	بیسویں تقریر	291
☆	علم غیب خاصہ خداوندی ہے (قسط نمبر ۴)	292
☆	اکیسویں تقریر	304
☆	علم غیب خاصہ خداوندی ہے (قسط نمبر ۵)	305
☆	بائیسویں تقریر	318
☆	حاضر ناظر ہونا خاصہ خداوندی ہے	319

تفصیلی فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	انتساب	15
۲	پیش لفظ	16
۳	پہلی تقریر	18
۴	اصلاح عقیدہ کی اہمیت (قسط نمبر۳)	19
۵	تیسری وجہ	20
۶	دوسری تقریر	33
۷	اصلاح عقیدہ کی اہمیت (قسط نمبر۴)	34
۸	مصائب گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں	36
۹	لطیفہ	45
۱۰	تیسری تقریر	48
۱۱	غلط فہمی کا ازالہ (قسط نمبر۱)	49

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۲	پہلی بات	51
۳	پہلا واقعہ	52
۱۴	دوسرا واقعہ	53
۱۵	تیسرا واقعہ	55
۱۶	چوتھا واقعہ	56
۱۷	پانچواں واقعہ	57
۱۸	چوتھی تقریر	60
۱۹	غلط فہمی اور اس کا ازالہ (قسط نمبر ۲)	61
۲۰	چھٹا واقعہ	62
۲	ساتواں واقعہ	64
۲	آٹھواں واقعہ	66
۲۳	پانچویں تقریر	73
۲۴	غلط فہمی کا ازالہ، اعتبار خاتمے کا ہوگا (قسط نمبر ۳)	74
۲۵	حسن خاتمہ کے اسباب	82
۲۶	پہلا سبب	82
۲۷	دوسرا سبب	84

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۸	تیسرا سبب	84
۲۹	چوتھا سبب	85
۳۰	چوتھی تقریر	87
۳۱	غلط فہمی کا ازالہ، اعتبار خاتمے کا ہوگا (قسط نمبر ۴)	88
۳۲	سوء خاتمہ کے اسباب	89
۳۳	سوء خاتمہ کا پہلا سبب	89
۳۴	سوء خاتمہ کا دوسرا سبب	92
۳۵	سوء خاتمہ کا تیسرا سبب	94
۳۶	ساتویں تقریر	105
۳۷	پہلا عقیدہ وجود باری تعالیٰ کا بیان (قسط نمبر ۱)	106
۳۸	آٹھویں تقریر	120
۳۹	پہلا عقیدہ وجود باری تعالیٰ پر ایمان لانا (قسط نمبر ۲)	121
۴۰	وجود باری تعالیٰ پر پہلی دلیل	123
۴۱	وجود باری تعالیٰ پر دوسری دلیل	126
۴۲	وجود باری تعالیٰ پر تیسری دلیل	130
۴۳	نویں تقریر	136

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۴۴	پہلا عقیدہ وجود باری تعالیٰ پر ایمان لانا (قسط نمبر ۳)	137
۴۵	پہلی بات	141
۴۶	دوسری بات	145
۴۷	پہلی مثال	145
۴۸	دوسری مثال	146
۴۹	تیسری مثال	147
۵۰	چوتھی مثال	148
۵۱	دسویں تقریر	150
۵۲	صفات باری تعالیٰ کا بیان (قسط نمبر ۱)	151
۵۳	پہلی بات	152
۵۴	دوسری بات	160
۵۵	پہلا فرق	160
۵۶	دوسرا فرق	163
۵۷	گیارھویں تقریر	164
۵۸	صفات باری تعالیٰ کا بیان (قسط نمبر ۲)	165
۵۹	پہلا فرق	169

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۶۰	دوسرا فرق	172
۶۱	بارھویں تقریر	178
۶۲	صفات باری تعالیٰ کا بیان (قسط نمبر ۳)	179
۶۳	پہلی مثال	181
۶۴	دوسری مثال	182
۶۵	تیسری مثال	183
۶۶	چوتھی مثال	184
۶۷	پانچویں مثال	186
۶۸	تیرھویں تقریر	192
۶۹	صفات باری تعالیٰ کا بیان (قسط نمبر ۴)	193
۷۰	قدرت خداوندی کی پہلی نشانی	194
۷۱	قدرت خداوندی کی دوسری نشانی	195
۷۲	پہلی مثال	196
۷۳	دوسری مثال	198
۷۴	تیسری مثال	198
۷۵	قدرت خداوندی کی تیسری نشانی	202

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۷۶	چودھویں تقریر	208
۷۷	صفات باری تعالیٰ کا بیان (قسط نمبر ۵)	209
۷۸	خالق اور مخلوق کے دیکھنے اور سننے میں فرق	212
۷۹	پہلا فرق	212
۸۰	دوسرا فرق	215
۸۱	پہلی مثال	216
۸۲	دوسری مثال	218
۸۳	پندرھویں تقریر	221
۸۴	توحید باری تعالیٰ کا بیان (قسط نمبر ۱)	222
۸۵	پہلی بات تمہید اور ماقبل سے اس کا ربط	222
۸۶	اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل	225
۸۷	پہلی دلیل	225
۸۸	دوسری دلیل	227
۸۹	تیسری دلیل	228
۹۰	سولھویں تقریر	235
۹۱	توحید باری تعالیٰ کا بیان (قسط نمبر ۲)	236

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۹۲	سترھویں تقریر	248
۹۳	علم غیب خاصہ خداوندی ہے (قسط نمبر۱)	249
۹۴	فرشتے بھی عالم الغیب نہیں ہوتے	251
۹۵	پہلی دلیل	253
۹۶	دوسری دلیل	255
۹۷	تیسری دلیل	257
۹۸	چوتھی دلیل	258
۹۹	اٹھارویں تقریر	260
۱۰۰	علم غیب خاصہ خداوندی ہے (قسط نمبر۲)	261
۱۰۱	جنات عالم الغیب نہیں ہوتے	262
۱۰۲	پہلا واقعہ	263
۱۰۳	دوسرا واقعہ	271
۱۰۴	انیسویں تقریر	274
۱۰۵	علم غیب خاصہ خداوندی ہے (قسط نمبر۳)	275
۱۰۶	اولیاء کرام عالم الغیب نہیں ہوتے	276
۱۰۷	پہلا واقعہ	277

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۰۸	دوسرا واقعہ	279
۱۰۹	تیسرا واقعہ	281
۱۱۰	چوتھا واقعہ	284
۱۱۱	بیسویں تقریر	291
۱۱۲	علم غیب خاصہ خداوندی ہے (قسط نمبر ۴)	292
۱۱۳	انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے	293
۱۱۴	پہلی بات	293
۱۱۵	دوسری بات	295
۱۱۶	تیسری بات	298
۱۱۷	اکیسویں تقریر	304
۱۱۸	علم غیب خاصہ خداوندی ہے (قسط نمبر ۵)	305
۱۱۹	پہلا واقعہ	306
۱۲۰	دوسرا واقعہ	308
۱۲۱	تیسرا واقعہ	311
۱۲۲	چوتھا واقعہ	315
۱۲۳	بائیسویں تقریر	318

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
319	حاضر ناظر ہونا خاصہ خداوندی ہے	۱۴۴
323	پہلی دلیل	۱۴۵
324	دوسری دلیل	۱۴۶
325	تیسری دلیل	۱۴۷
327	چوتھی دلیل	۱۴۸
330	پانچویں دلیل	۱۴۹

انتساب

بندہ اپنی اس حقیری کوشش کو اپنے عم محترم واستاذی المکرّم حافظ میاں محمد صاحب رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کی طرف منسوب کرتا ہے جو ابھی حال ہی میں تقریباً اٹھارہ دن قبل ۲ شعبان ۱۴۲۱ھ بروز پیر بمطابق ۲۹ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو ہم سب کو روتا ہوا چھوڑ کر اس دار فانی سے رخصت ہو گئے اللہ تعالیٰ حضرت کی بال بال مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور آپ کی قبر پر انوارات کی بارش برسائے، حضرت ہی کی محنت اور دعاؤں سے بندہ اس نوبت تک پہنچا۔

افسوس کہ یہ کتاب حضرت کی زندگی میں منظر عام پر نہ آسکی لیکن مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ انشاء اللہ حضرت کی روح ضرور مسرور ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو حضرت کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور حضرت کے اخلاص کی برکت سے اس کتاب کو قبولیت نصیب فرمائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

محترم قارئین!

الحمدللہ تھوڑے سے عرصے میں صدائے منبر جلد ثانی کا پہلا ایڈیشن ختم ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے توقع سے بڑھ کر اس کو قبولیت نصیب ہوئی، جلد ثانی کے آخر میں ہم نے یہ وعدہ کیا تھا کہ انشاء اللہ عقائد کے موضوع پر ہونے والی باقی ماندہ تقاریر جلد ثالث کی شکل میں پیش کی جائیں گی۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ تھوڑے ہی عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا وعدہ پورا کرنے کی سعادت نصیب فرمائی ہے، باقی تقاریر کی تیاری کا وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو جلد ثانی کے شروع میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

بہر حال بندہ کو اعتراف ہے کہ یقیناً اس میں کوتاہیاں اور لغزشیں ہوئی ہوں گی جن پر بندہ قارئین سے پیشگی معذرت خواہ بھی ہے اور اصلاح کا طالب بھی ہے، فروگذاشتوں پر ضرور مطلع فرمائیں، انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کی کوشش کی جائے گی۔

آخر میں میں اپنے ان تمام احباب اور مخلصین کا شکر گذار ہوں

جنہوں نے اس کام میں تعاون کیا خاص کرمولانا شاہ عبداللہ صاحب اورمولانا محمدعلی صاحب (مدرسین جامعہ فریدیہ اسلام آباد) ان حضرات نے بڑا تعاون کیا تصحیح اور کتابت کے تمام مراحل میں شریک رہے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام محسنین کو اپنی شایان شان بدلہ عطاء فرمائے اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ بندہ کی اس حقیری کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطاء فرمائے بندہ کیلئے اور بندہ کے والدین اور بندہ کے تمام اساتذہ ومشائخ کیلئے اس کو صدقہ جاریہ بنائے اوراس سلسلے کو اخلاص کے ساتھ آگے بڑھانے کی توفیق عطاء فرمائے اورس کے لئے وسائل کا بھی انتظام فرمائے۔آمین ثم آمین

قارئین کرام سے عاجزانہ درخواست ہے کہ اس ناچیز کو اپنی مخصوص دعاؤں میں فراموش نہ فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہترین صلہ عطاء فرمائے۔

فللّٰہ الحمد اولاً وآخراً والصّلاۃ والسلام علی خیر خلقہ دائماوسرمدا۔

محمد امین
مدرس جامعۃ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ
ای سیون اسلام آباد

پہلی تقریر

پہلی تقریر

اصلاح عقیدہ کی اہمیت

قسط (۳)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ '

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ..

اِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا

صَدَقَ اللهُ الْعَظِيْمُ

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

عقائد کا بیان شروع ہوا ہے اس سلسلے میں ابھی تمہیدی بات بیان ہو رہی ہے کہ عقیدے کی اصلاح اتنی اہم اور ضروری کیوں ہے، اب تک اس کی دو وجہیں بیان ہو چکی ہیں، پہلی وجہ یہ بیان ہوئی کہ عقائد کا انسان کے اعمال اور

اخلاق اور کردار کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے اگر عقیدہ درست ہو تو افعال اور اخلاق درست ہوں گے اور اگر عقیدہ بگڑا ہوا ہو تو اس کا اثر ضرور اعمال و اخلاق پر پڑے گا، نتیجے میں اعمال اور اخلاق بھی بگڑے ہوئے ہوں گے۔

دوسری وجہ گذشتہ جملے بیان ہوئی کہ اعمال کی قبولیت کا دارومدار عقیدے کی درستگی پر ہے اگر عقیدہ درست ہوا تو نیک اعمال اللہ کے دربار میں قبول ہوں گے، اور آخرت میں ان کا اجر ملے گا، اور اگر عقیدہ بگڑا ہوا ہو تو انسان جتنے بھی نیک اعمال کرے گا وہ ضائع جائیں گے اور ان کا اجر وثواب آخرت میں نہیں ملے گا، بلکہ تمام نیکیاں ھباءً منثوراً ہو جائیں گی، تو یہ دو وجہیں بیان ہو چکی ہیں۔

تیسری وجہ:

اصلاح عقیدہ کیوں اہم ہے اس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کی نجات کا دارومدار عقیدے کی درستگی پر ہے اگر عقیدہ درست ہوا دل میں ایمان ہوا اور آخرت تک ایمان کو بچا کر بھی لے گیا تو انشاء اللہ ہمیشہ ہمیشہ کی نجات یقینی ہے اور اگر عقیدہ درست نہیں ہے دل میں ایمان نہیں بلکہ کفریہ عقائد ہیں تو میرے دوستو آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کی ناکامی یقینی ہے۔ میرے دوستو یہ بات بڑی اہم ہے میں چاہتا ہوں ذرا تفصیل کے

ساتھ آج آپ کے سامنے کھول کر بیان کردوں، مسئلے کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسے مسلمان اور مؤمن جنہوں نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو نمازیں چھوڑی ہوں روزے نہ رکھے ہوں زنا کیا ہو، چوری کی ہو ڈاکہ ڈالا ہو شراب پی ہو اور اس طرح کے بڑے بڑے گناہ کئے ہوں اور توبہ کئے بغیر دنیا سے چلے گئے اگر توبہ کر لی تھی تو پھر دنیا میں ہی معاملہ صاف ہو گیا انشاء اللہ سیدھے جنت میں جائیں گے لیکن اگر غفلت کی وجہ سے توبہ نہ کر سکے اور اسی طرح گناہوں کے ساتھ دنیا سے چلے گئے، تو میرے دوستو ایسے گناہگار مسلمانوں کی نجات بھی یقینی ہے ایک نہ ایک دن ان کو جنت کا داخلہ ضرور ملے گا، قرآن وحدیث کے بے شمار ارشادات میں اس مضمون کی وضاحت کی گئی ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار تھے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آواز دی، نام لے کر اپنی طرف متوجہ فرمایا :یامعاذ ،

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ

میں حاضر ہوں، اے اللہ کے رسول۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا: یامعاذ ،

انہوں نے پھر عرض کیا:

لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا: یامعاذ ،

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے تیسری مرتبہ بھی وہی جواب دیا:

لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

میں حاضر ہوں۔

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت معاذ بالکل متصل آپ کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے، پہلی آواز بھی پوری طرح سن لی تھی اور جواب بھی دے دیا مگر تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے بلایا تاکہ خوب متوجہ ہو جائیں اور آگے جو بات میں کہنے والا ہوں وہ بڑی اہم ہے خوب غور سے سن لیں چنانچہ تیسری مرتبہ حضرت معاذ کے جواب دینے کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ اَحَدٍ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِہٖ اِلَّا حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ

کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہوگا جو سچے دل کے ساتھ اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں مگر ایسی گواہی دینے والے پر اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو حرام کردیں گے۔

قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوْا

حضرت معاذ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دے دوں تا کہ لوگ خوش ہو جائیں:

قَالَ اِذًا يَتَّكِلُوْا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چھوڑ دو لوگ کہیں اس پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں، کہ چلو ایمان پر جنت تو مل جائے گی پھر اعمال کی کیا ضرورت ہے۔

چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ساری زندگی یہ ارشاد کسی کو نہ سنایا آخری وقت جب موت کا وقت تھا تو اس خطرے سے سنا دیا کہ کہیں میں مر جاؤں اور یہ ارشاد میرے ساتھ ہی نہ چلا جائے، اور کسی کو اطلاع ہی نہ ہو۔

اسی طرح کی روایت حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید چادر اوڑھ کر آرام فرما رہے تھے میں واپس چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد پھر حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو چکے تھے میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰى ذٰلِكَ دَخَلَ الْجَنَّةَ،،

کوئی بندہ ایسا نہیں جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا ہو اور پھر اسی پر موت آئی ہو مگر وہ بندہ ضرور جنت میں داخل ہوگا، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں:

قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرِقَ،،

میں نے عرض کیا اگر چہ اس نے زنا بھی کیا ہو اور چوری بھی کی ہو،

قَالَ : وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرِقَ،،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر چہ اس نے زنا بھی کیا ہو اور چوری بھی کی ہو،

قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرِقَ،،

میں نے پھر وہی بات دوبارہ کہی کہ اگر چہ اس نے زنا بھی کیا ہو اور چوری بھی کی ہو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا:

قَالَ : وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرِقَ،،

اگر چہ اس نے زنا بھی کیا ہو اور چوری بھی کی ہو،

میں نے تیسری بار پھر عرض کیا،

قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرِقَ،،

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار زور دے کر پھر وہی بات ارشاد فرمائی،

قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرِقَ عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ،،

یعنی اگر چہ اس نے زنا بھی کیا ہو چوری بھی کی ہو اگر چہ ابوذر کا ناک خاک آلود کیوں نہ ہو۔ یہ آخری جملہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حدیث بیان

کرتے وقت بڑے مزے لے لے کر فرمایا کرتے تھے کہ میرے محبوب کی زبان سے میرا نام اس طرح نکلا تھا۔

میرے دوستو اس مضمون کی بے شمار احادیث ہیں کہ ایمان کے ساتھ جو آدمی دنیا سے چلا گیا اسکی نجات یقینی ہے البتہ یہ بات بھی قرآن واحادیث کے بے شمار ارشادات سے معلوم ہوتی ہے کہ ایسا ایمان والا جو اپنے ساتھ کبیرہ گناہ لے کر جائے گا اور توبہ کئے بغیر مرجائے گا ایسے ایمان والوں کی نجات کی صورتیں دو ہوں گی اور اللہ پاک کے انکے ساتھ دو قسم کے معاملے ہونگے یا معاملہ فضل کا ہوگا اور یا معاملہ عدل کا ہوگا اگر معاملہ فضل کا ہوا تو پھر تو بیڑا پار ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر سزا دیئے ہی معاف فرمادیں گے اور وہ بڑی بے نیاز ذات ہے بڑی قدرت والی ذات ہے وہ اگر معاف کردے تو اس کو کون ہے پوچھنے والا، دعاء کریں اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ اور تمام مسلمانوں کے ساتھ اپنے فضل والا معاملہ فرمائیں آمین۔

سلطان باھو رحمہ اللہ کا بڑا مشہور شعر ہے پنجابی زبان میں:

عدل کرے تے تھر تھر کمن اُچیاں شاناں والے ہو
فضل کرے تے بخشے جاون میں ورگے منہ کالے ہو

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ پاک اگر عدل والا معاملہ فرمائیں تو بڑی

اونچی شان والے پیغمبر بھی، اولیاء بھی کانپ اٹھیں گے ان پر بھی لرزہ طاری ہوجائے گا اور اگر فضل والا معاملہ شروع فرمادیا تو بڑے بڑے گناہ گار بھی بخشش کی امیدیں لگالیں گے۔

بہرحال اگر فضل کا معاملہ فرمایا پھر تو بغیر سزادیئے ہی معاف فرمادیں گے اور جنت کا داخلہ نصیب فرمائیں گے بعض اللہ تعالیٰ کے بندے ایسے بھی ہوں گے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل کا عجیب وغریب معاملہ ہوگا سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ارشادات میں ایسے بے شمار واقعات بیان فرمائے ہیں ایک حدیث میں سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک آدمی کے اعمال تولے جائیں گے تو صرف ایک نیکی کی کمی ہوگی اللہ تعالیٰ ارشادفرمائیں گے جاؤ ایک نیکی کہیں سے مانگ کرلے آؤ تو تمہارا کام ہوجائے گا وہ بندہ میدان حشر میں چکر لگائے گا جہاں جہاں امید ہوگی وہاں وہاں جائے گا مگر کوئی بھی ایک نیکی دینے کیلئے تیارنہیں ہوگا سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

،،يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ،،

انسان قیامت والے دن اپنے بھائی سے ماں سے باپ سے بیوی اور بیٹوں سے بھاگے گا کہ کہیں آج یہ کچھ مانگ نہ لیں غرض ہرایک کے پاس جائے گا مگر ایک نیکی دینے کیلئے کوئی تیار نہ ہوگا آج جب جماعت والے کہتے ہیں بھائی ارادہ لکھوادو ایک نیکی مل جائے گی تو اسوقت ہم ہنستے ہیں مگر میرے

دوستو اس نیکی کی قدر کل قیامت کے روز معلوم ہوگی وہ آدمی مایوس ہوکر اور تھک ہار کر واپس آ رہا ہوگا تو راستے میں ایک آدمی اس کو پریشان دیکھ کر اس کی پریشانی کی وجہ پوچھے گا وہ ساری تفصیل بتادے گا کہ میرے اعمال نامہ میں ایک نیکی کی کمی تھی سارا میدان حشر چھان مارا ہے مگر ایک نیکی دینے کے لئے کوئی بھی تیار نہیں ہوا وہ جواب دے گا میرے پاس صرف ایک ہی نیکی ہے، میں دنیا سے اور کچھ بھی نہ لا سکا صرف ایک نیکی ہی لایا ہوں اب ظاہر ہے اس ایک نیکی سے مرا تو کام بننے والا نہیں چل یہ ایک نیکی تو ہی لے جا تیرا تو کام بنے وہ خوشی سے اچھل پڑے گا ایک نیکی لے کر اللہ کی عدالت میں پہنچے گا اور عرض کرے گا میرے اللہ میں نیکی لے کر آ گیا ہوں اللہ تعالی کی رحمت کا دریا جوش میں آئے گا اللہ تعالی ارشاد فرمائیں گے میں سب سخیوں سے زیادہ سخی ہوں سخاوت کو میں نے پیدا کیا سخیوں کو میں نے پیدا کیا ہے مجھ سے سخاوت میں کون بڑھ سکتا ہے جس نے تجھے ایک نیکی اس ضرورت کے موقع پر دیدی ہے اس نے بڑی سخاوت کا مظاہرہ کیا ہے جاؤ اس کو بھی لے آؤ اور تم دونوں اکٹھے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

سُبْحٰنَ اللّٰہ اللہ تعالی کی ذات بے نیاز ہے کون ہے اس کو پوچھنے والا، یہ ہے اللہ تعالی کے فضل کا معاملہ صرف ایک نیکی کر کے لایا اور جنت مل گئی اور جس کی ایک نیکی کم ہوگئی تھی اس کے ساتھ بھی فضل کا معاملہ فرمایا کہ دوسروں کی نیکی اس کے کام آ گئی۔

اسی طرح امام غزالی رحمہ اللہ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ دو بندے اللہ کی عدالت میں آپس میں لڑتے ہوئے آئیں گے ایک اپنے دوسرے ساتھی سے اپنے حقوق کا مطالبہ کر رہا ہوگا وہ دوسرا معذرت کر رہا ہوگا ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ رہا ہوگا اس طرح کرتے کرتے دونوں اللہ کی عدالت میں پہنچ جائیں گے حق والا اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا درخواست کرے گا میرے مولیٰ آج آپ کی انصاف والی عدالت ہے میرے ساتھ بھی انصاف ہونا چاہیے اس نے میرے اتنے حقوق دینے ہیں وہ مجھے دلوائیں دوسرا بیچارہ اپنے عذر بیان کر رہا ہوگا اسی بحث وتکرار میں حق کا مطالبہ کرنے والے کی نگاہ آسمان کی طرف اٹھ جائے گی تو اس کو سونے چاندی کے اور موتیوں کے محلات دکھائی دیں گے وہ اتنے خوبصورت ہوں گے کہ ان کو دیکھنے میں مشغول ہو کر اپنی بات ہی بھول بیٹھے گا اللہ تعالیٰ سے حیرت کے ساتھ سوال کرے گا اے اللہ یہ اتنے خوبصورت محل کس پیغمبر کے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے یہ محلات اس کو ملیں گے جو ان کی قیمت ادا کرے گا وہ عرض کرے گا میرے مولیٰ ان محلات کی قیمت دینا تو کسی کے بس میں نہیں اتنے خوبصورت محلات کی قیمت کون دے سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے میرے بندے تیرے پاس ان کی قیمت موجود ہے اگر تو وہ قیمت دیدے تو تجھے یہ محلات مل سکتے ہیں وہ بندہ عرض کرے گا میرے مولیٰ ان محلات کی قیمت کیا ہے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے۔ ان محلات کی قیمت ہے اپنے مسلمان بھائی کا حق معاف کر دینا جو اپنے

مسلمان بھائی کا حق معاف کر دے گا میں اس کو یہ محلات دیدوں گا وہ بندہ خوشی سے اچھل پڑے گا کہے گا میں نے اپنے مسلمان بھائی کو معاف کر دیا ہے تو دونوں کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمادیں گے۔

میرے دوستو یہ ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کا معاملہ کہ حقوق العباد بھی معاف ہوں گے ورنہ حقوق العباد میں اگر اللہ تعالیٰ عدل کا معاملہ فرمائیں تو معافی کی کوئی صورت نہیں اپنے سارے نیک اعمال دیکر بھی بعض انسانوں کے حقوق پورے نہیں ہوں گے بلکہ ان کے گناہ بھی لینے پڑیں گے اور آخر کار جہنم میں جانا پڑے گا لیکن جب اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائیں تو حقوق العباد بھی معاف فرمادیتے ہیں اور حق والے کو اپنی طرف سے عطا فرما کر خوش کر دیتے ہیں۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز ساری مخلوق کے سامنے ایک انسان کو اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کے گناہوں کے ننانوے رجسٹر ہوں گے اور ہر رجسٹر حد نگاہ تک لمبا ہوگا اللہ تعالیٰ اس بندے سے ارشاد فرمائیں گے ان رجسٹروں میں جو گناہ لکھے ہوئے ہیں کیا تو ان میں سے کسی کا انکار کرتا ہے کیا میرے فرشتوں نے تیرے اوپر ظلم تو نہیں کیا کہ تو نے گناہ نہ کیا ہو اور فرشتوں نے ویسا ہی لکھ لیا ہو وہ بندہ عرض کرے گا کہ میرے مولیٰ نہ مجھے ان گناہوں میں سے کسی کا انکار ہے اور نہ ہی تیرے فرشتوں نے میرے اوپر کوئی ظلم کیا ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کیا تیرے پاس ان بداعمالیوں کا کوئی عذر ہے وہ عرض کرے گا میرے مولا میرے پاس کوئی عذر بھی نہیں ہے اس کے بعد ارشاد ربانی ہوگا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس محفوظ ہے وہ بھی تیرے سامنے آتی ہے وہ بندہ عرض کرے گا کونسی نیکی ہے تو کاغذ کا ایک پرزہ نکالا جائے گا جس میں لکھا ہوگا۔

,,اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھدان محمدا عبدہ و رسولہ،،

اس بندے کو کہا جائے گا یہ تیری نیکی ہے جا اپنے اعمال کا وزن کروالے وہ بندہ عرض کرے گا میرے مولا تولنا نہ تولنا برابر ہے ان ننانوے طویل دفتروں کے مقابلے میں یہ ایک پرزہ کیا کام دے گا اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے یقین کرلے آج تیرے اوپر ظلم نہیں ہوگا چنانچہ میزان عمل کے ایک پلڑے میں وہ کاغذ کا پرزہ رکھ دیا جائے گا خدا کی شان وہ کاغذ کا چھوٹا سا پرزہ ننانوے رجسٹروں کے مقابلے میں بھاری ہو جائے گا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلے میں کوئی چیز وزنی اور بھاری نہ ہوسکے گی میرے دوستو یہ ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کا معاملہ اللہ پاک ہم سب کے ساتھ بھی اپنے فضل کا معاملہ فرمائیں اس قسم کے بہت سارے واقعات حدیث میں آتے ہیں کہ بعض ایسے مسلمان جنہوں نے کبیرہ گناہ کئے ہوں گے اور توبہ کے بغیر دنیا سے چلے گئے ہوں گے ان میں سے بعض کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے فضل کا معاملہ فرمائیں گے لیکن یہ کس کس کے ساتھ ہوگا

ہر ایک کے ساتھ نہیں ہوگا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مؤمن کو اللہ تعالیٰ اپنے قریب کرلیں گے اور اس پر پردہ ڈال دیں گے تمام مخلوق سے پوشیدہ کر کے فرمائیں گے کیا تجھے فلاں گناہ یاد ہے کیا تجھے فلاں گناہ یاد ہے وہ عرض کرے گا ہاں اے رب یاد ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس سے تمام گناہوں کا اقرار کرالیں گے وہ بندہ اپنے دل میں یقین کرے گا کہ میں برباد ہو چکا تباہ ہو چکا حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے میں نے دنیا میں تیری پردہ پوشی کی تھی اور ان گناہوں کو ظاہر نہ ہونے دیا اور آج بھی میں تیرے ان گناہوں کو بخش دیتا ہوں چنانچہ اس کے بعد اس کو نیکیوں والا اعمال نامہ دیدیا جائے گا۔

میرے دوستو یہ ہوگا اللہ تعالیٰ کے فضل کا معاملہ فاحشہ عورت نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کا فیصلہ فرما دیا۔

ایک آدمی کے بارے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک ایسا آدمی بھی جنت میں ٹہلتے ہوئے دیکھا جس کو اللہ تعالیٰ نے صرف اس وجہ سے جنت میں داخل فرمایا کہ اس نے مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دینے والے درخت کو کاٹ دیا تھا۔

ایک بزرگ کا انتقال ہوا کسی شاگرد نے خواب میں دیکھا پوچھا کیا بنا فرمایا حق تعالیٰ کے دربار میں پیشی ہوئی تو فرمایا ایک دن تو لکھ رہا تھا قلم میں سیاہی زیادہ لگ گئی تھی جب تو نے وہ قلم کاغذ کے اوپر رکھا لکھنے کیلئے تو ایک مکھی آ کر قلم کے سرے پر بیٹھ گئی اور سیاہی کو چوسنا شروع کر دیا تو نے اس خیال سے قلم

کو حرکت نہ دی کہ مکھی پیاسی ہے چلو تھوڑی سی سیاہی پی لے جب وہ مکھی اڑ گئی خود بخود تب تو نے لکھنا شروع کر دیا تیری یہ اداء ہمیں بڑی پسند آئی کہ ہماری مخلوق کا درد اس کے دل میں ہے جا اس وجہ سے ہم نے تیری مغفرت کا فیصلہ کر دیا ہے۔

میرے دوستو یہ سارے اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم کے معاملے ہیں ان کو مراحم خسروانہ کہتے ہیں مگر یہ کسی کسی کے ساتھ ہوں گے ان کو سنکر کوئی شخص یہ جرات نہ کرے کہ چوجان چھوٹ جائے گی یہ اتفاقی چیزیں ہیں اصل تو قانون ہے اور عدل کا معاملہ ہے وہ یہی ہے کہ سزا اس کر معافی ہوگی جیسے کسی قاتل کو بادشاہ مراحم خسروانہ سے معاف کر دے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر شخص کے قتل والے جرم کو معاف کر دیا جائے گا بلکہ اصل تو قانون اور عدل والا معاملہ ہوگا یہ فضل والے واقعات اتفاقیات میں سے ہیں جیسے ایک آدمی باہر کھیت میں تقاضے کیلئے گیا اپنی لاٹھی سے وہاں زمین کو تھوڑا سا کھودا تا کہ ڈھیلا لے لوں اتفاق سے سُئی لاٹھی تانبے کے ایک گھڑے سے ٹکرائی اور اس گھڑے میں سونے کا خزانہ تھا، اب یہ واقعہ سن کر ہر شخص کھیتوں میں تقاضے کے لئے جانا شروع کر دے اور لاٹھی سے زمین کو کھود کر ڈھیلے نکالنے شروع کر دے تو کیا ہر شخص کو خزانہ مل جائے گا۔

اسی طرح میرے دوستو اصل تو تیاری عدل کے معاملے کی کرنی چاہیے اپنی طرف سے پورا اہتمام کرے اور اللہ کی رحمت کی امید رکھے اللہ پاک ضرور کرم فرمائیں گے باقی عدل والا معاملہ کیا ہوگا وہ انشاء اللہ آئندہ جمعے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

دوسری تقریر

دوسری تقریر

اصلاح عقیدہ کی اہمیت

اور

ایمان والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے عدل کا معاملہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

،، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

عقائد کا بیان شروع ہوا ہے ابھی تک تمہیدی بات بیان ہو رہی ہے کہ اصلاح عقیدہ اتنی اہم کیوں ہے اسکی اب تک دو وجہ بیان ہو چکی ہیں تیسری وجہ

گذشتہ جمعے شروع ہوئی تھی کہ ہمیشہ ہمیشہ کی نجات عقیدے کی درستگی پر موقوف ہے اگر ایمان ہوا اور عقائد درست ہوئے مسلمانوں والے عقائد ہوئے اور ان کو بچا کر اپنے ساتھ آخرت تک لے بھی گئے تو انشاء اللہ ایک نہ ایک دن نجات ضروری ہو جائے گی اسی سلسلے میں یہ مضمون شروع ہوا تھا کہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والے ایسے مسلمان جو توبہ کے بغیر دنیا سے چلے جائیں گے نجات بہرحال ان کی بھی ہو جائے گی، مگر ان کی نجات کی صورتیں دو ہوں گی یا ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل والا معاملہ ہوگا یا اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ عدل والا معاملہ فرمائیں گے، ضابطے والا معاملہ فرمائیں گے۔ فضل والا معاملہ کیسے ہوگا اس کی تھوڑی سی تفصیل گذشتہ جمعے عرض کر دی گئی تھی، آج عدل والے معاملہ کے بارے میں بات ہوگی۔

میرے دوستو اور بزرگو!

ایسے مسلمان جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں مگر توبہ نہیں کرتے تو ان کے بارے میں قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ قانون بیان فرمایا ہے کہ ان کو اپنے گناہوں کی سزا ضرور ملے گی سزا ملنے کے ساتھ ان کے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا اور وہ پاک صاف ہو کر آخرکار جنت میں ضرور داخل ہوں گے۔

مصائب گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں

اب گناہوں کی سزا دنیا ہی سے شروع ہو جاتی ہے ایمان والوں پر دنیا میں جو مختلف مصائب اور پریشانیاں آتی ہیں مختلف بیماریاں آتی ہیں یہ سب ان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں اور ان کے گناہوں کے معاف ہونے کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو کوئی تھکاوٹ اور کوئی بیماری اور کوئی غم کوئی تکلیف نہیں پہنچتی یہاں تک کہ جو کانٹا اس کو چبھتا ہے اور اس کو تکلیف ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ ان سب پریشانیوں کی وجہ سے اس کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔

ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا کہ ان پریشانیوں کی وجہ سے اس کے گناہ ایسے معاف ہوتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔ اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو اس کے گناہوں کی سزا دنیا میں جلدی کے ساتھ دے دیتے ہیں، یعنی جب وہ آخرت میں جائے گا تو گناہوں سے پاک صاف ہو کر جائے گا، اور فرمایا جب کسی بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ برائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کی گناہوں کی سزا روک کر رکھتے ہیں یہاں تک کہ قیامت والے دن اس کو گناہوں کی پوری

پوری سزا ملے گی۔

اس قسم کی احادیث بے شمار ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان والے پر جو مصیبتیں اور تکالیف آتی ہیں وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔

عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں، مجھے ایک دن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں میں نے عرض کیا ضرور دکھائیں تو اشارہ کر کے ارشاد فرمایا یہ سیاہ رنگ والی عورت ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آ کر عرض کیا یارسول اللہ مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس کی وجہ سے میرا ستر کھل جاتا ہے میں ننگی ہوجاتی ہوں آپ میرے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے اس پریشانی سے نجات عطا فرمائے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تو اس پر صبر کرے تو اس کے بدلے تجھے جنت ملے گی اگر چاہے تو میں تیرے لئے دعا کروں اللہ تعالیٰ تجھے اس مرض سے عافیت اور شفاء عطاء فرمائے اب تیری مرضی ہے تو اس نے عرض کیا حضور مجھے جنت چاہیے میں صبر کروں گی لیکن اتنی دعا ضرور فرمائیں کہ اس مرگی کے دوران میں ننگا ہونے سے محفوظ رہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا کردی۔

ان تمام ارشادات سے معلوم ہوا کہ مؤمن کی بیماریاں اور پریشانیاں اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں اور اس کے گناہوں کے معاف ہونے کا

ذریعہ بن جاتی ہیں، لیکن میرے دوستو خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ ان احادیث سے مقصود یہ ہے کہ ایمان والے پر مصیبت اور پریشانی آئے تو یہ سوچ کر صبر کرے کہ میرے گناہ معاف ہو رہے ہیں اور آخرت کی پریشانی سے نجات مل رہی ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ گناہ معاف کرانے کے لئے مصائب کی تمنا شروع کردے، بلکہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں عافیت ہی کا سوال کیا کرو، وہ کریم ذات ہے وہ تو بغیر مصائب کے بھی معاف کرسکتی ہے۔

بہرحال مؤمن کے گناہوں کی سزا اور معافی دنیا ہی سے شروع ہو جاتی ہے اگر کوئی کسر رہ جائے تو موت کی سختی سے گناہ معاف ہوتے ہیں، پھر بھی گناہ رہ جائیں تو قبر کی سختی اور تنگی سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اگر اس کے اتنے زیادہ گناہ ہوں کہ قبر میں اتنا لمبا عرصہ رہنے اور عذاب برداشت کرنے کے باوجود اس کے گناہ معاف نہ ہوں پھر بھی کوئی کسر رہ جائے تو میدان حشر کی سختی اور پریشانی سے گناہ معاف ہو جائیں گے اور اگر پھر بھی کوئی کسر باقی رہ گئی تو پھر صفائی ستھرائی کے لئے ایک رگڑا جہنم میں بھی دیا جائے گا تاکہ پاک صاف ہو کر جنت میں داخل ہونے کے قابل ہو جائیں۔

ایمان والے گناہگاروں کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا بلکہ صرف صفائی کے لئے ڈالا جائے گا جیسے کپڑا جب میلا ہو جائے تو اس کو بھٹی میں ڈال کر دھوتے ہیں تاکہ دوبارہ استعمال کے قابل ہو جائے، اسی

طرح گنا ہگار مسلمانوں کو بھی صفائی کے لئے جہنم کی بھٹی میں ڈالا جائے گا جب صاف ستھرے ہو جائیں گے تو آخرکار ان کو جہنم سے نکال کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل کر دیا جائے گا، جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا، کچھ کو انبیاء علیہم السلام کی شفاعت سے، کچھ کو شہداء کی شفاعت سے، کچھ کو حفاظ کرام کی سفارش سے جہنم سے نکالا جائے گا، کچھ کو عام مسلمین کی سفارش کرنے سے اللہ تعالیٰ جہنم سے نکالیں گے۔

ایک حدیث میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جب مؤمن پل صراط کو عبور کر کے جنت تک پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کریں کہ ہمارے مسلمان بھائی جو ہمارے ساتھ نمازیں پڑھا کرتے تھے، روزے رکھا کرتے تھے، حج کیا کرتے تھے وہ جہنم میں چلے گئے، اللہ تعالیٰ ان کے مطالبے پر ارشاد فرمائیں گے، جاؤ جن کو پہچانتے ہو جہنم سے نکال لو، چنانچہ ایمان والے ایک بہت بڑی مخلوق کو جہنم سے نکال لیں گے، پھر آکر عرض کریں گے نماز روزے والوں میں سے کوئی نہیں بچا ہے، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے جاؤ جس کے دل میں ایک دینار کے برابر ایمان ہو اس کو بھی نکال لو تو ایمان والے آکر پھر ایک خلق کثیر کو نکال لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے جاؤ جس کے دل میں آدھے دینار کے برابر ایمان ہو اس کو بھی نکال لو چنانچہ ایمان والے تیسری بار ایک خلق کثیر کو نکال لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے جاؤ جس کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو

اس کو بھی جہنم سے نکال لو چنانچہ یہ مسلمان جا کر ایک بڑی مخلوق کو نکالیں گے اور آ کر عرض کریں گے اب کوئی ایمان والا باقی نہیں بچا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دریا جوش میں آئے گا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے، فرشتے بھی شفاعت کر چکے انبیاء بھی شفاعت کر چکے اور عام ایمان والے بھی شفاعت کر چکے اب صرف ارحم الراحمین ہی رہ گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے رحمت والے ہاتھوں سے لپ بھر کر ایسے ایمان والوں کو نکالیں گے جنہوں نے کبھی بھی کوئی نیک کام نہیں کیا ہوگا صرف مسلمان ہوں گے چنانچہ جنت کے دروازے پر ان کو نہر حیات میں ڈالا جائے گا تو موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے وہاں سے نکلیں گے پھر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے جنت والے ان کا نام لیں گے عتقاء الرحمٰن یہ رحمان کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

بہر حال میرے دوستو اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد ایمان والے ایک دن جہنم سے نکل کر جنت میں ضرور داخل ہو جائیں گے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اس شخص کو اچھی طرح جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا اور سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا فرمایا یہ شخص پیٹ کے بل گھسٹتا ہوا دوزخ سے نکلے گا، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے جا جنت میں داخل ہو جا وہ جنت کے پاس آئے گا تو اس کو محسوس ہوگا کہ وہ بھری ہوئی ہے عرض کرے گا یا اللہ جنت میں جگہ ہی نہیں میں کیسے اندر داخل ہو جاؤں، اللہ

تعالیٰ فرمائیں گے جا جنت میں داخل ہو جا تجھے دنیا سے دس گنا بڑی جنت دیدی گئی، وہ سن کر عرض کرے گا آپ رب العالمین ہیں ساری کائنات کے بادشاہ ہیں آپ میرے ساتھ مذاق فرما رہے ہیں، ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آخری بات ارشاد فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے ہنسے کہ آپ کی آخری داڑھیں ظاہر ہو گئیں، دکھائی دینے لگیں، اندازہ کریں سب سے ادنیٰ درجہ کے جنتی کو اور سب سے آخر میں داخل ہونے والے جنتی کو اس دنیا سے دس گنا بڑی جنت عطاء ہوگی اس سے اندازہ کریں اعلیٰ درجات والوں کے کتنے مزے ہوں گے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے درجات کی ہوس نہیں بس اللہ تعالیٰ جنتیوں کی جوتیوں میں بھی جگہ عطاء فرمادیں تو ان کا کرم ہوگا اور ہمارا بیڑا پار ہو جائے گا۔

میرے دوستو اور بزرگو جنت کی زمین اتنی قیمتی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سوار کے کوڑے کے برابر جگہ یعنی سوار جب سواری سے اترتا ہے تو اپنی لاٹھی اور کوڑا نیچے پھینک دیتا ہے تو اس کی لاٹھی کتنی جگہ گھیرتی ہوگی جنت کی اتنی تھوڑی سی جگہ بھی اتنی قیمتی ہے کہ: دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اتنی قیمتی جگہ ٹھوک کے حساب سے ملے گی کہ سب سے ادنیٰ درجہ کے جنتی کو اس دنیا سے دس گنا بڑی جنت عطا ہوگی بہر حال بات یہ چل رہی ہے کہ ایمان والے ایک نہ ایک دن جہنم سے نکل کر ضرور جنت میں داخل ہونگے ایک اور حدیث سن لیں پھر آگے چلتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنمیوں میں سے دو آدمی جہنم میں بڑا شور مچائیں گے اور خوب چیخ وپکار کریں گے، اللہ تعالی حکم دیں گے ان کو باہر نکالو ان کو نکال کر لایا جائے گا تو اللہ تعالی ارشاد فرمائیں گے کیوں چیخ وپکار کررہے تھے وہ عرض کریں گے اس لئے چیخ رہے تھے تا کہ آپ ہم پر رحم فرمائیں اللہ تعالی ارشاد فرمائیں گے میرا رحم یہی ہے کہ تم دوزخ میں جس جگہ تھے وہاں دوبارہ چھلانگ لگا دو اپنے آپ کو جہنم کے حوالے کردو، یہ عجیب وغریب جواب سن کر ان میں سے ایک تو بھاگتے ہوئے جہنم میں کود جائے گا مگر اللہ تعالی اپنی رحمت سے جہنم کی آگ کو اس کے لئے ٹھنڈا اور سلامتی والا بنادیں گے، دوسرا شخص وہ حکم سن کر بھی کھڑا رہے گا اللہ اس سے ارشاد فرمائیں گے تجھے کس چیز نے روکا اس حکم کی تعمیل سے تو نے اپنے آپ کو جہنم میں کیوں نہ ڈالا وہ عرض کرے گا، میرے مولیٰ جب تو نے مجھے ایک مرتبہ نکال لیا جہنم سے، تو مجھے تیری رحمت سے امید ہے کہ اب کبھی دوبارہ جہنم میں نہیں ڈالے گا، اللہ تعالی ارشاد فرمائیں گے جا تیری امید پوری کردی گئی چنانچہ اللہ تعالی اپنی رحمت سے دونوں کو جنت میں داخل فرمادیں گے۔

میرے دوستو اور بزرگو اس قسم کے بے شمار واقعات احادیث میں جہنم سے نکلنے والوں کے اور جنت میں داخل ہونے والوں کے بیان فرمائے گئے ہیں ان سارے ارشادات سے دو باتیں واضح ہوگئیں پہلی بات تو یہ معلوم

ہوئی کہ ایسے ایمان والے جنھوں نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا ہوگا ان میں سے بعض کو تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے معاف فرمائیں گے اور بعض کو گناہوں کی سزا دینے کیلئے جہنم میں ضرور داخل کیا جائے گا وہ کچھ عرصہ اپنے گناہوں کی سزا ضرور بھگتیں گے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ایمان والے سارے کے سارے ایک نہ ایک دن جہنم سے ضرور نکل آئیں گے اور ایک نہ ایک دن ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جنت میں ضرور داخل ہو جائیں گے۔

تو بات یہی شروع ہوئی تھی کہ عقیدے کی اصلاح کے اہم ہونے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ قیامت والے دن ہمیشہ ہمیشہ کی نجات ایمان اور صحیح عقیدے کی وجہ سے ملے گی اگر ایمان ہوا اور عقیدہ درست ہوا تو انشاء اللہ ایک دن جنت ضرور ملے گی لیکن اگر خدانخواستہ ایمان نہ ہوا عقیدہ کافروں والا ہوا تو پھر ہمیشہ ہمیشہ کی آگ میں جلنا پڑے گا صدیاں گذر جائیں گی مگر جہنم سے نہیں نکالا جائے گا، جب ایمان والوں کو جہنم سے نکلتا ہوا دیکھیں گے تو کافر آرزو کریں گے

،، رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ،،

کافروں سے چاہیں گے تمنا کریں کاش ہم بھی مسلمان ہوتے دنیا سے اپنے ساتھ ایمان کی دولت لیکر آئے ہوتے تو آج ہم بھی جہنم سے نکال دیئے جاتے مگر میرے دوستو اس وقت کی تمنا کام نہ آئے گی:

،، وَيَقُوْلُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرَاباً ،،

کافر آرزو کرے گا، کاش میں مٹی ہو جاتا، لیکن اس قسم کی کوئی آرزو پوری نہیں ہوگی بلکہ قرآن کریم نے ارشاد فرمایا:

،، كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُوْداً غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوْا الْعَذَابَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزاً حَكِيْماً ،،

جب جہنم کی آگ میں کافروں کے چمڑے اور کھال جل جائے گی تو ہم دوسری کھالیں ان کو دے دیں گے، تاکہ وہ عذاب چکھتے رہیں، یہ مت سوچو کہ ایسا کیسا ہو سکتا ہے،

،، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزاً حَكِيْماً ،،

بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے جو چاہے کر سکتا ہے کوئی اس کے کام میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا اور وہ بڑی حکمتوں والا ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا، ارشاد فرمایا،

،، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ،،

تاکیدی مضمون ہے کہ پکی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک اور کفر کے گناہ کو ہرگز معاف نہیں فرمائیں گے ان کے علاوہ جو گناہ ہوئے ان کو جسے چاہیں گے معاف فرمادیں گے چاہے محض اپنے فضل وکرم سے معاف فرمادیں اور چاہے سزا دینے کے بعد معاف فرمادیں، مگر معاف ضرور فرمائیں گے، بہرحال نجات ضرور ہو جائے گی۔ اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

،، اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّ بُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْ خُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ ،،

جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی اور ان کو جھٹلایا ان کو ماننے سے تکبر اور اعراض کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، اور وہ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک اونٹ سوئی کے ناک میں داخل نہ ہو جائے، جس طرح اونٹ کا سوئی کے ناک کے سوراخ میں داخل ہونا محال ہے اس طرح کفار کا جنت میں داخل ہونا محال ہے۔

لطیفہ :

کسی مسخرے نے یہ آیت سن کر کہا کہ ہم حکومت سے درخواست کریں گے کہ اتنی بڑی سوئی بنا دے جسکے ناک کے سوراخ میں اونٹ گذر جائے لیکن میرے دوستو یہ صرف گپ شپ ہے حقیقت سے اسکا کوئی تعلق نہیں قرآن کریم نے سوئی کا نام لیا ہے جبکہ سوئی جب تھوڑی سی بڑی ہوتی جاتی ہے اس کا نام بدلتا جاتا ہے چنانچہ سوئی سے بڑی کھدوئی ہوتی ہے جس سے لحاف سیتے ہیں پھر اس سے بڑا سوا ہو جاتا ہے جس سے گندم وغیرہ کی بوریاں سیتے ہیں اسی طرح بڑھتے بڑھتے جب اتنی بڑی بن جائے گی کہ اس کے ناک سے اونٹ گذر جائے وہ کوئی اور ہی بلا کہلائے گی اس کو سوئی نہ کہا جائے گا بہرحال کفار کی

نجات کی کوئی صورت نہ ہوگی اللہ ہر مسلمان کو محفوظ فرمائے آمین۔
ایک اور جگہ ارشاد فرمایا کافر جہنمی یہ درخواست کریں گے
,, رَبَّنَا اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحاً غَيْرَ الَّذِىْ كُنَّا نَعْمَلْ ,,
اے ہمارے پروردگار ہمیں ایک مرتبہ جہنم سے نکال کر دنیا میں بھیج دے اب ہم نیک کام کر کے آئیں گے وہ گناہ نہیں کریں گے جن کا وبال آج ہمیں بھگتنا پڑ رہا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے:
,, اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ ,,
کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اگر اس میں کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو نصیحت حاصل کر سکتا تھا:
,, وَجَاءَ كُمُ النَّذِيْرُ ,,
اور تمہارے پاس ڈرانے والے بھی آئے تھے مگر تم کان ہی نہیں دھرتے تھے لہذا اب ,, فَذُوْقُوْا وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ,, اب چکھو مزہ ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہو سکتا۔
بہر حال میرے دوستو اگر ایمان نہ ہوا عقائد کافروں والے ہوئے تو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ابدالآباد تک جہنم کی اس آگ میں جلنا پڑے گا جو دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ گرم ہوگی میرے دوستو اسلئے عقیدے کی اصلاح اور ایمان کی حفاظت بڑی ضروری ہے اس میں ذرا سی غفلت اور کوتاہی ہماری آخرت کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے برباد بنا سکتی ہے اسلئے آپ سے گذارش ہے کہ اپنی

اور اپنے بیوی بچوں کے عقائد اور ایمان کی اصلاح کی فکر کریں، انہیں ایسے ماحول سے، لٹریچر سے، ایسی مجالس اور محفلوں سے بچانے کی کوشش کریں جہاں ایمان کے بگڑنے کا خطرہ ہو بلکہ گھر میں اجتماعی طور پر وقت نکال کر دین کی کتابیں پڑھا کریں، ایسی کتابیں جن میں مسلمانوں کے عقائد درج ہوتے ہیں اور نہیں تو بہشتی زیور اور تعلیم الاسلام ہی کو اگر پابندی سے پڑھو گے تو انشاء اللہ دین کی بنیادی معلومات ضرور حاصل ہو جائیں گی۔

باقی انشاء اللہ آئندہ

واخر دعوانا ان الحمد لله ربّ العالمين .

تیسری تقریر

تیسری تقریر

غلط فہمی کا ازالہ (قسط ۱)

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد

فاعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم

بسم الله الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ الرَّحِیْمٍ ، صدق الله العظیم ،، پ ۲۴

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

عقائد کا بیان شروع ہوا ہے اس سلسلے میں ابھی تک تمہیدی بات چل رہی ہے کہ اصلاح عقیدہ اتنی اہم اور ضروری کیوں ہے اسکی اہمیت کی تین

وجہیں بیان کی گئیں پہلی وجہ یہ بیان ہوئی کہ عقائد کا انسان کے اعمال اور اخلاق پر بڑا اثر پڑتا ہے دوسری وجہ یہ بیان ہوئی کہ اعمال کی قبولیت کا دارومدار عقائد کی درستگی پر ہے۔ تیسری وجہ یہ بیان ہوئی کہ آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کی نجات کا دارومدار عقائد کی درستگی پر ہے اگر عقائد درست ہوئے ایمان موجود ہوا تو ایک نہ ایک دن نجات ضرور ہو جائیگی چاہے اللہ کے فضل سے ہو جائے بغیر سزا کے ہی اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں یا تھوڑا سا رگڑا لگنے کے بعد نجات ہو جائے۔

بہرحال انشاء اللہ ایمان والوں کی نجات یقینی ہے اور اگر عقائد درست نہ ہوئے کافروں والے عقائد ہوئے تو پھر ہمیشہ کی تباہی اور بربادی مقدر بنے گی اس پر تفصیلی بات گذشتہ جمعے بیان ہو چکی ہے اب آگے چلنے سے پہلے ایک غلط فہمی کا ازالہ بہت ضروری ہے۔ سیدھے سادھے مسلمانوں کی اکثریت اس غلط فہمی میں مبتلا ہے وہ غلط فہمی یہ ہے کہ ہم مسلمان اور مومن ہیں ایک نہ ایک دن ضرور نجات ہو جائے گی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے معاف فرمائیں گے اور اگر گناہوں کی سزا بھی ملی تب بھی چند دن جہنم کا رگڑا لگنے کے بعد آخرکار ایک دن نجات ضرور ہو جائے گی اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جنت ‌ٗ داخلہ نصیب ہو جائے گا، پھر اس غلط فہمی کی وجہ سے دھڑا دھڑ گناہ کیئے جارہے ہیں توبہ کی توفیق نہیں ہوتی بس یہ خیال دل میں بیٹھا ہوا ہے کہ کبھی نہ کبھی تو جنت کا داخلہ ضرور نصیب ہو جائے گا گناہوں کی وجہ سے یہاں دنیا میں بھی

مزے کرلو پھر تھوڑی سی سزا بھگتنے کے بعد آخرت کے مزے بھی نصیب ہو جائیں گے۔

میرے دوستو اور بزرگو! یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے جس کی وجہ سے شیطان نے آج مسلمانوں کی اکثریت کو توبہ سے محروم کیا ہوا ہے، میرے دوستو اس سلسلے میں دو باتیں اچھی طرح سمجھ لو بات تو اگرچہ طویل اور لمبی ہو جائے گی مگر کوئی بات نہیں یہ کوئی کلاس تو ہے نہیں کہ آپ نے ایک نصاب ختم کر کے امتحان دینا ہے جب تک مضمون چلا چلتا رہے گا میں بھی ادھر ہوں اور آپ بھی ماشاء اللہ بڑی پابندی سے آرہے ہیں، بہر حال اس غلط فہمی کے ازالے کے لئے دو باتیں سمجھ لیں۔

پہلی بات:

میرے دوستو اور بزرگو پہلی بات تو اس سلسلے میں یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مسلمانوں کے گھر میں پیدا فرما کر بن مانگے ہمیں ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرمادی ہے لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ یہ ایمان اور اسلام والی دولت آخر وقت تک ہمارے پاس بھی رہے گی اور ہم اس کو بچا کر اپنے ساتھ آخرت تک لے جاسکیں گے میرے دوستو اس چیز کی کسی کے پاس کوئی گارنٹی نہیں کہ وہ آج مسلمان ہے تو کل بھی مسلمان رہے گا اور موت تک مسلمان رہے گا، نفس اور شیطان ایمان کے ڈاکو ہیں ہر وقت اس

تاک میں لگے ہوئے ہیں کہ کسی وقت یہ غافل ہو اور ہم اس کی سب سے قیمتی چیز ایمان اور اسلام چھین لیں بڑوں بڑوں کو یہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ پتہ نہیں ہمارا خاتمہ بھی ایمان پر ہوگا یا نہیں۔

اب میں آپ کی خدمت میں اس سلسلے کے چند واقعات عبرت کے لئے بیان کرتا ہوں تا کہ آپ کو اندازہ ہو جائے کہ ایمان بچا کر آخرت تک لے جانا کتنا مشکل ہے۔

پہلا واقعہ:

امام احمد بن حنبلؒ کے انتقال کا وقت ہے غشی کے دورے پڑ رہے ہیں شاگرد پاس بیٹھے ہوئے ہیں زبان مبارک سے بار بار یہ جملہ نکلتا ہے ابھی نہیں ابھی نہیں ابھی نہیں بار بار یہ لفظ دہرا رہے ہیں ابھی نہیں ابھی نہیں جب ہوش ائی تو پاس بیٹھنے والے شاگردوں نے پوچھا حضرت آپ بار بار یہ جملے کیوں فرماتے تھے ابھی نہیں ابھی نہیں اس کا کیا مطلب ہے ہمیں تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آیا تو امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا جب میرے اوپر غشی کا دورہ پڑتا ہے تو شیطان میرے سامنے اس حالت میں آتا ہے کے سر پر مٹی ڈال رہا ہوتا ہے اور افسوس سے ہاتھ مل رہا ہوتا ہے اور کہتا ہے اے احمد ہائے افسوس تم میرے جال سے بچ کر جا رہے ہو میں تمہیں قابو نہ کر سکا امام احمدؒ نے فرمایا جب شیطان یہ کہتا ہے تو میں اس کو جواب دیتا ہوں ابھی نہیں ابھی نہیں، جب تک میرے جسم

میں جان موجود ہے روح موجود ہے میں تیرے جال سے محفوظ نہیں رہ سکتا جب میری روح نکل جائے گی اور ایمان کو سلامت اپنے ساتھ لیجاؤں گا پھر میں تیرے جال سے واقعۃً محفوظ ہو جاؤں گا لیکن جب تک میرے جسم میں زندگی کی رمق باقی ہے میں تیرے خطرے سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

میرے دوستو سوچیں جب اتنے بڑے بزرگ اور اللہ والے جن کی ساری زندگی قرآن وحدیث کی خدمت کرتے ہوئے گزر گئی جب ان کا یہ حال ہے تو ہم اپنے آپ کو کیسے محفوظ تصور کر سکتے ہیں۔

دوسرا واقعہ:

دارالعلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اپنے درس میں ایک ترکی عالم کا واقعہ سنایا کرتے تھے کہ وہ ترکی عالم بہت بڑے محدث تھے اور ہزارہا طالب العلم ان کے پاس حدیث پڑھنے کے لیئے بڑے دور دور سے آتے تھے وہ ترکی عالم کبھی کبھی دوران درس بے اختیار یہ جملہ ارشاد فرماتے چرواہا بازی لے گیا چرواہا بازی لے گیا، آخر ایک دن طلبہ نے اصرار کر کے پوچھا کہ حضرت اس جملے کا مطلب ہمیں سمجھ میں نہیں آیا کہ چرواہا بازی لے گیا اس کا پس منظر کیا ہے طلبہ کے اصرار کرنے پر ترکی عالم اور محدث نے اس جملے کا پس منظر یہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ دوران سفر مجھے رات جنگل میں گذارنی پڑی وہاں ایک چرواہا بھی بکریوں سمیت موجود تھا ہم

دونوں نے رات اکٹھی گذاری خدا کی شان وہ رات لیلۃ القدر کی رات تھی اورانوارات محسوس ہورہے تھے ہم دونوں نے مشورہ کیا کہ لیلۃ القدر کی رات معلوم ہوتی ہے کوئی خاص دعا آج اللہ تعالیٰ سے مانگی چاہئے چنانچہ چرواہے نے دعا مانگی اے اللہ میرا خاتمہ ایمان پر فرما، اور میں نے دعا مانگی اے اللہ میرا حلقۂ درس وسیع فرما میرے پاس طلبہ کثیر تعداد میں حدیث پڑھنے کے لیے آئیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی دعائیں قبول فرمالیں چرواہا میرے سامنے کلمہ پڑھتے ہوئے دنیا سے گیا اور میری دعا کی قبولیت بھی تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ کہاں کہاں سے ہزاروں کی تعداد میں طلبہ کے قافلے چلے آرہے ہیں حدیث پڑھنے کے لیے، لیکن اب مجھے اپنے ایمان کا خطرہ لگا ہوا ہے کہ پتہ نہیں میرے ایمان کا کیا بنے گا میرا خاتمہ ایمان پر بھی ہوگا یا نہیں۔

اسلئے جب مجھے وہ لیلۃ القدر کی رات والا واقعہ یاد آتا ہے تو بے اختیار میرے منہ سے یہ کلمہ نکل جاتا ہے کہ چرواہا بازی لے گیا جو اپنا ایمان بچا کر لے گیا مجھ سے اسکی دعا بہتر تھی۔

اب میرے دوستو اندازہ کروایسا محدث جس کا رات دن کا مشغلہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پڑھنا لکھنا اور مطالعہ کرنا ہے ان کو جب ایمان پر خاتمہ کا خطرہ لگا ہوا ہے کہ پتہ نہیں خاتمہ ایمان پر ہوگا یا نہیں تو عام آدمی کیسے مطمئن ہوسکتا ہے۔

تیسرا واقعہ:-

پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ زندگی کے آخری دور میں سیر کیلئے جنگل تشریف لے گئے تو اچانک ایک روشنی ظاہر ہوئی اس روشنی نے دیکھتے ہی آسمان کے افق کو گھیر لیا اس روشنی سے آواز آئی کہ عبدالقادر میں تیرا رب بول رہا ہوں عبدالقادر تو نے دین کیلئے بڑی مشقتیں اور محنتیں برداشت کی ہیں بڑے مجاہدے کئے اب آج کے بعد سے میں نے تجھ سے نماز روزے معاف کر دیئے دین کے سارے احکامات تجھ سے اٹھا دیئے تیرا جیسے جی چاہے کر کوئی پوچھ نہ ہوگی یہ آواز سن کر حضرت نے فوراً پڑھا (لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم) مردود دفعہ ہو جا تو ابلیس ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے نماز روزے معاف نہ کیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ دین کیلئے محنت کرنے والا اور تکلیفیں اٹھانے والا کون ہوگا جب آپ سے بھی اللہ تعالیٰ نے آخر تک نماز روزہ معاف نہ کیا تو میں کون ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے نماز روزے معاف کر دیئے شیطان نے فوراً پینترا بدلا دوبارہ آواز آئی عبدالقادر آج تجھے تیرے علم نے بچالیا ورنہ تجھ سے پہلے ستر (۷۰) ابدال ایسے گذرے ہیں جن کو آخری عمر میں میں نے یوں ہی گمراہ کر دیا تھا آج تجھے تیرے علم نے بچالیا اگر تو عالم نہ ہوتا تو تو بھی گمراہ ہو جاتا۔ حضرت نے فوراً پڑھا (لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم) ارے ظالم یہ

تیرا دوسرا حملہ ہے مجھے میرے علم نے نہیں بچایا بلکہ میرے اللہ نے بچایا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال نہ ہوتی تو میں بھی ان گمراہ ہونے والوں میں شامل ہو جاتا میرے دوستو یہ ہیں شیطان کے داؤ اور فریب پتہ نہیں کتنوں کو آخر میں ان ہی فریبوں سے مردود بنا دیا، راندہ درگاہ بنا دیا اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

چوتھا واقعہ:-

امام رازی بہت بڑے فلسفی عالم گذرے ہیں قرآن کریم کی تفسیر لکھی کئی جلدوں میں تفسیر کبیر کے نام سے امام رازی کا آخری وقت ہے نزع کا عالم طاری ہے شیطان آ پہنچا ان کے پاس پوچھا امام صاحب آپ عالم آخرت کی طرف جا رہے ہیں رب سے ملاقات کرنے جا رہے ہیں تو بتایئے دنیا سے کیا چیز اپنے ساتھ لیکر جا رہے ہیں جو آپ کے وہاں کام آئے گی امام رازی نے فرمایا میں کلمہ لا الہ الا اللہ لے کر جا رہا ہوں توحید لے کر جا رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے یہ کلمہ پڑھنے والے کیلئے مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے شیطان بولا آپ توحید کے قائل ہیں کیا آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کوئی دلیل بھی ہے امام رازیؒ کی ساری زندگی عقائد کے موضوع پر بحثیں کرتے ہوئے گذری تھی ان کے پاس دلائل کی کیا کمی تھی شیطان کے جواب میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایک دلیل بیان کر دی شیطان دلیل سن کر بولا آپ کی اس

دلیل پر تو فلاں اعتراض اور اشکال وارد ہوتا ہے لہذا آپ کی دلیل ٹوٹ گئی امام رازیؒ نے دوسری دلیل بیان کردی شیطان نے اس پر بھی اعتراض کردیا یہاں تک کہ امام رازی نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایک سوایک (۱۰۱) دلیل بیان کردی مگر جو دلیل بھی بیان کریں شیطان اس پر کوئی نہ کوئی اعتراض کرڈالے شیطان نے ساری دلیلوں کو توڑ ڈالا اب امام صاحب کی حالت غیر ہوگئی جو عقلی دلائل تھے وہ سب ختم ہوگئے اب خدانخواستہ آخری وقت میں ایمان متزلزل ہوجاتا تو ساری عمر کی کمائی ضائع ہوجاتی مگر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا امام رازی کے شیخ تھے شیخ نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے اللہ والے تھے ان کی صورت سامنے آگئی اور یوں لگا جیسے شیخ فرمارہے ہوں ارے کہہ دے کہ میں خدا کو بغیر کسی دلیل کے ایک مانتا ہوں باقی دلائل تو شیطان توڑ رہا ہے گا تم کہہ دو میں خدا کو بے دلیل ایک مانتا ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا امام صاحب نے فرمایا میں خدا کو بغیر کسی دلیل کے ایک مانتا ہوں شیطان لاجواب ہوگیا اسی حالت میں امام صاحب کا انتقال ہوگیا اس سے معلوم ہوا شیطان بھی بہت بڑا عالم ہے مگر اکیلا علم کچھ نہیں کرسکتا جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو آدمی کامیاب نہیں ہوسکتا۔

پانچواں واقعہ:-

مری کے ایک بزرگ گذرے ہیں حافظ غلام محمد صاحبؒ مری کے

علاقے میں بڑا کام کیا قرآن کریم کی بڑی خدمت کی ہے وہ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے تیس سال تک مسجد نبوی میں قرآن کریم پڑھاتے رہے آخر کار وہیں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے جہاں ہزاروں صحابہ اور ازواج مطہرات آرام فرما رہی ہیں ایں سعادت بزور بازو نیست۔

بہرحال، بہت بڑے اللہ والے تھے ان کے داماد حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب میرے دوست ہیں اس سال رمضان المبارک میں بیت اللہ کے سامنے حرم کے اندر بیٹھ کر قاری عبدالرحمٰن صاحب نے یہ واقعہ مجھے سنایا کہ میں جب عمرے کے لئے حضرت مولانا حافظ غلام محمد صاحب کی زندگی میں پہلی بار آیا تو انہوں نے مجھے نصیحت کہ بیٹا یہاں بہت سارے ایسے متبرک مقامات ہیں جہاں دعا قبول ہوتی ہے رد نہیں ہوتی بیت اللہ پر پہلی نظر پڑے تو جو دعا مانگو رد نہیں ہوتی، میزاب رحمت کے مقام پر جو دعا مانگو رد نہیں ہوتی، زمزم کا پانی پیتے وقت جو دعا مانگو گے وہ قبول ہوگی تو فرمانے لگے بیٹا ان سب مقامات پر اور دعائیں چھوڑ کر صرف ایمان پر خاتمے کی دعا مانگنا کہ اے اللہ میرا خاتمہ ایمان پر فرمادے، بیٹا یہ بہت بڑی دولت ہے، یہ مت خیال کرنا کہ میں دین کی خدمت کر رہا ہوں یہ ساری خدمت تب کام آئے گی جب خاتمہ ایمان پر ہوا ورنہ ساری محنت یہیں دھری رہ جائے گی، اس پر عبرت کے لئے حضرت نے خود واقعہ سنایا کہ یہاں حرم شریف کا ایک مؤذن تھا جس نے چالیس سال کعبہ میں

بیت اللہ میں اذان دی، اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتا رہا، لیکن جب اس کا آخری وقت آیا تو قرآن منگوا کر اپنے سامنے رکھ کر غصے سے کہنے لگا میں اس کو نہیں مانتا ہوں میں اس کو تسلیم نہیں کرتا، اسی حال میں اس کا انتقال ہو گیا،

استغفر اللہ نعوذ باللہ من شرور انفسنا

میرے دوستو بڑے ڈرنے کا مقام ہے رو رو کر اللہ تعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کی خاتمہ بالا یمان کی دعائیں مانگا کرو یہ بڑی دولت ہے زندگی بھر کی محنت اسی سے ٹھکانے لگے گی ورنہ سب ضائع اور برباد تو میرے دوستو بات یہ چل رہی تھی کہ بندہ اس غلط فہمی میں ہرگز مبتلا نہ ہو کہ میں تو مسلمان ہوں مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہو گیا ہوں کلمہ پڑھ لیا ہے نماز روزہ پڑھتا رہتا ہوں بس مجھے اب جنت کا ٹکٹ مل چکا ہے کبھی نہ کبھی جنت کا داخلہ ضرور مل کر رہے گا بلکہ ہر وقت ڈرتا رہے گڑگڑاتا رہے روتا رہے اور ایمان پر خاتمے کے اسباب اختیار کرتا رہے اور خاتمہ کو خراب کرنے والے جو اسباب ہیں ان سے بچتا رہے بہر حال بڑا ڈرنے کا مقام ہے یہ چند واقعات بیان ہوئے اور کچھ بڑے اہم اور خاص واقعات رہ گئے ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ جمعہ، اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ اپنے فضل کا معاملہ فرمائے آمین ثم آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

چوتھی تقریر

چوتھی تقریر

ایک غلط فہمی کا ازالہ، قسط نمبر (۲)

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم امّابعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ
عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا
وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ
أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ
وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا
مَا تَدَّعُونَ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ۔

صدق اللہ العظیم،، پ۲۴

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

اس غلط فہمی کا بیان ہورہا تھا کہ ہمارے ذہنوں میں یہ غلط فہمی بیٹھی ہوئی ہے کہ ہم مسلمان اور مؤمن ہیں ایک نہ ایک دن نجات ضرور ہو جائے گی پھر گناہوں کو چھوڑ کر دنیا کی چند روزہ زندگی کو خراب کرنے کی اور بدمزہ بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس غلط فہمی کے ازالے کیلئے میں نے عرض کیا تھا کہ دو باتیں سمجھ لیں ابھی تک پہلی بات چل رہی ہے کہ الحمد للہ ہم مسلمان ہیں اور مؤمن ہیں لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ موت تک یہ ایمان والی دولت ہمارے پاس محفوظ بھی رہے گی اور اس کو بچا کر ہم آخرت تک لے جانے میں کامیاب بھی ہو جائیں گے تو میرے دوستو اصل اعتبار خاتمے کا ہے خاتمہ ایمان پر ہو گیا تو پھر انشاء اللہ نجات یقینی ہے مگر ایمان پر خاتمے کی گارنٹی کسی کے پاس نہیں ہے بڑے بڑے لوگ ڈرتے رہے اور بڑے بڑے لوگ مرتد ہو گئے یہ معاملہ بڑا نازک ہے گذشتہ جمعے اس سلسلے کے پانچ واقعات آپ کو سنائے تھے آج کچھ اور واقعات عبرت کیلئے اور آپ کے دلوں میں فکر پیدا کرنے کیلئے سناتا ہوں۔

چھٹا واقعہ:۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کاتب تھا جو وحی لکھا کرتا تھا پھر وہ مرتد ہو گیا اور کافروں کے پاس

چلا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اللہ کی زمین ہرگز قبول نہ کرے گی حضرت ابوطلحہ فرماتے تھے وہ جہاں مرا تھا تو میں تحقیق کیلئے وہاں گیا تو دیکھا اس کی میت قبر سے باہر پڑی ہے میں نے وہاں کے لوگوں سے پوچھا اس کا کیا معاملہ ہے تو لوگوں نے بتایا کہ ہم نے اس کو کئی مرتبہ دفن کیا لیکن ہر مرتبہ قبر اس کو باہر پھینک دیتی ہے آخر کار تنگ آ کر ہم نے اس کو اپنے حال پر یوں ہی چھوڑ دیا میرے دوستو سوچیں آپ کے وہ کتنا قریب تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنا کاتب بنایا مگر موت تک اس کا ایمان بھی محفوظ نہ رہ سکا دل اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں جدھر چاہے پھیر دے اس لئے ہر وقت انسان کو گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے استقامت کی دعاء مانگنی چاہیے قرآن میں بھی یہ دعاء سکھلائی گئی ہے۔

(رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ
لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ)

اے ہمارے پروردگار ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ فرمانا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی استقامت کی دعاء مانگا کرتے تھے احادیث میں یہ دعاء منقول ہے:

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ

اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم رکھ تو مقلب القلوب اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ایک حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کوئی دل ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان نہ ہو جیسے چاہتے ہیں جدھر چاہتے ہیں اس کو پھیر تے رہتے ہیں اس لیے میرے دوستو اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر استقامت کی دعا مانگا کرو۔

ساتواں واقعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ حنین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو لوگ جہاد میں شریک تھے ان میں سے ایک کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جہنمی ہے یہ دوزخی ہے ہو من اہل النار جب لڑائی کا وقت آیا تو وہ آدمی مسلمانوں کی طرف سے کافروں کے ساتھ خوب لڑا اور بہت زیادہ زخم اس کو لگے شدید زخمی ہو گیا چنانچہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ جس کو آپ جہنمی فرما رہے تھے اس نے تو کافروں سے خوب لڑائی کی ہے اور اللہ کے راستے میں اس کو بہت زیادہ زخم آئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاد رکھو وہ جہنمی ہے۔

راوی کہتے ہیں قریب تھا کہ بعض لوگ شک میں پڑ جاتے کہ ایک

ایسا آدمی جس نے اتنا زیادہ جہاد کیا اور خوب زخمی ہوا وہ کیسے جہنمی ہو سکتا ہے تھوڑی دیر گذری تو وہ شخص جس کے جہنمی ہونے کی آپ نے اطلاع دی تھی وہ شدید زخمی تھا زخموں کی تکلیف اور درد برداشت نہ کر سکا اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اپنے سینے میں پیوست کر کے خودکشی کر لی یہ دیکھ کر بہت سارے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑے اور آ کر کہنے لگے یارسول اللہ اللہ تعالی نے آپ کی بات کو سچا کر دکھایا فلاں شخص جس کے جہنمی ہونے کی آپ نے اطلاع دی تھی اس نے خودکشی کر لی ہے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ میں اللہ کا بندہ اور اسکا رسول ہوں پھر حضرت بلال کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کھڑے ہو جاؤ اے بلال اور لوگوں میں یہ اعلان کرو لایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اِلَّا مُؤْمِنٌ جنت میں مؤمن کے سوا کوئی بھی داخل نہ ہو سکے گا اور ارشاد فرمایا:

,,اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ،،

بیشک اللہ تعالی اس دین کی مدد اور تائید رجل فاجر اور نافرمان بندے سے بھی کرا سکتا ہے میرے دوستو غور کریں اب انسان کس بات پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائے اعتبار تو خاتمے کا ہے۔

آٹھواں واقعہ

قرآن کریم نے بنی اسرائیل کے بہت بڑے عالم اور عابد کا واقعہ بیان کیا ہے اور بڑا ہی عبرت ناک واقعہ ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ملک شام میں بیت المقدس کے قریب کنعان شہر کا رہنے والا ایک عالم اور عارف تھا جس کا نام تھا بلعم بن باعوراء تھا قرآن کریم نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہم نے اس کو احکام کا علم دیا تھا اور بعض آسمانی کتابوں کا علم دیا تھا اور ایسا مستجاب الدعوات تھا کہ اس کو اللہ کا اسم اعظم معلوم تھا اس اسم اعظم کے ذریعے جو دعا بھی کرتا تھا وہ قبول ہوتی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں مبتلاء کر دیا اس طرح کہ فرعون کے غرق ہو جانے اور مصر کے فتح ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ قوم جبارین سے جہاد کرو موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کا لشکر لیکر جب ان کے مقابلے میں پہنچے تو وہ ڈر گئے اور بڑے پریشان ہوئے کہ فرعون اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ اور بڑے بڑے لشکروں کے ساتھ ان کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکا تو ہم ان کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں چنانچہ وہ جمع ہو کر وفد کی صورت میں بلعم بن باعوراء کے پاس آئے کہ تم موسیٰ اور ان کی قوم کے خلاف بددعا کر دو وہ یہاں سے چلے جائیں خوب منت سماجت کی وہ کہنے لگا تو بہ توبہ تم کیسی بات کرتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں ان کے ساتھ

اللہ تعالیٰ کے فرشتے اور اللہ کی مدد ہے میں ان کے خلاف کیسے بددعاء کرسکتا ہوں اگر میں ایسا کروں گا تو میرا دین و دنیا دونوں تباہ ہو جائیں گے ان لوگوں نے بڑا ازرونگایا اور بہت زیادہ اصرار کیا تو بلعم کہنے لگا اچھا میں استخارہ کرکے اللہ تعالیٰ سے معلوم کرلیتا ہوں کہ انکے خلاف دعاء کرنے کی اجازت بھی ہے یا نہیں چنانچہ اس نے استخارہ بھی کیا اور خواب میں اس کو بددعاء کرنے سے منع کردیا گیا استخارے کا جواب بھی نفی میں آیا اس نے اپنی قوم کو بتادیا کہ استخارے کا جواب نفی میں آیا ہے اور مجھے بددعاء کرنے سے منع کردیا گیا اب قوم جبارین جب مایوس اور ناامید ہوگئی تو اس نے دوسری چال چلی بہت بڑی رشوت اس کو دینے کی کوشش کی شروع میں تو وہ انکار کرتا رہا مگر بعد میں بیوی کے مجبور کرنے پر رشوت لینے پر آمادہ ہوگیا دنیا کے مال اور بیوی کی محبت نے اس کو اندھا کردیا چنانچہ رشوت لے کر موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے خلاف بددعا شروع کردی جب اس نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عجیب کرشمہ ظاہر ہوا کہ جو الفاظ بددعا کے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لیئے کہنا چاہتا تھا وہ الفاظ اس کی زبان سے بجائے موسیٰ علیہ السلام کے خود اپنی قوم جبارین کیلئے نکلتے تھے جب اس کی قوم نے وہ الفاظ سنے تو چلا اٹھے کہنے لگے ارے تم تو ہمارے لئے بددعا کررہے ہو تو کہنے لگا یہ میرے اختیار سے باہر ہے میری زبان اپنے اختیار میں نہیں نتیجہ یہ ہوا جو بددعا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کیلئے کرنا چاہتا تھا وہ اپنی قوم کیلئے کربیٹھا قوم جبارین تباہ ہوگئی اور بلعم کو

یہ سزا ملی کہ اس کی زبان لٹک کر سینے پر آ گئی اور کتے کی طرح ہانپنے لگا، قرآن کریم نے فرمایا:

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ
يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ،،

اس کا حال کتے کی طرح ہو گیا کہ تو اس کو مارے بھگائے تب بھی ہانپے اور ویسے چھوڑے تب بھی ہانپے جتنے بھی جاندار ہیں ان کی زندگی کا مدار سانس لینے پر ہے اندر کی ہوا باہر پھینکتے ہیں اور حلق اور ناک کے راستے سے باہر کی تازہ ہوا اندر لے جاتے ہیں ہر جاندار کی زندگی کا مدار اس سانس لینے پر ہے مگر یہ سانس کا عمل اللہ تعالیٰ نے اتنا آسان کر دیا کہ بلا ارادہ اور بلا محنت ہر جاندار کی ناک کے نتھنوں سے اندر کی ہوا باہر اور باہر کی تازہ ہوا اندر جاتی ہے اس میں نہ جاندار کو کوئی زور لگانا پڑتا ہے نہ ارادہ کرنا پڑتا ہے قدرتی طور پر اور فطرتی طور پر بلا اختیار یہ عمل جاری رہتا ہے، تمام جانداروں میں صرف کتا ایک ایسا جانور ہے جس کو اپنی سانسوں کی آمد و رفت میں زبان نکال کر زور لگانا پڑتا ہے اور محنت کرنی پڑتی ہے باقی جانوروں کی یہ کیفیت صرف اسوقت ہوتی ہے جب وہ بھاگیں یا محنت والا کام کریں یا کوئی ان پر کوئی حملہ کر دے تب ان کا سانس پھول جاتا ہے مگر کتے کی یہ کیفیت ہر وقت رہتی ہے اسلئے ارشاد فرمایا اس بلعم کا حال اس کتے کی طرح ہو گیا کہ جو ہر وقت ہانپتا رہتا ہے تُو اس پر حملہ کر دے یا اس کو مارے تب بھی وہ وہ ہانپے اور تو اس کو چھوڑ دے تب بھی وہ ہانپے:

,,فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ
يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ،،

بہرحال اس بددعا کرنے کے نتیجے میں اس کی زبان سینے پر لٹک گئی اور کتے کی طرح ہانپنے لگا اب اس نے اپنی قوم کو مخاطب کیا اور کہنے لگا میری تو اب دنیا وآخرت دونوں تباہ ہوگئیں اب دعا میری چلتی نہیں مگر تمہیں ایک تدبیر بتاتا ہوں ایک چال بتاتا ہوں جس کے ذریعے تم موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر غالب آسکتے ہو چال یہ ہے کہ تم اپنی خوب صورت اور حسین نزیدن کو خوب بناؤ سنگھار کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کے لشکر میں بھیج دو ممکن ہے وہ حرام کاری میں مبتلا ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرام کاری انتہائی مبغوض چیز ہے جو قوم حرام کاری میں مبتلا ہو جائے اس پر اللہ کا عذاب اور قہر نازل ہوتا ہے وہ فاتح اور کامیاب نہیں ہو سکتی بلعم کی یہ شیطانی چال ان کی سمجھ میں آگئی دیکھیں غور کریں کہاں وہ بزرگ اور عالم اور عابد اب کیسا شیطان کا چیلا بنا کہ لوگوں کو بدکاری میں مبتلا کرنے کی تدبیریں بتانے لگا بہرحال یہ شیطانی چال ان کی سمجھ میں آگئی اس پر عمل کیا گیا اور حسین وجمیل لڑکیوں کو بنا سنوار کر موسیٰ علیہ السلام کی لشکر میں بھیج دیا گیا خدا کی شان بنی اسرائیل کا ایک بڑا آدمی لڑکیوں کے جال میں پھنس گیا موسیٰ علیہ السلام نے بہت سمجھایا مگر وہ باز نہ آیا اور حرام کاری میں مبتلا ہو گیا بس ایک آدمی کے گناہ کا وبال یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے طاعون کا عذاب بھیج دیا جس

میں ستر ہزار آدمی بنی اسرائیل کے صرف ایک دن میں مرگئے آخر کار جو جوڑا حرام کاری میں مبتلا ہوا تھا بنی اسرائیل نے اس کو قتل کر کے منظر عام پر لٹکا دیا تا کہ لوگ دیکھ کر عبرت پکڑیں اور خوب گڑگڑا کر اللہ تعالی سے معافی مانگی تب جا کر یہ طاعون والا عذاب ٹلا۔

میرے دوستو اور بزرگو اس واقعے میں ہمارے لئے عبرت کے بہت سارے سامان ہیں، پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ کسی انسان کو اپنی نیکی اور عبادت پر علم و فضل پر ناز نہیں کرنا چاہئے یہ سب اللہ تعالی کی توفیق سے ہوتی ہے خاتمے کا پتہ کسی کو نہیں اسلئے اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا رہے کہ انہوں نے ہی نیکی کی توفیق بخشی اور استقامت کی دعا بھی اللہ تعالی سے کرتا رہے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دنیا کی محبت اور بیوی بچوں کی محبت حد سے زیادہ ہو تو یہ بھی انسان کو گمراہی تک پہنچا دیتی ہے بلعم بن باعورا نے بیوی کے مجبور کرنے پر ہی تو رشوت قبول کی تھی اور آخر کار گمراہ ہو گیا۔

آج بھی بعض دوست کہتے ہیں کیا کریں کہ بیوی بچے نہیں مانتے دوسروں کے گھر جا کر ٹی وی دیکھتے ہیں اسلئے مجبوراً اپنے گھر میں ٹی وی لانا پڑتا ہے کئی ایسے بھی ہیں کہ بیوی بچوں کی خواہشات پوری کرنے کیلئے رشوت لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں جب حلال کی تنخواہ میں ان کی خواہشات پوری نہیں کر سکتے تو حرام کے ذریعے ان کی خواہشات پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں آخری اور اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ بے حیائی اور فحاشی اور بدکاری

اللہ تعالیٰ کو بڑی ناپسند ہے جو قوم اس میں مبتلا ہو جاتی ہے وہ تباہی اور بربادی کی مستحق ہو جاتی ہے صرف ایک آدمی کے گناہ کا وبال بنی اسرائیل پر ایسا آیا کہ ستر ہزار آدمی ایک دن میں مر گئے۔

میرے دوستو بار بار سوچیں اور بار بار غور کریں آج ہمارے ملک میں اور ہماری قوم میں بے حیائی کا سیلاب آیا ہوا ہے روزانہ کے اخبارات اٹھا کر پڑھیں تو اندازہ ہو جائے گا کہ صرف ایک دن میں کتنی آبرو ریزیاں ہوتی ہیں ایک ایک دن میں کتنے بے حیائی اور فحاشی کے کام ہو رہے ہیں ریڈیو اور ٹی وی سرکاری سرپرستی میں بے حیائی اور فحاشی پھیلا رہے ہیں اخبارات اور رسائل صحافت کے نام پر عریانیت کو ہوا دے رہے ہیں مگر کوئی ٹس سے مس نہیں ہوتا حکمران اپنی عیاشیوں میں مصروف ہیں اور ہم اپنی موج میں مست ہیں ہمیں کسی کی پرواہ نہیں ہوتی، پھر ہم اس کا رونا روتے ہیں کہ پاکستان ہر طرح کی بدحالی کا شکار ہے، مہنگائی کا سیلاب ہے جو رکنے کا نام نہیں لیتا، بارشیں اپنے وقت پر نہیں ہوتیں خشک سالی اور قحط سالی کا دور دورہ ہے، میرے دوستو جب تباہی کے اسباب ہم خود جمع کر رہے ہیں، تو تباہی نہیں آئے گی تو اور کیا آئے گا، اقبال اقبال کا نام لیتے نہیں تھکتے اس کی ولادت کے دن منائے جا رہے ہیں، اس کی وفات کے دن منائے جا رہے ہیں اسی اقبال نے تو کہا تھا۔

آ ئیں تجھ کو بتاؤں کہ تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر

قوموں کی ترقی جہاد میں نیزوں اور تلواروں کی جھنکار میں ہوتی ہے، اور جب تلوار اور نیزوں کی جگہ گانے بجانے کے آلات لے لیتے ہیں تو پھر وہ قوم زوال کا شکار ہو کر رہتی ہے۔

بہر حال میرے دوستو بات یہ چل رہی تھی کہ خاتمے کا پتہ کسی کو نہیں اسی سلسلے میں یہ بلعم بن باعور کا واقعہ سنایا گیا کہ کیسا عالم فاضل تھا اور عابد تھا مستجاب الدعوات تھا مگر جب دن پھرنے لگے برا وقت آیا تو کیسی پستی اور ذلت میں گر گیا ہمیشہ کی تباہی اور بربادی اس کا مقدر بن گئی، اس لئے کوئی اس گھمنڈ میں نہ رہے کہ میں مؤمن ہوں اور مسلمان ہوں جس کی وجہ سے ایک نہ ایک دن نجات ہو کر رہے گی، بلکہ ہر آدمی کو اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے استقامت کی دعا مانگنی چاہئے۔ عبرت کے لئے یہ واقعات سنائے گئے ہیں اب اس سلسلے کا آخری واقعہ رہ گیا ہے وہ بھی بڑی عبرت والا ہے، وہ ان شاء اللہ آئندہ جمعے سنا کر بات آگے چلائیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

پانچویں تقریر

پانچویں تقریر

غلط فہمی کا ازالہ، اعتبار خاتمے کا ہوگا

قسط (۳)

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد

فاعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم

بسم الله الرحمٰن الرحیم

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ
الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ
الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ
وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ،

صدق الله العظیم،، پ ۲۴

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!
اس غلط فہمی کا بیان ہو رہا ہے کہ آج اکثریت مسلمانوں کی اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور نماز روزہ کر رہے ہیں کلمہ پڑھتے ہیں ہماری نجات یقینی ہے ایک نہ ایک دن ہماری نجات ضرور ہو جائے گی چاہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہو اور چاہے تھوڑا سا رگڑا لگا کر ہو بہرحال نجات ضرور ہو جائے گی اور ہمیں جنت کا داخلہ ضرور مل کر رہے گا اس غلط فہمی کی وجہ سے آج اکثریت مسلمانوں کی گناہوں کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوتی اور یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ جب نجات ہو جائے گی پھر گناہوں کو چھوڑ کر اس چند روزہ زندگی کو مکدر کرنے کی کیا ضرورت ہے یہاں بھی مزے کر لو اور وہاں بھی مزے مل کر رہیں گے میرے دوستو اس غلط فہمی کے ازالے کیلئے میں نے عرض کیا تھا کہ دو باتیں سمجھ لو ابھی تک پہلی بات چل رہی ہے کہ ایمان تو بیشک ہمارے پاس موجود ہے ہم کلمہ پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر رسالت پر قیامت پر یقین رکھتے ہیں لیکن میرے دوستو اس بات کی کوئی گارنٹی نہیں دی جا سکتی کہ یہ ایمان کل بھی ہمارے پاس رہے گا اور موت تک بھی ہمارے پاس رہے گا اور ہمارا خاتمہ ایمان پر ہو گا اور ہم اس ایمان کو بچا کر آخرت تک لے جانے میں کامیاب ہو جائیں گے اس بات کی قطعاً کوئی گارنٹی نہیں دی جا سکتی اعتبار خاتمے کا ہے اگر خاتمہ ایمان پر ہوا تو کامیابی یقینی ہے اور اگر خاتمہ خدانخواستہ خراب

ہوگیا تو پھر ہمیشہ کی بربادی مقدر بنے گی اس لئے ایمان پر خاتمہ کیلئے بڑے بڑے لوگ ڈرتے رہے اور کپکپاتے رہے اور بڑوں بڑوں کے قدم آخر وقت میں ڈگمگا گئے، اسلئے ہر حال میں اللہ تعالی سے ڈرنا چاہیے اور استقامت کی دعا مانگنی چاہیے اس سلسلے میں عبرت کیلئے اور آپکے دلوں میں فکر پیدا کرنے کیلئے واقعات کا بیان چل رہا تھا بہت سارے واقعات بیان ہو چکے ہیں گذشتہ جمع بلعم بن باعوراء کا واقعہ بھی اسی سلسلے میں بیان کیا تھا آج اس سلسلے کا آخری واقعہ سن لیں پھر انشاء اللہ بات آگے چلائیں گے یہ واقعہ بڑا ہی عبرت کا واقعہ ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ نے اپنی **آپ بیتی** میں بھی اور دیگر کتب میں بھی یہ واقعہ مفصلاً لکھا ہے مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اس واقعہ پر مستقل ایک رسالہ لکھا ہے واقعہ عجیب بھی ہے اور بڑا عبرت ناک بھی ہے خلاصہ اس واقعہ کا یہ ہے کہ ایک بزرگ تھے شیخ ابو عبداللہ اندلسیؒ جو کہ اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے ہزاروں خانقاہیں اور ہزاروں مدارس ان کی برکت سے آباد تھے ہزاروں ان کے شاگرد تھے مریدین کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچی ہوئی تھی حضرت جنید بغدادی اور حضرت شبلیؒ بھی ان کے مرید تھے تو ابو عبداللہ اندلسی جنید بغدادی کے بھی شیخ تھے دوسری صدی ہجری ختم ہونے والی تھی یعنی ابھی خیر القرون کا زمانہ موجود تھا اس زمانے میں یہ واقعہ ان کے ساتھ پیش آیا کہ ایک مرتبہ شیخ ابو عبداللہ اندلسی سفر کے ارادے سے اپنے گھر سے نکلے

ہزاروں مریدین ساتھ تھے جنید بغدادیؒ اور حضرت شبلیؒ بھی ساتھ تھے حضرت شبلی
"فرماتے ہیں کہ شیخ کے ساتھ ہمارا قافلہ خیر وعافیت کے ساتھ چل رہا تھا کہ راستے
میں عیسائیوں کی ایک بستی پر ہمارا گذر ہوا نماز کا وقت تنگ ہو رہا تھا بستی
میں پانی نہ ملا پانی کی تلاش میں ہم بستی سے باہر نکل گئے تو بستی سے
باہر پانی کا ایک کنواں تھا جس پر چند لڑکیاں پانی بھر رہی تھی حضرت شیخ
ابوعبداللہ اندلسی کی نگاہ ان لڑکیوں میں سے کسی لڑکی پر پڑی اس سے بات
چیت کرنے لگے اور شیخ کی حالت بدلنے لگی وہیں زمین پر سر جھکا کر بیٹھ گئے تین
دن کامل گذر گئے شیخ زمین پر سر جھکا کر بیٹھے ہوئے ہیں نہ کھاتے ہیں نہ پیتے
ہیں نہ کسی سے بات کرتے ہیں، ہم قافلے والے سارے پریشان کچھ سمجھ میں نہ
آئے کہ کیا کیا جائے، حضرت شبلی فرماتے ہیں آخر کار تیسرے دن میں نے
جرأت کر کے پوچھا اور عرض کیا کہ حضرت آپ کی حالت سے آپ کے
سارے مریدین پریشان ہیں کچھ بولیں اور بتائیں کہ کیا واقعہ پیش آیا ہے تو شیخ
ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر بولے کہ تین دن قبل اس کنویں پر جس لڑکی کو میں
نے دیکھا تھا اور بات چیت کی تھی اس کی محبت میرے اوپر اتنی غالب آچکی ہے
کہ تمام اعضاء پر اس کا تسلط ہے، اب میں یہاں سے جانہیں سکتا۔

حضرت شبلی نے جب یہ سنا تو عرض کیا کہ حضرت آپ اہل عراق کے
پیر و مرشد ہیں آپ کی مریدین کے تعداد بارہ ہزار سے زائد ہے قرآن کریم
کے طفیل ہم سب کو رسوانہ فرمائیں شیخ ابوعبداللہ بولے میرے

عزیز و تقدیر خداوندی نافذ ہو چکی ہے مجھ سے ولایت کا لباس سلب کر لیا گیا ہے
ہدایت کی علامات اٹھالی گئی ہیں اب کام میرے بس میں نہیں رہا یہ کہہ
کر رونا شروع کر دیا حضرت شبلی فرماتے ہیں یہ باتیں سن کر ہم سب سخت حیران
اور پریشان ہوئے اور سب حسرت سے رونے لگے شیخ بھی ہمارے ساتھ
روتے رہے ہم اتنا روئے کہ زمین ہمارے آنسوؤں سے تر ہو گئی آخر
کار مجبور ہو کر شیخ کو اسی حال میں چھوڑ کر ہم سب اپنے وطن بغداد واپس لوٹ
کر آگئے یہاں اپنے وطن آ کر ہم نے یہ واقعات لوگوں کو سنائے تو شیخ کا واقعہ
سن کر لوگوں نے دھاڑیں مار کر رونا شروع کر دیا اور کئی آدمی شیخ کے مریدین
میں سے یہ واقعہ سن کر ایسے غم سے نڈھال ہوئے کہ ان کی روح قفس عنصری سے
پرواز کر گئی خانقاہیں ویران ہو گئیں مدارس بند ہو گئے سارا نظام برباد ہو گیا شیخ
کے مریدین اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے اور دعا کرتے اے مقلب القلوب
دلوں کے پھیرنے والے ہمارے شیخ کا دل پھیر دے اور شیخ کو دوبارہ ہدایت
عطاء فرما حضرت شبلی فرماتے ہیں اسی حال میں شیخ کی جدائی میں ہمیں ایک سال
کا زمانہ گذر گیا ایک سال کے بعد ہمیں خیال آیا کہ جا کر شیخ کا پتہ تو لیں کس
حال میں ہیں تو فرماتے ہیں کہ ہم چند ساتھی سفر کر کے اس بستی میں پہنچے
جہاں شیخ کو چھوڑا تھا وہاں کے لوگوں سے شیخ کا حال پوچھا تو گاؤں کے
لوگوں نے بتایا کہ وہ جنگل میں سور چرا رہا ہے ہم نے کہا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ یہ
کیا ماجرا ہوا اس کے ساتھ، تو گاؤں کے لوگوں نے بتایا کہ اس نے یہاں کے

سردار کی لڑکی سے منگنی کی تھی تو لڑکی کے باپ نے رشتہ اس شرط پر منظور کیا کہ وہ جنگل میں ہمارے سور چرایا کرے چنانچہ اب اس کی ڈیوٹی ہے اور وہ جنگل میں سور چرا رہا ہوگا یہ حالات سن کر ہمارے غم کی انتہا نہ رہی کلیجے پھٹنے لگے آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ آیا، بہرحال ہم دل کو تھام کر آخر اس جنگل میں پہنچ گئے جہاں وہ سور چرا رہے تھے ہم نے دیکھا شیخ کے سر پر نصاریٰ کی ٹوپی ہے اور کمر میں زنار بندھا ہوا ہے اور اس عصا پر ٹیک لگائے ہوئے خنزیروں کے سامنے کھڑے ہیں جس عصاء پر کبھی وعظ اور خطبہ کے دوران ٹیک لگایا کرتے تھے شیخ نے ہمیں اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر سر جھکا لیا ہم نے قریب جا کر السلام علیکم کہا شیخ نے آہستہ دبی ہوئی زبان سے وعلیکم السلام کہا، حضرت شبلی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اے شیخ اس قدر علم وفضل کے ہوتے ہوئے، احادیث اور تفسیر کا علم رکھتے ہوئے بھی آج آپ کا کیا حال بن چکا ہے ،شیخ نے جواب دیا میرے بھائیو میرے بس کی بات نہیں میرے مولیٰ نے جیسے چاہا ویسے کر دیا اتنا قریب کرنے کے بعد جب چاہا مجھے اپنے دروازے سے دور پھینک دیا اس کی طرف سے آنے والی قضاء کو کون ٹال سکتا ہے، میرے بھائیو خدائے بے نیاز کے قہر وغضب سے ڈرو، اپنے علم وفضل پر کبھی غرور نہ کرو اس کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا اے میرے مولیٰ میرا گمان تو تیرے بارے میں ایسا نہ تھا کہ تو مجھ کو ذلیل وخوار کر کے اپنے دروازے سے نکال دے گا یہ کہہ کر رونا اور چیخنا شروع کر دیا ہم نے بھی شیخ کے ساتھ رونا شروع کر دیا،

ہماری آواز کو سن کر خضر بھی سارے وہاں جمع ہو گئے انہوں نے بھی چیخنا چلا نا اور رونا شروع کر دیا۔

حضرت شبلی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ اے شیخ آپ قرآن کے حافظ تھے اور قرآن کو ساتوں قراتوں سے پڑھا کرتے تھے اب بھی آپ کو قرآن یاد ہے یا اس کی کوئی آیت یاد ہے، تو شیخ نے فرمایا، میرے پیارے مجھے دو آیتوں کے سوا کچھ یاد نہیں، اور ان دو آیتوں میں سے پہلی آیت تو یہ ہے:

,, وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ

اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ،،

جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرتا ہے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور دوسری آیت ہے:

,, وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ

فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيْلِ ،،

جس نے ایمان کے بدلے میں کفر اختیار کیا تحقیق وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہو گیا۔ حضرت شبلی نے عرض کیا کہ شیخ آپ کو تیس ہزار حدیثیں سند کے ساتھ یاد تھیں، کیا اب ان میں سے کوئی حدیث بھی یاد ہے تو شیخ نے فرمایا ہاں صرف ایک حدیث یاد ہے:

,, مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ ،،

جو شخص اپنے دین کو بدل ڈالے اس کو قتل کر ڈالو۔

حضرت شبلی فرماتے ہیں شیخ کا یہ حال دیکھ کر ہم مایوس ہو کر واپس بغداد کی طرف چل دیئے، تین دن ہم نے سفر کیا تیسرے روز چل رہے تھے کہ ہمارے راستے میں نہر آ گئی تو ہم نے دیکھا کہ شیخ اس نہر سے غسل کر کے نکل رہے ہیں اور باہر نکل کر آواز بلند شہادتین پڑھ رہے ہیں:

,, اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ،،

اللہ اکبر! شیخ کا کلمہ شہادت سن کر ہماری مسرت کی انتہاء نہ رہی ہماری مسرت کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس کو پہلے ہماری مصیبت کا اندازہ ہو، پھر ہم اپنے ساتھ شیخ کو ساتھ لے کر بغداد آ گئے راستے میں ہم نے شیخ سے پوچھا آپ کے اس امتحان کا سبب کیا ہوا، یکدم اتنی بڑی تبدیلی کیسے آ گئی تھی، تو شیخ نے جواب دیا کہ ہم سب جب سفر کرتے ہوئے اس عیسائیوں کی بستی میں پہنچے تھے تو بت خانوں اور گرجا گھروں پر ہمارا گذر ہوا آتش پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر میرے دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہو گئی کہ ہم مؤمن اور موحد ہیں ایک خدا کی عبادت کرنے والے ہیں اور یہ کافر کیسے کم بخت جاہل اور احمق ہیں جو بے جان اور بے شعور چیزوں کی پرستش میں لگے ہوئے ہیں، بس اس خیال کا آنا تھا کہ اسی وقت غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ ایمان اور توحید تمہارا ذاتی کمال نہیں سب کچھ ہماری توفیق سے ہے کیا تم اپنے ایمان کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہو جس کی وجہ سے ان کو حقیر سمجھ رہے ہو اگر تم چاہو تو ہم تمہیں ابھی بتلا دیں، اس آواز کے ساتھ اسی وقت مجھے یہ احساس ہوا

کہ گویا ایک پرندہ میرے دل سے نکل کر اڑ گیا ہے جو حقیقت میں ایمان تھا۔

میرے دوستو اور بزرگو، اس پورے واقعے سے مجھے یہی بات بیان کرنی مقصود تھی کہ ایمان ہمارے اختیار میں نہیں کسی بھی وقت خطرے سے دو چار ہو سکتا ہے، جب اتنے بڑے بڑے لوگوں کا یہ حال ہے تو ہمارا ایمان تو ویسے بھی گناہوں کی وجہ سے انتہائی کمزور ہو چکا ہے، وہ تو شیطان کا ایک دھکا بھی برداشت نہیں کر سکتا، لہذا اس گھمنڈ میں نہیں رہنا چاہئے کہ ہم مسلمان ہیں اور ہماری نجات یقینی ہے ایک نہ ایک دن نجات ضرور مل جائے گی، میرے دوستو اصل اعتبار خاتمے کا ہے اور اس کی گارنٹی کسی کے پاس نہیں کہ جو ایمان کی دولت آج ہمارے پاس موجود ہے وہ کل تک رہے گی اور آخرت تک ہم اس کو اپنے ساتھ بچا کر لے جائیں گے۔

اب میرے دوستو، غلط فہمی کے ازالے کے لئے دوسری بات عرض کرنی ہے، مگر اس کو بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے حسن خاتمہ اور سوء خاتمہ کے چند اسباب بھی بیان کر دیئے جائیں، چنانچہ پہلے حسن خاتمہ کے اسباب سن لیں۔

پہلا سبب

دعاءِ وسیلہ کا اہتمام کرنے والا انشاء اللہ حسن خاتمہ کی دولت سے سرفراز ہوگا، پہلے اذان کا جواب مسنون طریقے سے دیا جائے پھر ایک مرتبہ

درود شریف پڑھا جائے اور اس کے بعد دعاءِ وسیلہ پڑھی جائے،، اللھمّ ربّ هذه الدعوة التّامّة ......الخ

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وسیلہ ایک خاص مقام ہے جنت میں، جو اللہ تعالیٰ ایک انسان کو عطاء فرمائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ انسان میں ہی ہوں گا، لہذا تم میرے لئے اللہ تعالیٰ سے مقام وسیلہ طلب کیا کرو جو شخص اذان کے بعد دعاءِ وسیلہ پڑھے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،، حلت لہ شفاعتی،، میری شفاعت اس کے لئے حلال ہو گئی ثابت ہو گئی، میری شفاعت کا وہ مستحق ہو گیا، قیامت والے دن میں اس کی شفاعت کروں گا۔

اور اسی حدیث کی شرح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں دعاءِ وسیلہ پڑھنے والے کے لئے حسن خاتمہ کی بشارت ہے کہ ایسے شخص کا خاتمہ انشاء اللہ ایمان پر ہوگا، اسلئے کہ قیامت والے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت صرف ایمان والوں کے لئے ہوگی،

اس لئے میرے دوستو دعاءِ وسیلہ کا خوب اہتمام کیا کرو، یہاں تک کہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن کی تلاوت کر رہا ہو اور اذان شروع ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ تلاوت روک دے اور قرآن کریم کو بند کر کے بڑی توجہ کے ساتھ اذان کو سنے اور اس کا جواب دے، پھر آخر میں دعاءِ وسیلہ پڑھے،

اسی طرح کوئی اور وظیفہ پڑھ رہا ہو تو وظیفہ روک کر اذان کا جواب دے اور دعاءِ وسیلہ پڑھے، اس کے ساتھ ایک اور فائدہ یہ بھی ہوگا کہ دعاءِ وسیلہ پڑھ کر جو دعاء مانگے گا وہ دعاء ضرور قبول ہوگی تجربہ کرکے دیکھ لیں، کیوں کہ درود شریف اور دعاءِ وسیلہ یہ دونوں مقبول دعائیں ہیں یہ کبھی رد نہیں ہوتیں، تو ان دو مقبول دعاؤوں کے ساتھ جو آدمی اپنی تیسری دعاء بھی ملا دے گا اور اس کی یہ تینوں اکٹھی دعائیں اللہ تعالیٰ کے دربار میں جائیں گی تو اللہ تعالیٰ تمام کریموں سے زیادہ کرم کرنے والا ہے اس کے کرم سے یہ بات بڑی بعید ہے کہ دو دعائیں قبول کرلے اور ایک کو رد کردے۔

دوسرا سبب

مسواک والی سنت کو ادا کرنا یہ حسن خاتمہ کے اسباب میں سے ہے، ایک تو مسواک کرنے سے نماز کا ثواب ستر (۷۰) گنا بڑھ جاتا ہے، دوسرا علماء نے مسواک کے بہت سارے فوائد بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک فائدہ یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ مسواک کرنے والے کو موت کے وقت کلمہ شہادت نصیب ہو جاتا ہے۔

تیسرا سبب

نگاہوں کی حفاظت کرنا، حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

کہ نگاہ ابلیس کے زہر میں بجھے ہو تیروں میں سے ایک تیر ہے، جو میرے خوف سے اپنی نگاہ و غلط جگہ سے ہٹالے گا، میں اس عمل کے بدلے میں اس کو ایسا ایمان عطاء فرماؤں گا جس کی حلاوت اور مٹھاس اپنے دل میں محسوس کرے گا، اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جس کو حلاوت ایمان نصیب ہوجائے وہ پھر اس کے دل سے کبھی بھی ایمان کو نہیں نکلنے دیتی، تو اس عمل کرنے والے کو بھی حسن خاتمہ کی دولت انشاء اللہ نصیب ہوجائے گی۔

چوتھا سبب

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ سورۂ حشر کی آخری تین آیات,, ھو اللہ الذی لا الٰہ الاّ ھو ... الخ یہ تین آیات جو پڑھے گا شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے مغفرت کی دعاء کرتے رہیں گے اور شام کو جو پڑھے گا تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے مغفرت کی دعاء کرتے رہیں گے، اور اگر اس دوران اگر اس کی موت آ گئی تو شہادت والی موت کا ثواب اس کو ملے گا اگر چہ اپنے بستر پر کیوں نہ مرا ہو۔

علماء نے لکھا ہے کہ اس عمل پر بھی خاتمہ کی بشارت دی گئی ہے، اس لئے کہ شہادت تو ایمان والے کو نصیب ہوتی ہے، کافر یہ مرتبہ اور اعزاز کہاں حاصل کر سکتا ہے، ان کے تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تین مرتبہ یہ

خاص تعوذ پڑھے ,, اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم ،، اس کے بعد ایک بار سورۂ حشر کی آخری تین آیات پڑھے۔

باقی سوءخاتمہ کے اسباب انشاءاللہ آئندہ،

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین .

چھٹی تقریر

چھٹی تقریر

غلط فہمی کا ازالہ اور اعتبار خاتمے کا ہوگا (قسط ۴)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ
الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ
الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ
الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَشْتَہِیْٓ اَنْفُسُکُمْ
وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ

«صدق اللہ العظیم»، پ ۲۴

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

اس غلط فہمی کا ازالہ بیان ہو رہا ہے کہ ہم مسلمان ہیں تو بہ کے بغیر بھی اگر دنیا سے چلے گئے تو ایک نہ ایک دن ہماری نجات ضرور ہو جائے گی اس کے لئے عرض کیا تھا کہ دو باتیں سمجھ لیں پہلی بات یہ تھی کہ اعتبار خاتمے کا ہے اور اس کی گارنٹی کسی کے پاس بھی نہیں ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا یہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے اب بات شروع ہوئی تھی حسن خاتمہ کے اسباب کی اور سوء خاتمہ کے اسباب کی۔

حسن خاتمہ کے اسباب بیان ہو چکے ہیں اب میں آپ کے سامنے مختصراً سوء خاتمہ کے چند اسباب بیان کر کے پھر دوسری بات غلط فہمی کے ازالے کے سلسلے میں بیان کروں گا۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے بھی اور میرے لئے بھی عمل کی توفیق کی دعا مانگیں تو میرے دوستو پہلے سوء خاتمہ کے چند اسباب سن لیں۔

پہلا سبب

والدین کو ستانا اور ایذاء پہنچانا میرے دوستو والدین کی خدمت اور فرمانبرداری کا اجر و ثواب آخرت میں تو ضرور ملے گا ہی مگر اس کے ساتھ دنیا میں بھی اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ عطاء فرما دیتے ہیں جیسا سلوک اس نے اپنے والدین کے ساتھ کیا ہوگا اس کی اولاد اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرے گی اسی طرح والدین کو ستانے اور ایذاء پہنچانے اور نافرمانی کرنے کا نقصان

آخرت میں تو ہوگا ہی دنیا میں بھی اس کا بدلہ مل کر رہتا ہے والدین کو ستانے اور ایذاء پہنچانے کا سب سے خطرناک وبال یہ ہے کہ ایسے شخص کو موت کے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ وہ بیمار ہوئے یہاں تک کہ آخری وقت آ گیا موت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے تو ان کو کلمہ کی تلقین کی گئی مسئلہ یہی ہے کہ مرنے والے کے قریب کوئی اونچی آواز سے کلمہ پڑھ لے تاکہ سن کر وہ بھی کلمہ پڑھ دے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مصداق بن جائے:

,,مَنْ کَانَ آخِرُ کَلَامِهٖ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ,,

دنیا سے جاتے ہوئے جس کی آخری کلام لاالہ الااللہ ہوگی وہ جنت میں داخل ہوگا بہرحال تلقین کا طریقہ یہی ہے کہ اسکے سامنے بلند آواز سے کلمہ پڑھا جائے تاکہ وہ سن کر خود بخود پڑھنا شروع کر دے مگر یاد رکھیں مرنے والے کو کلمہ پڑھنے کیلئے یوں ہرگز نہیں بولنا چاہئے مخاطب کر کے کہ کلمہ پڑھیں اسلئے کہ موت کی سختی اور شدت کی وجہ سے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ انکار کر بیٹھے اسلئے اسکو حکم کرنا مناسب نہیں بلکہ خود اسکے سامنے اونچی آواز سے بلند آواز سے کلمہ پڑھا جائے تاکہ اس کی زبان سے بھی کلمہ جاری ہو جائے ایک مرتبہ جب وہ کلمہ پڑھ لے تو بار بار اس کو تنگ نہ کیا جائے البتہ

اگر کلمہ پڑھ لینے کے بعد پھر اس نے کوئی دنیا کی بات کر لی ہو تو دوبارہ تلقین کر دی جائے تاکہ آخری کلام اس کا دنیا سے جاتے ہوئے کلمہ ہی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس کا آخری کلام لاالہ الااللہ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

بہرحال حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب ہے ان کو کلمہ کی تلقین کی گئی مگر ان کی زبان پر کلمہ کے الفاظ جاری نہیں ہوئے کوشش کے باوجود جب کلمہ زبان پر نہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی اور حالت بتائی گئی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے آئے اور علقمہ رضی اللہ عنہ کے قریب تشریف فرما ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کلمہ کی تلقین فرمائی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین کے باوجود حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے کلمہ ادا نہ ہوسکا یہ حالت دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے چین ہو گئے فرمایا ان کی والدہ کو بلاؤ ان کی والدہ حاضر ہو گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی والدہ سے پوچھا علقمہ رضی اللہ عنہ کیسے تھے تو ان کی والدہ نے بتایا باقی سارے اعمال تو بہت اچھے تھے مگر میرے ساتھ اس کا سلوک اور برتاؤ اچھا نہیں تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اب اس کو معاف کر دو آپ کا حکم تو تھا نہیں صرف ایک مشورہ تھا مشورہ بہرحال مشورہ ہی ہوتا ہے اس کے ماننے اور نہ ماننے کا اختیار ہوتا ہے تو آپ کے فرمانے پر بھی حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے معاف کرنے سے انکار کر دیا میں

معاف نہیں کرتی اس نے میرا بڑا دل دکھایا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ماں کا دل نرم کرنے کے لئے ایک نفسیاتی تدبیر اختیار فرمائی ارشاد فرمایا لکڑیاں جمع کرو جب جمع ہوگئیں فرمایا آگ لگاؤ جب آگ جل گئی تو حضرت علقمہ کی والدہ نے پوچھا اللہ کے پیغمبر یہ آگ کیوں جلائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ماں کے نافرمان بیٹے کا یہی حال ہوتا ہے کہ اس کو آگ میں جلایا جائے ہم تیرے بیٹے علقمہ کو آگ میں جلائیں گے وہ سن کر پریشان ہوگئی ماں کی مامتا بیدار ہوگئی کہنے لگی اللہ کے پیغمبر آپ ایسا نہ کریں میں نے علقمہ رضی اللہ عنہ کو معاف کر دیا ہے بس ادھر اس کا معاف کرنا تھا ادھر حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کی زبان پر کلمہ جاری ہوگیا ,, فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ ،، واقعات میں عبرت ہوتی ہے عقلمندوں کو عبرت اور نصیحت حاصل کرنی چاہیے تو میرے دوستو والدین کو ستانا ایذاء پہنچانا سوء خاتمہ کا سبب بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ فرمائے۔

سوء خاتمہ کا دوسرا سبب

تکبر اور بڑائی والے گناہ کا اختیار کرنا ہے میرے دوستو بندے کا اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اللہ تعالیٰ کو بڑا ناپسند ہے قرآن کریم میں مختلف ارشادات تکبر کی مذمت میں وارد ہوئے ہیں سورۃ اعراف میں فرمایا:

،، سَاَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ

فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ،،

میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھونگا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں جس کا انکو کوئی حق نہیں ہے حضرت تھانویؒ نے اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اسی کا حق ہے جو واقعہ میں بھی بڑا ہے اور وہ اکیلی خدا کی ذات ہے بندہ بے چارہ اسی قابل کہاں کہ بڑا بن سکے پیدا ہوا ناپاک قطرے سے مرنے کے بعد گل سڑ کر کیڑے کوڑوں کی خوراک بن جائے گا اور ان دونوں حالتوں کے درمیان یعنی پیدائش اور موت کے درمیان والی حالت میں ہر وقت اپنے پیٹ میں گندگی اٹھا کر پھر رہا ہوتا ہے جس کی ابتداء اور انتہاء اور درمیان ایسا ہو وہ بڑا بننے کے قابل کہاں ہو سکتا ہے۔

ایک دوسرے مقام میں ارشاد فرمایا:

،، کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ ،،

اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور جابر کے پورے دل پر مہر لگا دیتے ہیں کسی بھی طرف سے ہدایت کی بات اندر داخل نہیں ہو سکتی قرآن کریم میں اس قسم کے ارشادات بہت زیادہ ہیں اسی طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی تکبر کی مذمت میں بے شمار وارد ہوئے ہیں ایک حدیث قدسی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا یہ قول اور ارشاد نقل فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری

ازار ہے جو کوئی شخص ان دونوں چیزوں میں مجھ سے جھگڑا کرے گا میں اس کو جہنم میں ڈالدوں گا اور ذرا پرواہ نہیں کروں گا۔

بہر حال میرے دوستو تکبر بہت بڑا گناہ ہے علماء نے لکھا ہے کہ یہ گناہ برے خاتمے کا سبب بن جاتا ہے گذشتہ جمعے شیخ ابو عبداللہ اندلسیؒ کا واقعہ سن چکے ہیں کہ تکبر کی وجہ سے ایمان سلب ہو گیا اور آخر کار خنزیر چرانے پڑے تو تکبر سوء خاتمہ کا سبب بن جاتا ہے اسلئے اس گناہ سے بچنے کا خوب اہتمام کریں اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس برائی سے محفوظ فرمائے۔

سوء خاتمہ کا تیسرا سبب

سوء خاتمہ کا تیسرا اور آخری سبب ہے، اللہ والوں کی شان میں گستاخی کرنا اور بے ادبی کرنا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو ستانا ایذاء پہنچانا چاہے وہ علماء کرام ہوں چاہے محدثین عظام ہوں چاہے فقہاء امت ہوں چاہے صوفیاء کرام ہوں یہ سارے اولیاء اللہ تھے سارے اللہ والے تھے ان میں سے کسی بھی ایک کی بے ادبی کرنا اور گستاخی کرنا انکو برا بھلا کہنا بڑا سخت گناہ ہے اور ایسا گناہ ہے جس سے آدمی کے ایمان خراب ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے اور خاتمے کے خراب ہونے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے اؤلیا اللہ کی دشمنی اور عداوت رنگ لائے بغیر نہیں رہتی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص میرے کسی ولی کی اہانت کرتا ہے وہ مجھ سے لڑنے کیلئے مقابلے میں آیا ہے میں اپنے اولیاء کی حمایت میں ایسا ناراض ہوتا ہوں جیسے غضب ناک شیر۔

ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

،،مَنْ عَادٰیٰ لِیْ وَلِیّاً فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ ،،

جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے میں اس کو اعلان جنگ دیتا ہوں وہ مقابلے کیلئے تیار ہو جائے میرے دوستو کتنے خطرے کی بات ہے اللہ تعالیٰ سے جس کی لڑائی ہو اس کا بھلا کہاں ٹھکانہ ہوگا علماء نے لکھا ہے تمام گناہوں میں فقط دو گناہ ایسے ہیں جنکے کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اعلان جنگ دیا ہے اور اپنے ساتھ لڑائی کرنے والا، ارشاد فرمایا ان گناہوں میں سے ایک گناہ اولیا اللہ کی دشمنی اور عداوت ہے دوسرا گناہ سود کھانا ہے قرآن میں اللہ تعالیٰ سود کھانے والوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

،،فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ،،

اگر تم باز نہیں آئے تو پھر اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ میرے دوستو اولیاء اللہ کی دشمنی اللہ تعالیٰ سے لڑائی اور اعلان جنگ ہے ملا علی قاریؒ نے مشکوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے ایسے لوگوں کے سوء خاتمہ

کا سخت اندیشہ ہے اور خطرہ ہے اور صاحب مظاہر حق نے بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بندہ کا لڑائی کرنا دلالت کرتا ہے اسکے خاتمہ کے خراب ہونے پر۔

بہر حال خلاصہ یہ ہوا کہ سوء خاتمہ کا آخری سبب اولیاء اللہ کی گستاخی اور بے ادبی ہے میرے دوستو خوب اچھی طرح سن لو اور سمجھ لو ہمارا زمانہ فتنوں کا زمانہ ہے ہر روز نئے نئے فتنے پیدا ہو رہے ہیں ہمارے زمانے میں کچھ لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کچھ تو ان کو العیاذ باللہ کافر اور منافق کہتے ہیں اور کچھ ان کی غلطیاں اور عیب نکال کر ان کو برا بھلا کہتے ہیں غلط سلط تاریخی روایات پر بھروسہ کرتے ہوئے صحابہ کرام کے خلاف کتابیں لکھ کر ان کو شائع کیا جاتا ہے یہ سب صحابہ کرام کی دشمنی کی علامت ہے اور خوب سمجھ لیں صحابہ کرام سے بڑھ کر اللہ کا ولی کون ہو سکتا ہے جس صحابی کو صرف ایک دفعہ ایک منٹ ایمان کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہو گیا قیامت تک آنے والے سارے اولیاء غوث قطب ابدال جمع ہو کر اس کی عظمت اور شان کا مقابلہ نہیں کر سکتے اسی طرح ہمارے زمانے میں کچھ لوگ فقہاء کرام ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ امام شافعی امام محمد بن حنبل امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ ان ائمہ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

یاد رکھیں! یہ سارے امام بزرگان دین تھے اولیاء اللہ تھے انکا بغض اور عداوت بھی رنگ لائے بغیر نہیں رہتا اسی طرح ہمارے زمانے میں کچھ لوگ علماء کے خلاف برسر پیکار ہیں علماء پر جھوٹے الزام لگانا ان کو طعنے دینا ان

پر ملاؤں کی پھبتی کستا ایسے لوگوں کا وطیرہ بن چکا ہے یاد رکھو یہ بڑے خطرے کی بات ہے یہ دین سارے کا سارا ہم تک صحابہ کرام کے واسطے سے اولیاء کرام کے واسطے سے علماء کرام کے واسطے سے پہنچا ہے اگر یہ سارے واسطے گڑبڑ تھے یا گڑبڑ ہیں تو دین پر اعتماد کہاں رہے گا اسی لئے تجربہ شاہد ہے کہ صحابہ کرام کے دشمنوں کو ائمہ کرام کے دشمنوں کو علماء کرام اور اولیاء اللہ کے دشمنوں کو بہت کم ہدایت نصیب ہوتی ہے ایک تو ان کے نزدیک ان واسطوں کے گڑبڑ ہونے کی وجہ سے دین سارا مشکوک ہو جاتا ہے دوسرا ان کا اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس سب سے قیمتی چیز ہدایت ہے اپنے ساتھ اعلان جنگ کرنے والے دشمنوں کو اپنی سب سے قیمتی چیز کہاں دی جاتی ہے اسلئے میرے دوستو ایسے لوگوں کو ہدایت کم نصیب ہوتی ہے اور جو ہوتی ہے اس کے بھی خاتمہ کے وقت چھن جانے کا خطرہ ہوتا ہے تو اولیاء اللہ کی دشمنی اور گستاخی سوء خاتمے کا سبب بن جاتی ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ فرمائے آمین ثم آمین۔

میرے دوستو اب تک غلط فہمی کے ازالے کیلئے پہلی بات بیان ہوتی رہی بات اگرچہ طویل ہوگئی مگر فائدے سے خالی نہیں ہے اور پھر یہ کوئی کلاس تو ہے نہیں کہ جلد ایک نصاب ختم کرنا ہے پھر اس کا امتحان ہوگا بلکہ یہ تو وعظ کی مجلس ہے جب تک یہ مضمون چلا چلتا رہے گا میں بھی ادھر ہوں اور آپ بھی ماشاء اللہ مستقل مزاج ہیں بھاگنے کا ارادہ کسی کا بھی نظر نہیں آتا بہرحال غلط فہمی

کے ازالے کیلئے اب تک پہلی بات بیان ہوتی رہی اب دوسری بات سنیں۔
مسلمانوں کی اکثریت اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ ایمان کی دولت سے ہماری نجات ہو جائے گی یا تو فضل سے ہو گی یا تھوڑا سا رگڑا لگے گا تھوڑی سی سزا ملے گی پھر اس کے بعد نجات ہو جائے گی اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جنت کا داخلہ نصیب ہو جائے گا میرے دوستو پہلی بات تو یہ بیان ہوتی رہی کہ نجات تب ملے گی جب دنیا سے ایمان بچا کر آخرت تک لے گئے اور اس کا دارومدار خاتمے پر ہے کہ خاتمہ ایمان پر ہو مگر آپ سن چکے ہیں کہ اس کی گارنٹی کسی کے پاس نہیں ہے دوسری بات سمجھیں کہ اگر ایمان بچا کر لے بھی گئے اور کبیرہ گناہوں سے توبہ کیئے بغیر چلے گئے تو فضل والا معاملہ بھی ہو گا مگر وہ کوئی قانون نہیں بلکہ اس کو مراحم خسروانہ کہا جاتا ہے جیسے بادشاہ کسی قاتل کی سزا معاف کر دے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ ہر قاتل کو معاف کر دیا جائے گا اور نہ ہی اس معافی والی خبر کو سن کر کوئی آدمی قتل کی جرأت کرتا ہے تو وہاں قیامت والے دن فضل والا معاملہ بعض ایمان والوں کے ساتھ ہو گا مگر یہ کوئی قانون اور ضابطہ نہیں ہو گا بلکہ قانون اور ضابطے کی کاروائی یہ ہو گی کہ ان کو سزا دینے کیلئے اور گناہوں کا میل کچیل صاف کرنے کیلئے جہنم میں ڈالا جائے گا جب سارا میل کچیل صاف ہو جائیگا تو جہنم سے نکال کر پھر انکو جنت کا داخلہ دیدیا جائے گا لیکن میرے دوستو یہ جو سزا دی جائے گی اللہ کی پناہ یہ بڑی ہولناک ہو گی اس کا تصور بھی اس دنیا میں نہیں کیا جا سکتا جس سزا کو ہم سمجھ رہے

ہیں کہ تھوڑی سی سزا ملے گی پھر جنت میں چلے جائیں گے۔
کبھی سوچا بھی ہے کہ وہ کتنی تھوڑی ہوگی اور کیسی شدید ہوگی میرے دوستو اس دنیا میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اب سنیں وہ کتنی شدید ہوگی حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت والے دن ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جس نے دنیا میں کبھی بھی خوشی نہ دیکھی ہوگی ہر روز نئی نئی پریشانیاں اس کا مقدر بنی ہوں گی پیدا ہونے سے لیکر موت تک غم ہی غم اس نے دیکھے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے، ذرا اس کو جنت کا ایک چکر لگوا کر لے آ ؤ جنت کی ہوا لگوا کر لے آ ؤ، ایک چکر کے بعد اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے میرے بندے بتا تو نے کبھی پریشانی بھی دیکھی تھی کبھی تیرے اوپر کوئی مصیبت بھی آئی تھی، تو میرے دوستو وہ عرض کرے گا میرے مولیٰ میں نے کبھی کوئی پریشانی کوئی غم نہیں دیکھا مجھے کوئی تکلیف اور غم یاد نہیں ہے ، جنت کے صرف ایک چکر نے دنیا کے سارے غم بھلا دیئے ساری پریشانیاں ختم کر ڈالیں تو جس جنت کے صرف ایک چکر کا یہ حال ہے، اندازہ کر لیں وہاں مستقل رہنے والوں کے کتنے مزے ہوں گے، پھر اس کے بعد ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جس نے دنیا میں بڑے مزے کئے ہوں گے، ساری زندگی جس کی اس طرح عیاشیوں میں گزری ہوگی کہ کبھی کوئی پریشانی کوئی غم نہ دیکھا ہوگا، کوئی مصیبت اور تکلیف نہ آئی ہوگی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اس کو ذرا جہنم کا چکر لگوا کر لے آ ؤ جہنم کی ہوا لگوا کر لے آ ؤ اس کو لاکر جب اللہ

تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے، میرے بندے دنیا کی زندگی میں کبھی کوئی خوشی بھی نصیب ہوئی یا نہیں تو وہ عرض کرے گا میرے مولیٰ میں تو جب سے پیدا ہوا پریشانیاں ہی میرا مقدر تھیں غم ہی غم دیکھے غموں کے پہاڑ ٹوٹتے رہے مجھے کوئی خوشی یاد نہیں۔

میرے دوستو اندازہ کرو جہنم کے ایک جھونکے اور ایک بیرونی چکر کا یہ حال ہے کہ دنیا کے سارے مزے ساری خوشیاں بھلا دیگا تو اللہ کی پناہ جن کو اندر داخل کر دیا جائے گا ان کا کیا حشر ہوگا اسی کو ہم سمجھ رہے جی بس تھوڑی سی سزا ملے گی اور معافی ہو جائے گی۔

میرے دوستو ہمیں اصل میں اندازہ نہیں کہ وہ تھوڑی سی کیسی اور کتنی ہوگی اور سنیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جہنم میں سب سے ہلکے درجے کا عذاب، سب سے کم درجے کا عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو فقط جہنم کے جوتے پہنائے جائیں گے اور ان جوتوں کی وجہ سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا اور جوش مارے گا جیسے ہنڈیا کو چولہے پر چڑھا دیا جائے اور نیچے آگ لگا دی جائے تو وہ جوش مارتی ہے اور کھولتی ہے صرف جوتے پہنے ہوں گے باقی سارا بدن آگ سے محفوظ ہوگا وہ یہ سمجھے گا کہ مجھے سب سے زیادہ عذاب ہو رہا ہے حالانکہ اس کو سب سے کم درجے کا عذاب ہو رہا ہوگا میرے دوستو اندازہ کریں جب جہنم کے فقط جوتوں کا یہ حال ہے تو ان کا کیا حشر ہوگا جو سر سے لے کر پاؤں تک جہنم کی آگ میں ڈوبے ہوئے

ہوں گے۔

اور سنیں حدیث میں آتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے آس پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک کھڑاک کی آواز سنائی دی جیسے کوئی بہت بلندی سے چیز گرکر زمین پر آپڑی ہو اس کا کھڑاک اور دھماکہ سنائی دیا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا جانتے ہو یہ کس چیز کے گرنے کی آواز تھی صحابہ کرام نے اپنی عادت کے مطابق عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم اللہ اور اس کے پیغمبر بہتر جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آج سے ستر سال قبل جہنم کے اوپر سے ایک پتھر نیچے پھینکا گیا تھا وہ ستر سال گرتے گرتے آج جہنم کی تہ میں پہنچا ہے یہ اس کے گرنے کی آواز تھی چونکے وحی کے اترنے کا زمانہ تھا صحابہ کے ایمان اور یقین کو بڑھانے کیلئے کبھی کبھی عالم غیب کی چیزیں ظاہر کردی جاتی تھیں میرے دوستو اندازہ کریں کسی کو جلانے کی سزا نہ بھی دی جائے فقط اوپر سے جہنم کی تہ میں پھینک ہی دیا جائے ستر سال تک گرتے گرتے اس کا کیا حشر ہو جائے گا تیسری منزل سے گرنے والے کی ہڈی پسلی چورا چورا ہو جاتی ہے بھیجا باہر نکل آتا ہے اور جو ستر سال کی بلندی سے گرے گا اس کا کیا حال ہوگا اسکا یہاں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اور سنیں اگر جہنم سے سوئی کے ناک کے برابر ایک سوراخ کھول دیا جائے تو تمام زمین والے سب کے سب اس کی گرمی سے مر جائیں اگر جہنیوں کی زنجیر کی ایک کڑی

دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دی جائے تو وہ کانپنے لگیں اور انہیں قرار نہ ہو یہاں تک کہ زمین میں دھنس جائیں دوزخیوں کے کپڑوں کا ایک پرزہ بھی اتنا بدبودار ہوگا کہ اگر ساری مخلوق مرجائے تو اس کی بدبو اتنی نہیں ہوگی جتنی دوزخیوں کے کپڑے کے ایک پرزے کی ہوگی۔

میرے دوستو دنیا کی آگ کو ستر مرتبہ آب رحمت سے دھویا گیا تب جا کر یہ استعمال کے قابل ہوئی تو جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ گرم ہوگی اب اس کی گرمی کا اندازہ کریں میرے دوستو اندازہ کریں کہ وہاں کی سزا کتنی شدید ہوگی اور کیسی سخت ہوگی اور پھر ہم جس کو تھوڑی سمجھ رہے ہیں وہ کتنی لمبی ہوگی یہ بھی سن لیں ایک حدیث میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے ایک نماز چھوڑ دی یہاں تک کہ اسکا وقت نکل گیا پھر بعد میں قضا بھی کرلی تو اس کو جہنم میں ایک حقب عذاب دیا جائے گا اور حقب اسی برس کی مدت ہوتی ہے اور ہر برس تین سو ساٹھ دنوں کا اور قیامت کا ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا اس حساب سے ایک حقب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس ہوتی ہے یہ بھی اس صورت میں جب بعد میں قضا بھی کرے اور جو سرے سے پڑھے ہی نہیں اس کا کیا حال ہوگا پھر جب ایک نماز چھوڑنے کی سزا یہ ہوگی تو جن کی زیادہ نمازیں چھوٹی ہوں گی یا ساری زندگی پڑھی ہی نہیں ہوں گی، ساری زندگی کی نماز ان کے ذمے باقی ہوگی ان کو کتنا عرصہ رھنا پڑے گا اسی سے اندازہ کرلیں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی

اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اس بھروسہ پر نہیں رہنا چاہئے کہ ایمان کی بدولت آخرکار جہنم سے نکل آئیں گے اتنی لمبی مدت کے بعد جا کر خلاصی ہوگی۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام لملم ہے اس میں سانپ ہیں جو اونٹ کی گردن کے برابر موٹے ہیں اوران کی لمبائی ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہوگی اس وادی میں نماز چھوڑنے والوں کو عذاب دیا جائے گا میرے دوستو اسی حساب سے زکوۃ اور روزہ اور باقی فرائض چھوڑ دینے کا عذاب ہوگا اسی حساب سے حقوق العباد ضائع کرنے کا عذاب ہوگا اسی طرح باقی گناہوں کا بھی اسی حساب سے عذاب ہوگا جب سارے عذاب بھگت چکیں گے تب جا کر کہیں خلاصی ہوگی، اب آپ اندازہ کریں کہ وہ سزا کتنی تھوڑی ہوگی جس کو ہم تھوڑی سمجھ رہے ہیں ہاں بے شک کافروں کی سزا کے مقابلے میں ایمان والوں کی سزا کم ہوگی کافروں کی سزا تو کبھی بھی ختم نہ ہوگی جب سارے ایمان والے جہنم سے نکل آئیں گے تو کافر آرزو کریں گے کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو آج ہماری جان بھی چھوٹ جاتی قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

,,رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ،،

کافر دل سے چاہیں گے کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو آج ہم بھی جہنم سے نکال لیے جاتے بہر حال خلاصہ یہ ہوا کہ بے شک ایمان والوں کی ایک نہ ایک دن نجات ضرور ہو جائے گی اور جنت کا داخلہ مل جائے گا مگر میرے

دوستو نجات سے پہلے جو رگڑا دیا جائے گا وہ اتنا شدید اتنا طویل اور لمبا ہوگا کہ اللہ کی پناہ اس دنیا میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بس میرے دوستو اس ساری صورت حال اور پریشانی سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ مرنے سے پہلے سچی توبہ کرلیں اور جو اعمال اور حقوق ضائع کئے ہیں ان کی تلافی کرلیں، اب اللہ تعالیٰ نے مہلت دی ہوئی ہے اس سے فائدہ اٹھالیں ورنہ افسوس کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

آخر میں جہنم سے بچنے کا ایک وظیفہ بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا سن لیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی مغرب کی نماز اور فجر کی نماز کے بعد بات کئے بغیر

,, اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ ،،

سات مرتبہ پڑھا کرے گا، اس دن یا اس رات کو اگر اس کا انتقال ہو گیا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو جہنم کی آگ سے نجات عطاء فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس پر عمل کی توفیق عطاء فرمائے، آمین ثم آمین۔

میرے دوستو اصل تو عقائد کا بیان شروع ہوا تھا اب تک اس کی تمہیدی بات بیان ہوتی رہی جو کافی طویل ہوگئی مگر فائدے سے انشاء اللہ خالی نہیں ہے اب آئندہ جمعے سے انشاء اللہ عقائد کا مسئلہ بیان ہوگا کہ ایک مسلمان کے عقائد کیسے ہونے چاہئیں آپ حضرات سے وقت کی پابندی کی درخواست ہے۔

وآخر دعوان أن الحمدلله رب العالمين

ساتویں تقریر

ساتویں تقریر

وجود باری تعالیٰ کا بیان (قسط ۱)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّابعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ
الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ
الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ
وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ نُزُلًا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ

، صدق اللہ العظیم،، پ۲۴

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

عقائد کے سلسلے میں اب تک تمہیدی بات بیان ہوتی رہی اب آج سے عقائد کا بیان انشاء اللہ شروع ہوگا میرے دوستو ایک مسلمان کیلئے سب سے پہلا بنیادی عقیدہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے جبرئیل امین ایک مرتبہ انسانی شکل میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ سوالات کئے ان میں پہلا سوال یہ تھا ,,ماالایمان یارسول اللہ،، اللہ کے پیغمبر ایمان کیا چیز ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

,,اَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ،،

ایمان اس چیز کا نام ہے کہ تو اللہ پر ایمان لائے اس کے فرشتوں پر ایمان لائے اس کی کتابوں پر ایمان لائے اس کے بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان لائے اور قیامت کے دن پر ایمان لائے تقدیر پر ایمان اور موت کے بعد زندہ ہونے پر ایمان لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ساری چیزیں ذکر فرمائیں ہمارا آگے آنے والا مضمون انشاء اللہ ان کی تفصیل پر مشتمل ہوگا بہر حال سب سے پہلی چیز جس کا تذکرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے سلسلے میں سب سے پہلا عقیدہ اس کے وجود کو تسلیم کرنا ہے کہ ذات باری تعالیٰ موجود ہے اس لئے کہ اس کو

موجود مانیں گے تب آگے ساری بات چلے گی جو شخص اللہ تعالیٰ کے وجود کو ہی تسلیم نہیں کرتا اس کے سامنے توحید باری تعالیٰ کا یا فرشتوں کا رسولوں کا ذکر کرنا یہ ساری باتیں بے معنی ہیں اس لئے پہلے وجود باری تعالیٰ کا مسئلہ بیان کیا جائے گا،

میرے دوستو اور بزرگو پرانے زمانے میں بھی اس قسم کے لوگ موجود تھے اور آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جن کا نظریہ اور عقیدہ یہ ہے کہ یہ کائنات خود بخود بن گئی ہے اور اس کا نظام خود بخود چل رہا ہے یہ سارے کام طبیعت کے تقاضے سے ہو رہے ہیں خود بخود ہی لوگ پیدا ہو رہے ہیں اور خود بخود ہی مر رہے ہیں خدا نام کی کوئی چیز دنیا میں نہیں ہے یہ مسلمانوں کا فرضی خدا ہے جو انہوں نے گھڑ لیا ہے ایسے لوگ پہلے بھی موجود تھے اور اب بھی موجود ہیں ان کی سب سے بڑی دلیل یہ ہوتی ہے کہ اگر خدا ہے تو وہ کہاں ہے اس کا ٹھکانہ کہاں ہے اس کی شکل صورت کیسی ہے وہ دکھائی کیوں نہیں دیتا اس قسم کے عقل والے لوگ آج بھی موجود ہیں جو سب سے بڑی بے عقلی کا دعویٰ کر کے بھی اپنے آپ کو عقلمند کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔

پہلا واقعہ

حضرت تھانویؒ کی خدمت میں ان کا ایک مرید اپنے بچے کو لایا کہ حضرت یہ نماز نہیں پڑھتا آپ اس کو کچھ نصیحت فرمائیں حضرت نے علیحدگی

میں جب اس کو نماز کی ترغیب دی تو وہ کہنے لگا کہ حضرت میں کس کی نماز پڑھوں حضرت نے حیرانگی سے فرمایا کہ خدا کی نماز پڑھی جاتی ہے اور کس کی پڑھنا چاہتے ہو تو وہ فوراً بولا حضرت خدا نام کی کوئی چیز دنیا میں موجود نہیں ہے آپ لوگوں نے ایک فرضی خدا بنایا ہوا ہے حضرت نے کانوں کو ہاتھ لگایا اور آ کر اس کے والد کو بتایا میاں تم اس کی نماز کے پیچھے پڑے ہو اس میں تو سرے سے ایمان ہی نہیں ہے تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس قسم کے لوگ جیسے پہلے زمانے میں تھے اب بھی موجود ہیں جدید تعلیم یافتہ طبقہ دین سے دوری اور جہالت کی وجہ سے بہت جلدی ان کی باتوں سے متاثر ہو جاتا ہے بہر حال اب پہلے آپ کے سامنے مختصراً وجود باری تعالیٰ کے دلائل بیان کئے جائیں گے آخر میں ان کی جو بڑی دلیل ہے اس کا جواب عرض کیا جائے گا۔

وجود باری تعالیٰ کو ثابت کرنے کیلئے علماء نے اللہ والوں نے ہمیشہ منکرین کے سامنے ایسی دلیلیں بیان کی ہیں جو فطرتی دلیلیں کہلاتی ہیں یعنی دنیا کی چیزوں کو پیش کر کے وجود خداوندی ثابت کیا وہ دلیلیں اتنی بدیہی اور واضح ہیں کہ جاہل سے جاہل آدمی بھی دیہاتی اور کھیتی باڑی کرنے والا کاشتکار بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔

دوسرا واقعہ

امام شافعیؒ سے پوچھا گیا کہ آپ نے خدا کے وجود کو کیسے

پہچانا تو فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کو شہتوت کے پتے سے پہچانا وہی پتہ بکری کھاتی ہے تو مینگنی نکلتی ہے اور وہی پتہ ہرن کھاتا ہے تو اس کے پیٹ سے مشک نکلتی ہے اور وہی پتہ ریشم کا کیڑا کھاتا ہے تو اس کے پیٹ سے ریشم نکلتا ہے اب اگر یہ طبیعت کے تقاضے سے خود بخود ہو رہا ہے تو یہ فرق کیوں ہے چیز ایک ہی اندر جاری ہے مگر اس سے مختلف چیزیں پیدا ہو رہی ہیں معلوم ہوا یہ خود بخود نہیں ہو رہا ہے بلکہ ایک زبردست خالق و مالک کی کاریگری ہے۔

تیسرا واقعہ

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے خدا کو کیسے پہچانا تو ارشاد فرمایا میں نے خدا کو اس طرح پہچانا کہ میں نے ایک چاندی کا محل دیکھا جس کا کوئی دروازہ اور کھڑکی نہیں کوئی روشن دان نہیں ہوا تک اندر جانے کا کوئی راستہ نہیں اچانک اس محل کی دیوار پھٹی اور اس کے اندر سے ایک جاندار باہر نکلا جس نے باہر نکلتے ہی ایسی حرکتیں شروع کر دی ہیں جیسے اس کو باقاعدہ اندر تعلیم دی گئی ہو لوگوں نے پوچھا حضرت یہ چاندی کا محل کونسی چیز ہے فرمایا یہ محل ہر گھر میں موجود ہوتا ہے فرمایا انڈے کو نہیں دیکھتے یہی تو چاندی کا محل ہے جس میں سوراخ نام کی کوئی چیز نہیں مرغی کے نیچے بیس اکیس دن رکھنے کے بعد جب اس کی دیوار ٹوٹتی ہے تو اس کے اندر سے ننھا منھا چوزہ باہر نکلتا ہے اور باہر نکلتے ہی بغیر کسی کے سکھائے ہوئے ایک تجربہ کار کی طرح کڑ کڑ شروع

کردیتاہے اوردانہ چگناشروع کردیتاہے تو انڈے کے اندراس کو بتانے والی اوردانہ چگنااس کو سکھانے والی کونسی ذات ہے یہی تو وہ خدا کی ذات ہے جواحسن الخالقین ہے:

فَتَبَارَکَ اللہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ

اور یہ صرف چوزے کی بات نہیں گائے بھینس بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی اپنی ماں کے پستانوں کو منہ میں لیکر چوسنا شروع کردیتا ہے انسان کا بچہ بھی پیدا ہوتے ہی اپنی ماں کی چھاتی کے ساتھ منہ لگا دیتا ہے اور پستانوں کو منہ میں لے کر دبا کر چوسنا شروع کردیتا ہے اب وہ کونسی ایسی ذات ہے جو اس کو سکھا رہی ہے تیری غذا ماں کے پستانوں میں ہے تو ان کو اس طرح منہ میں لے لے پھر یہ کون اس کو بتا رہا ہے کہ منہ میں لینے سے کام نہیں بنے گا بلکہ تھوڑا سا ان کو دبا کر چوسنا پڑے گا زور لگانا پڑے گا تو تیرے حلق میں دودھ آنا شروع ہوجائے گا سبحن اللہ ذرا سوچیں بچہ اسوقت کوئی بولی اور لغت نہیں سمجھ سکتا، کیا ساری دنیا کے ماہر تجربہ کار پروفیسر ڈاکٹر سائنسدان تجربہ کار جمع ہوکر دودھ پینے اور چوسنے کا طریقہ بچے کو بتا اور سمجھا سکتے ہیں ہرگز نہیں یہ سارے کرشمے قدرت خداوندی کے ہیں، یہی بات حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمائی تھی، اس نے جب پوچھا:

،، فَمَنْ رَّبُّکُمَا یَا مُوْسیٰ ،،

تمہارا رب کون ہے تو فرمایا:

،، رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطیٰ کُلَّ شَیْئٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰیٍ ،،

ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کو ہدایت دی، یعنی جو کام اس کے کرنے کا تھا وہ اس کو بتایا اور سکھلایا کہ تو نے یہ کام کرنا ہے دنیا کی ہر ہر چیز کو اپنی اپنی ڈیوٹی ادا کرنے کا طریقہ بتایا، تو میرے دوستو وجود خداوندی فطرتی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

چوتھا واقعہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دور میں بادشاہ وقت کے دربار میں ایک دھریہ منکر خدا آن پہنچا اور مسلمانوں کو مناظرے کا چیلنج دے دیا کہ تم جس خدا پر ایمان رکھتے ہو پہلے اس کے وجود کو تو ثابت کر کے دکھاؤ، اپنے سب سے بڑے عالم کو میرے مقابلے میں پیش کرو میرے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا، چنانچہ بادشاہ وقت نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف آدمی بھگایا، امام صاحب کے پاس آدمی پہنچا تو امام صاحب نے اس سے سارے حالات سن کر فرمایا جاؤ میں ابھی آدھے گھنٹے میں پہنچتا ہوں، آدمی واپس چلا گیا جا کر بتایا بادشاہ کو کہ امام صاحب تھوڑی دیر میں پہنچنے والے ہیں اب وہ دھریہ بھی اور بادشاہ بھی اور سارے دربار والے انتظار کرنے لگے امام صاحب دو تین گھنٹوں کے بعد دربار میں پہنچے امام صاحب کو دیکھتے ہی دربار میں بیٹھے ہوئے مسلمانوں کے چہرے

خوشی سے کھل اٹھے، بادشاہ نے بھی شکوہ کیا اور دھریہ نے بھی شور مچایا کہ آپ نے وعدہ خلافی کی اور اتنی دیر کے بعد آئے، اگر اتنی دیر لگانی تھی کہ شروع سے کہہ کر بھیجتے کہ میں اتنی دیر کے بعد آؤں گا، امام صاحب اہل دربار کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے لیٹ آنے کا عذر بیان فرمانے لگے کہ میرے ساتھ آج ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے مجھے تاخیر ہوئی، اب سب دربار والے متوجہ ہوئے اور پوچھنے لگے، کونسا واقعہ پیش آیا تو امام صاحب نے فرمایا میں گھر سے نکل کر جب دریائے دجلہ کے کنارے پہنچا تو اب شاہی دربار میں آنے کے لئے میں نے دجلہ کو عبور کرنا تھا لیکن کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی کشتی اور ملاح نظر نہیں آ رہا، اب میں پریشان ہوا کہ کیا کروں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک میرے دیکھتے دیکھتے دجلہ کے کنارے لگے ہوئے بڑے بڑے درخت خود بخود کٹنے لگے مگر کوئی کاٹنے والا نظر نہیں آ رہا تھا پھر اچانک بغیر کسی بڑھئی کے ان کٹی ہوئی لکڑیوں سے بڑے بڑے تختے بننے لگے بڑے صاف ستھرے تختے خود بخود بن گئے ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ وہ تختے خود بخود جڑنے لگے ان میں لوہے کی کیلیں دریا سے نکل کر خود بخود ٹھکنے لگیں کوئی جوڑنے والا کوئی کیلیں لگانے والا نظر نہیں آ رہا تھا اسی طرح کشتی تیار ہوگئی پھر خود بخود دریا سے ایک تیل نکلا جو خود بخود کشتی کے تختوں پر آ کر گر پڑا جس سے وہ پھٹوں کی درزیں بند ہوگئیں۔ مکمل کشتی تیار ہو کر بغیر کسی ملاح کے خود بخود دریا میں چلنے لگی اور میرے قریب دریا کے کنارے یوں کھڑی ہوگئی جیسے مجھے سوار کرنا چاہتی ہو،

میں اس میں سوار ہو گیا بغیر کسی ملاح کے وہ کشتی چل پڑی اور پانی کی مخالف سمت کی طرف بڑی تیزی کے ساتھ چلنے لگی یہاں تک کہ دریا کے دوسرے کنارے پر خود بخود اس طرح رک گئی، جیسے مجھے اتارنا چاہتی ہو میں اس میں سے اتر گیا اور چل کر آپ کے پاس پہنچا ہوں مجھے اتارنے کے بعد کشتی خود بخود واپس لوٹ گئی، بس یہ عجیب وغریب واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے تاخیر ہوئی اس لئے میں معذرت خواہ ہوں خواہ مخواہ آپ حضرات کو تکلیف اٹھانی پڑی اور انتظار کرنا پڑا۔

امام صاحب خاموش ہوئے تو وہ دھریہ فوراً بول پڑا کہ امام صاحب یہ لوگ آپ کو امام کہتے ہیں اور اپنا سب سے بڑا عالم بتاتے ہیں مگر آپ نے تو بے وقوفی اور پاگل پن کی حد کر دی، مجھے تو آپ پاگل معلوم ہوتے ہیں، بھلا ایسا بھی ہو سکتا ہے اور یہ بات بھی عقل میں آ سکتی ہے کہ بغیر کاٹنے والے کے درخت خود بخود کٹ جائیں، بغیر بڑھئی کے تختے خود بخود بن جائیں بغیر کیل لگانے والے کے تختے خود بخود جڑ جائیں اور ان میں کیلیں خود بخود لگ جائیں اور بغیر ملاح کے بھلا کشتی خود بخود چل سکتی ہے کتنی بڑی بے وقوفی کی بات کی ہے اور کتنا بڑا جھوٹ بولا ہے آپ نے، مجھے تو آپ پاگل معلوم ہوتے ہیں، امام صاحب خاموشی کے ساتھ اور اطمینان کے ساتھ اس کی ساری تقریر سنتے رہے جب وہ اپنی تقریر جھاڑ چکا تو امام صاحب اہل دربار کی طرف متوجہ ہو کر اس دھریہ کو مخاطب کر کے بولے، ارے بے وقوف جب ایک چھوٹی سی کشتی خود

بخود نہیں بن سکتی اور بغیر کسی چلانے والے کے نہیں چل سکتی اس کو تیری عقل تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تو یہ اتنی بڑی کائنات کی کشتی جس کا فرش اتنی بڑی زمین اور جس کا چھت اتنا بڑا آسمان ہے اور ہزاروں قسم کی مخلوقات اس میں بس رہی ہے، اور ایک مرتب نظام کے تحت یہ کشتی اس طرح چل رہی ہے کہ ہزاروں سال گزرنے کے باوجود اس کے نظام میں ایک منٹ سیکنڈ کا فرق نہیں آیا اس کے نظام میں کوئی دراڑ نہیں پڑی یہ اتنی بڑی کشتی بغیر کسی بنانے والے کے خود بخود بن گئی اور بغیر کسی چلانے والے کے خود بخود چل رہی ہے، یہ زیادہ بے عقلی کی بات ہے یا ایک چھوٹی سی کشتی کا خود بخود بن جانا اور چل پڑنا، اب بتاؤ میں پاگل ہوں یا تم پاگل اور دیوانے ہو جو یہ کہتے ہو کہ یہ کائنات خود بخود بن گئی اور خود بخود اس کا نظام چل رہا ہے اور اس کا بنانے والا اور چلانے والا کوئی نہیں، بس لوگوں نے نعرہ لگا دیا دھریہ شکست کھا گیا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

تو امام صاحب نے ایک فطرتی دلیل اس کے سامنے پیش کی اور ایسے عجیب طریقے سے پیش کی جو ہر آدمی کے سمجھ میں آنے والی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا آپ نے اپنے رب کو کیسے پہچانا تو فرمایا:

،، عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ ،،

میں نے اپنے پروردگار کو پختہ ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا، انسان

ایک کام کرنا چاہتا ہے اس کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سارے اسباب بھی جمع کر لیتا ہے مگر پھر بھی بسا اوقات وہ کام نہیں کر پاتا ،تو معلوم ہوا کو اس سے اوپر کوئی طاقتور ذات موجود ہے جو رکاوٹ ڈال رہی ہے ،تو فرمایا:

،، عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ ،،

ہزاروں تمنائیں کرتے ہیں اور مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے ہزاروں آدمی اسباب جمع کرتے ہیں لیکن کامیابی سو میں سے ایک کو ہوتی ہے، ننانوے ناکام ہوتے ہیں انسان چاہتا ہے اولاد ہو، دوائیں کھاتا ہے، دعائیں کراتا ہے، تعویذ دھاگہ بھی کراتا ہے مگر بیس بیس برس گزرنے کے باوجود اولاد کی نعمت حاصل نہیں ہوتی ،بعض چاہتے ہیں کہ اولاد نہ ہو، خاندانی منصوبہ بندی کی دوائیں کھاتے ہیں مگر اولاد پھر بھی ہو جاتی ہے ،

تو ایک چاہ رہا ہے کہ اولاد ہو مگر نہیں ہوتی دوسرا چاہتا ہے کہ اولاد نہ ہو مگر ہو جاتی ہے ، ایک چاہتا ہے نفع ہو مگر خسارہ ہوتا ہے ،تو دنیا میں انسان ہزاروں باتیں چاہتا ہے کہ یہ ہو اور یہ ہو مگر اس کے چاہنے اور اور اسباب اختیار کرنے کے باوجود کچھ بھی نہیں ہوتا ،اور بعض کام یہ نہیں چاہتا بلکہ کوشش کرتا ہے کہ ایسا نہ ہو مگر وہ کام ہو کر رہتا ہے ،

دیکھئے مرنا کون چاہتا ہے مگر وقت آنے پر موت آ کر کے رہتی ہے مرنے والے باپ کے بیٹے اسپیشلسٹ ڈاکٹر ہوتے ہوئے بھی باپ کو موت

کے منہ سے نہیں بچا سکتے۔

سورۂ واقعہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب وغریب مضمون بیان فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

,, فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ وَاَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ,,

مرنے والے کی روح بدن سے نکل کر جب حلق تک پہنچتی ہے تو تم اس کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہوتے ہو:

,, وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ,,

اور ہم تم سے بھی زیادہ اس مرنے والے کے قریب ہوتے ہیں مگر تم ہمیں دیکھ نہیں سکتے، آگے ارشاد فرمایا:

,, فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ,,

اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ جزا وسزا نہیں ہوگی تو مرنے والے کی روح کو لوٹا کیوں نہیں دیتے۔

تو میرے دوستو انسان کی چاہتیں پوری نہیں ہوتیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان سے بالاتر کوئی اور ذات ہے جس کے حکم سے اور ارادے سے اور قدرت سے سب کچھ ہو رہا ہے ہمارے چاہنے اور نہ چاہنے سے کچھ بھی نہیں

ہوتا ہے یہی مطلب ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا کہ:

،،، عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ ،،

میں نے اپنے رب کو پہچانا پختہ ارادوں کے ٹوٹنے سے۔

عرب کے ایک دیہاتی نے وجود خداوندی پر عجیب بات کہی:

،، اَلْبَعْرَۃُ تَدُلُّ عَلَی الْبَعِیْرِ وَالآثَارُ تَدُلُّ عَلَی الْمَسِیْرِ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالاَرْضِ ذَاتِ الْفِجَاجِ کَیْفَ لاَیَدُلاَّنِ عَلَی اللَّطِیْفِ الْخَبِیْرِ ،،

سبحان اللہ کیسی عجیب بات ہے کہ ان پڑھ سے ان پڑھ آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہتا ہے راستے میں اونٹ کی مینگنی دیکھ کر یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ یہاں سے کوئی اونٹ گیا ہے اور نشان قدم دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ یہاں سے کوئی گذرنے والا گذرا ہے تو یہ بڑے بڑے چاند سورج اور ستاروں والا آسمان کشادہ اور وسیع راستوں والی زمین ایسی ذات کے وجود پر کیوں دلالت نہیں کرسکتے جو لطیف وخبیر ہے۔

بہرحال میرے دوستو بات یہ شروع ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کو ماننے کیلئے یہ کائنات کی دکھائی دینے والی چیزیں ہی کافی ہیں اور علماء

اسلام نے منکرین خدا کے سامنے ہر زمانے میں اسی قسم کی چیزوں کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے وجود کو ثابت کرنے کیلئے فلسفیانہ دلائل کے بجائے کائنات کی مختلف اشیاء کو پیش کر کے غور و فکر کی دعوت دی ہے ان قرآنی دلائل کی تھوڑی سی جھلک آئندہ جمعے انشاء اللہ۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

آٹھویں تقریر

آٹھویں تقریر

پہلا عقیدہ وجود باری تعالیٰ پر ایمان لانا (قسط ۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ،

بسم اللہ الرحمن الرحیم :

اَفَرَاَیْتُمْ مَا تُمْنُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُوْنَ
نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ
عَلٰۤی اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ
وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰی فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ اَفَرَاَیْتُمْ
مَا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ لَوْ نَشَآءُ
لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ بَلْ
نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ، اَفَرَاَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ
ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ لَوْ نَشَآءُ
جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ،

صدق اللہ العظیم (سورۂ واقعہ، پ ۲۷)

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

عقائد کا بیان شروع ہوا ہے ابھی پہلا عقیدہ بیان ہو رہا ہے وجود باری تعالیٰ کا کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا اس کا نظام چلانے والا خالق و مالک اپنی زبردست طاقتوں اور قدرتوں کے ساتھ موجود ہے گذشتہ جمعے یہ عرض کیا تھا کہ وجود باری تعالیٰ کو عقلی دلائل سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں وجود باری تعالیٰ کائنات کی چیزوں سے دکھائی دینے والی نظر میں آنے والی، مشاہدہ میں آنے والی چیزوں سے خود بخود ثابت ہو جاتا ہے بلکہ کائنات کے ذرّے ذرّے سے اللہ تعالیٰ کا وجود ثابت ہو رہا ہے لیکن دیکھنے والی آنکھیں اور سمجھنے والا دل ہونا چاہئے۔

گذشتہ بیان میں آپ کو یاد ہوگا کچھ اللہ والوں کے قول بیان ہوئے تھے جو اللہ تعالیٰ کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے مختلف اوقات میں بیان فرمائے، آج مختصراً قرآن کے بیان کردہ دلائل عرض کئے جائیں گے، قرآن نے بھی وجود باری تعالیٰ کو ثابت کرنے کے لئے فلسفیانہ دلائل اور منطقی دلائل کا سہارا نہیں لیا بلکہ مشاہدے میں آنے والی کائنات کی چیزوں کو پیش کر کے انسان کو دعوت فکر دی ہے کہ اے انسان اپنی عقل سے سوچ یہ سارے کام کرنے والا کون ہے، خطبے میں تلاوت کردہ آیات سورۂ واقعہ کی

آیات ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود پر تین دلیلیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی دلیل

سب سے پہلی دلیل خلقت انسانی کو پیش کر کے انسان کو غور وفکر کی دعوت دی ہے کہ انسان ذرا غور تو کرے بچے کی پیدائش میں تیرا دخل اس کے سوا کیا ہے کہ تو نے ایک ناپاک قطرے کو ایک خاص محل تک پہنچا دیا پھر تجھے کیا خبر کہ اس ایک قطرے پر کیا کیا دور گذرے کیسے کیسے انقلابات آئے کیا کیا تغیرات آئے کس طرح اس میں ہڈیاں اور گوشت پوست پیدا ہوئے اور اس کے وجود میں کیسی کیسی نازک مشینیں فٹ کر دی گئیں غذا حاصل کرنے ، دیکھنے، سننے بولنے، چکھنے اور سوچنے سمجھنے کی ساری قوتیں اس کے وجود میں اس طرح فٹ کر دی گئیں کہ پیدا ہونے کے بعد انسانی وجود ایک متحرک فیکٹری بن گیا، نہ باپ کو خبر نہ ماں کو خبر جس کے پیٹ میں سب کچھ ہو رہا ہے، اگر عقل نام کی کوئی چیز دنیا میں ہے تو وہ یہ کیوں نہیں سمجھتی کہ آخر وہ کونسی قدرت ہے جس نے تین اندھیریوں میں، پیٹ کا اندھیرا پھر رحم کا اندھیرا پھر بچے کے اوپر لپٹی ہوئی جھلی کا اندھیرا ان تین اندھیروں میں کس نے ایک ناپاک قطرے میں تغرات کر کے گوشت پوست پیدا کر کے ایک جیتا جاگتا، دیکھنے والا سننے والا سوچنے سمجھنے والا انسان بنا کر دنیا میں بھیج دیا، یہ بنانے والا کون ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

,, اَفَرَاَيْتُمْ مَا تُمْنُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُوْنَ ،،

سوچو غور کرو ایک ناپاک قطرے کو جیتا جاگتا انسان بنا کر دیکھنے سننے والا انسان بنا کر دنیا میں لانے والے ہم ہیں یا تم ہو۔

سورۂ دھر میں فرمایا:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ،،

کیا انسان پر ایک ایسا زمانہ نہیں آیا کہ یہ کوئی چیز ہی نہیں تھا جس کا ذکر کیا جاتا نہ اس کا نام کوئی جانتا تھا نہ اس کے والدین کا کسی کو پتہ تھا نہ بہن بھائیوں کا نہ اس کے چچاؤں اور ماموؤں کو کوئی جانتا تھا کسی بھی اعتبار سے اس کی پہچان نہ تھی:

,, اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ
فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ،،

ہم نے اس کو ایک ناپاک قطرے سے پیدا کر کے دیکھنے سننے والا انسان بنا دیا اب اس کے والدین بہن بھائی چچے ماموں سب رشتہ دار بنا دیئے اس کا خاندان بنا دیا۔ پھر اس کا ڈنکا پوری دنیا میں بجوا دیا کہاں وہ ناپاک قطرہ اور کہاں بام عروج پر پہنچنے والا انسان، یہ سارے کام کرنے والا کون ہے۔

سورۂ مؤمنون کے پہلے رکوع میں تین اندھیروں میں ایک ناپاک

قطرے پر کیا کیا انقلابات آتے ہیں، ان کا اللہ تعالیٰ نے تذکرہ فرمایا ہے ، ارشاد فرمایا:

,, ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً ،،

چالیس دن میں وہ قطرہ ایک جما ہوا خون بنادیتے ہیں:

,, فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً ،،

پھر چالیس دن کے بعد اس جمے ہوئے خون کو گوشت کا ایک لوتھڑا اور بوٹی بنادیتے ہیں:

,, فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَاماً ،،

پھر اس میں سختی پیدا کر کے ہڈی بنادیتے ہیں پھر:

,, فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْماً ،،

پھر اس ہڈی پر گوشت چڑھادیتے ہیں اور نقش ونگار بناتے ہیں اس کے بعد ارشاد فرمایا:

,, ثُمَّ اَنْشَأْنَاهُ خَلْقاً آخَرَ ،،

پھر ہم نے اس کو ایک نئی ہی چیز بنا کر دنیا میں بھیج دیا، اب تک بے جان تھا اب جان دار اور بولنے والا دیکھنے والا سننے والا سوچنے سمجھنے والا بنا کر دنیا میں بھیج دیا، فرمایا:

,, فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ،،

ہے کوئی ایسا بنانے والا، دنیا کے سارے بنانے والے اپنی ایڑی چوٹی

کا زور لگالیں کیا ایسے ناپاک قطرے میں ایسے تغیرات کر کے اس سے جیتا جاگتا انسان بنا سکتے ہیں؟

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

,, إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ ,,

تمہارے سارے معبود جمع ہو کر کے اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگالیں مگر ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ تو بہرحال پہلی دلیل خلقت انسانی کو پیش کر کے اللہ تعالیٰ نے انسان کو دعوت فکر دی ہے اور فرمایا:

,, أَفَرَأَيْتُم مَّا تُمْنُونَ أَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ,,

منی کے ناپاک قطرے کو انسان بنانے والے تم ہو یا ہم ہیں؟

دوسری دلیل:

أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ,,

اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود پر دوسری دلیل بیان فرمائی کہ ہرے بھرے کھیتوں کو دیکھ کر تم نے کبھی غور نہیں کیا کہ ان کا اگانے والا کون ہے، کاشتکار کا کام تو صرف اتنا ہوتا ہے کہ ہل چلا کر بیج کو منوں مٹی کے نیچے دبا دیتا ہے، اب مٹی کی تاریکی میں اس بیج کی حفاظت کرنے والا اور پھر زمین کا سینہ چیر

کر نرم ونازک کونپل کی شکل میں اس کوزمین کے سینے پر ظاہر کرنے والا کون ہے وہ نرم ونازک کونپل تو اتنی کمزور ہوتی ہے کہ ہوا کا جھونکا برداشت نہیں کرسکتی پھر زمین کا سینہ چیر کر کیسے وہ ظاہر ہوگئی اس کو نکالنے والا، اگانے والا کون ہے؟ اسی لئے اللہ تعالی نے انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

,, اَفَرَاَیْتُمْ مَا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْن،،
تم اپنی کھیتی میں غور وفکر کرو کیا تم اس کو اگانے والے ہو یا ہم اس کو اگانے والے ہیں پھر اگانے کے بعد اس کی حفاظت کرنے والے بادلوں سے پانی برسا کر اس کو بڑھانے والے تناور پودہ بنانے والے تم ہو یا ہم ہیں پھر چاند کی چاندنی سے اور سورج کی گرمی سے پکانے والے ہم ہے یا تم ہو، کھیت کے تیار ہونے کے بعد بھی اس سے نفع اٹھانا تمہارے بس میں نہیں ہم چاہیں تو طوفان اور آندھی بھیج کر بارش اور اولے برسا کر اس کو چورا چورا کر ڈالیں تم کف افسوس ملتے رہ جاؤ اس کو فرمایا:

,, لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ،،
تو اس کے اگانے اور نفع اٹھانے میں تم ہمارے محتاج ہو، ہم نہ چاہیں تو تم سارے ملکر ایک دانہ بھی نہیں اگا سکتے بیسویں پارے کی پہلی آیت ہے.. اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْض،، وہ کون ہے جس نے اتنے بڑے

بڑے آسمان اور زمینیں پیدا فرمائیں،

,,وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً،،

اور وہ کون ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا،

,,فَاَنْبَتْنَابِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ،،

وہ کون ہے جس نے اس پانی کے ذریعے گھنے گھنے باغات اگائے آگے عجیب جملہ ارشاد فرمایا، وہی جملہ سنانا چاھتا ہوں فرمایا۔

,,مَاكَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْبِتُوْا شَجَرَهَا،،

تم سارے ملکر باغ تو باغ ہے ایک درخت بھی نہیں پیدا کرسکتے درخت بھی بڑی دور کی بات ہے ایک تنکا بھی پیدا نہیں کرسکتے۔

میرے دوستو آج سائنسدانوں کی حیرت انگیز ایجادات دیکھ کر دنیا انگشت بدنداں ہے مگر میرے دوستو کبھی آپ نے سوچا ہے کہ آج سائنسدان اور فلاسفر کیا کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے مادہ اور مٹیر یل پیدا کر دیا پھر سائنسدانوں کو عقل دی سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت سے مالا مال کیا تو سائنسدان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل کو استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے مادے کے بکھرے ہوئے اجزاء کو جوڑ دیتے ہیں تو ایک حیرت انگیز چیز وجود میں آجاتی ہے واہ واہ ہو جاتی ہے۔

میرے دوستو ساری دنیا کے سائنسدانوں کو ایک چٹیل میدان میں جمع کر دیا جائے وہ اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ساری زندگی خرچ کر ڈالیں مگر ایک

تنکا بھی پیدا نہیں کر سکتے۔

سوچیں ساری دنیا کے سائنسدان ملکر گندم کا صرف ایک دانہ بنا سکتے ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ ار بہاٹن گندم ہر سال پیدا فرماتے ہیں تو اگر خدا نام کی کوئی چیز نہیں تو یہ سارے کام کرنے والی ذات کون سی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے،

,,اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ،،

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا،

,,فَاَخْرَجْنَابِہٖ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُھَا،،

اس پانی کے ذریعے ایسے پھل پھول پیدا فرمائے جن کا رنگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نہیں ملتا ایک کا ذائقہ دوسرے کے ذائقے کے ساتھ نہیں ملتا آم کا رنگ اور ذائقہ مختلف ہے، سیب کا رنگ اور ذائقہ مختلف ہے، بلکہ ایک ہی نوع میں رنگوں کا اور ذائقوں کا اختلاف نظر آئے گا اگر یہ سارے کام طبیعت کے تقاضے سے خود بخود ہو رہے ہیں تو پھر زمین ایک، مٹی ایک، اس کو لگنے والا پانی ایک، اس کو گرمی پہنچانے والی سورج کی کرنیں ایک، جب یہ ساری چیزیں ایک ہیں تو رنگوں کا اختلاف اور ذائقوں کا اختلاف کہاں سے آ گیا تو یہ سب کرشمے ہیں قدرت خداوندی کے جیسے چاہ رہا ہے ویسے کر رہا ہے اس کو سورۃ واقعہ کی مذکورہ آیت میں فرمایا:

,,اَفَرَاَیْتُمْ مَا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَہٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ،،

یہ جو تم کھیتی کاشت کرتے ہو کبھی غور کیا ہے اس کو تم اگانے والے ہو یا ہم اگانے والے ہیں اس کو شاعر نے بڑے پیارے انداز میں استفہامیہ انداز میں انسان کو دعوت فکر دیتے ہوئے کہا ہے

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے حباب
کون لایا کھینچ کے پچھم سے باد سازگار
خاک یہ کس کی ہے، کس کا ہے نور آفتاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب

بہرحال دوسری دلیل اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی کہ زمین کے سینے پر ہرے بھرے کھیت اور سرسبز و شاداب میووں اور پھلوں سے لدے ہوئے باغات میں غور کیا کرو تو تمہیں یہ بات خود بخود سمجھ میں آجائے گی کہ ان کا خالق مالک بیشک موجود ہے اور اس کی قدرت کی یہ کرشمہ سازیاں ہیں اب تیسری دلیل سن لو۔

تیسری دلیل:

،، اَفَرَاَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ،،

اے انسان جو تم پانی پیتے ہو اس پر بھی غور کر لیا ہوتا تو تمہیں خدا کی قدرت سمجھ میں آ گئی ہوتی یہ پانی کا ایک ایک گلاس جو تم منہ کے ساتھ لگا کر غٹا غٹ پی جاتے ہو کبھی سوچا ہے یہ کن مراحل سے گذر کر تمہارے منہ تک پہنچا ہے میرے شیخ و مربی استاذی المکرم حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دمت برکاتہم کا ایک مضمون ماہنامہ الفاروق میں پڑھا جو نظامِ آب رسانی پر حضرت نے تحریر فرمایا اس کو پڑھ کر واقعۃً انسان حیران ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کیسا عجیب و غریب نظام ہے اللہ تعالیٰ نے پانی کا سارا ذخیرہ سمندر میں جمع کر رکھا ہے اور اس سمندر کے پانی کو کھارا بنایا اس لئے کہ اگر میٹھا بنایا جاتا تو کچھ عرصے کے بعد یہ پانی سڑ کر خراب ہو جاتا اسلئے اللہ تعالیٰ نے سمندر کے پانی کو کھارا بنایا اور اس میں ایسے نمکیات رکھے کہ روزانہ لاکھوں جانور مرتے ہیں اس کے باوجود سمندر کا پانی سڑ کر خراب نہیں ہوتا پھر سمندر میں پانی جمع فرمانے کے بعد انسانوں کو یہ کہہ دیا جاتا کہ ہر علاقے والے گاؤں والے دیہاتوں والے اپنی اپنی ضرورت کا پانی خود آ کر لے جائیں تو سوچئے کتنی دشواری ہوتی ایک تو سمندر تک پہنچنا مشکل اور پھر اس کا پانی کھارا پینے کے قابل نہیں اسلئے انسان کی آسانی کیلئے اور ہر علاقے تک پانی پہنچانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ عجیب و غریب نظام بنایا کہ اس سمندر سے مون سون کے بادل

اٹھائے پھر بادل کے اندر ایسی آٹومیٹک مشین اور ایسا کارخانہ لگادیا کہ سمندر کا کھارا پانی صاف بھی ہورہا ہے اس کے نمکیات بھی ختم ہورہے ہیں اور اس میں مٹھاس بھی پیدا ہورہی ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہوا کے ذریعے بادلوں کو مختلف علاقوں تک پہنچانے کا انتظام فرمایا مفت ائر کارگو سروس مہیا فرمادی اب اگر پورے سال کا پانی اکٹھا ایک ہی مرتبہ برسا دیا جاتا تو انسان کیلئے کتنی مشکلات ہوتیں اس کو کہاں جمع کرتا اس کے لئے اتنی بڑی بڑی ٹنکیاں کیسے بنائی جاتیں پھر اس کے سڑنے اور خراب ہونے کا اندیشہ بھی رہتا اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا کہ پہاڑوں پر بارش برسا کر برف کی شکل میں اس کو جما دیتے ہیں پھر ضرورت کے وقت اس برف کو پگھلا کر دریاؤں اور ندی نالوں اور نہروں کے ذریعے دنیا کے کونے کونے تک اس پانی کو پہنچانے کا انتظام فرمایا اسی طرح زمین کی تہہ میں پانی کو اتار کر زمین کی رگوں کے ذریعے پوری دنیا میں پانی پہنچا دیا جہاں کنواں کھودو تازہ پانی نکل آئے گا تو پہاڑوں پر برف کی شکل میں ذخیرہ کردیا اور دریاؤں اور زمین کی رگوں کے ذریعے سپلائی لائن کا بھی انتظام کردیا کہ ہر آدمی تک بآسانی تازہ پانی پہنچ جاتا ہے۔

اب انسان سوچے کہ پانی کا ایک گلاس کس طرح اس کے منہ تک پہنچتا ہے اور کتنے مراحل سے گذرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ واقعہ میں ارشاد فرمایا:

,,اَفَرَءَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِىْ تَشْرَبُوْنَ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ،،

یہ پانی جو تم غٹا غٹ پی جاتے ہو کبھی سوچا ہے بادلوں سے تم نے اس کو اتارا ہے یا ہم اتارنے والے ہیں،

,,لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ،،

اگر اتارنے کے بعد بھی ہم اس کو کھارا بنا دیں اور تمہیں نفع نہ اٹھانے دیں تو تم کیا کر سکتے ہو سورۃ ملک کی آخری آیت ہے:

,,قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاءٍ مَّعِيْنٍ ،،

میرے محبوب آپ ان سے فرمائیں کہ وہ پانی جو آسانی کے ساتھ کنواں کھود کر تم حاصل کر لیتے ہو اگر وہ پانی زمین کی گہرائی میں اس طرح پہنچ جائے کہ تمہاری دسترس سے باہر ہو جائے تو کون ہے وہ ذات جو اس جاری پانی کو دوبارہ اوپر لیکر کے آئے اور تمہارے استعمال کے قابل بنائے ,,فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاءٍ مَّعِيْنٍ،،

حدیث میں ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان جب یہ آیت پڑھے ,,فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاءٍ مَّعِيْنٍ، تو آگے جواب میں یوں کہا کرے اللہ رب العالمین یعنی اللہ ہی دوبارہ اس پانی کو لا سکتا ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اس کے بغیر کوئی ایسی طاقت نہیں جو پانی دوبارہ

اور لا سکے تو پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے انسان صرف اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔

ھارون الرشید بادشاہ ایک مرتبہ شکار کی تلاش میں جنگل میں کہیں دور نکل گئے پیاس نے خوب ستایا تو ایک جھونپڑی نظر آئی وہاں پانی پینے کیلئے پہنچے اپنا تعارف کروا کر پانی مانگا جھونپڑی والے نے پانی کا گلاس دیا جب یہ پینے لگے تو اس نے کہا پینے سے پہلے ذرا ایک منٹ کیلئے میرے سوال کا جواب دو کہ اتنی شدید پیاس لگی ہو اور آپ کو پانی کا ایک گلاس مفت میں نہ ملے قیمتاً مل سکتا ہو تو آپ کتنی قیمت دینے کیلئے تیار ہو جائیں گے تو ھارون الرشید نے جواب دیا میں آدھی سلطنت دینے کیلئے تیار ہو جاؤں گا اسلئے کہ پانی کے بغیر اگر مری موت واقع ہو جائے تو میں سلطنت کو کیا کروں گا اس فقیر نے کہا اچھا اب پانی پی لو ھارون الرشید جب پانی پی چکا تو فقیر بولا اچھا اب بتاؤ اگر یہ پانی اندر رک جائے اور آپ کا پیشاب بند ہو جائے تو آپ پیشاب کے جاری کروانے پر کتنی دولت خرچ کرنے کیلئے تیار ہو جائیں گے تو ھارون الرشید بولا آدھی سلطنت دیکر بھی اگر پیشاب جاری ہو سکا تو میں تیار ہو جاؤں گا تو وہ فقیر بولا امیر المؤمنین یہ ہے آپ کی سلطنت کی حقیقت جو ایک گلاس اندر لے جانے میں اور باہر نکالنے میں خرچ ہو جائے گی۔

بہر حال یہ تین دلیلیں بطور مثال کے آپ کے سامنے عرض کر دی گئیں ہیں ورنہ قرآن کریم نے تو ایسی بے شمار دلیلیں بیان کی ہیں جن

میں دنیا کی چیزوں کو پیش کر کے انسان کو دعوت فکر ی ہے کہ اگر خدا نام کی کوئی چیز دنیا میں نہیں ہے تو یہ سارے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دینے والا کون ہے۔ باقی آئندہ انشاءاللہ تعالٰی

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

نویں تقریر

نویں تقریر

پہلا عقیدہ وجود باری تعالیٰ پر ایمان لانا

(قسط نمبر۳)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

فأعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَایَكُوْنُ مِنْ نَجْوٰیٰ ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ
اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ
مَعَهُمْ اَیْنَ مَاكَانُوْا ، صدق اللہ العظیم

(سورۂ مجادلۃ، پ۲۸ رکوع ۲)

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

وجود باری تعالیٰ کا عقیدہ بیان ہو رہا ہے اس سلسلے میں قرآن کے بیان کردہ فطری دلائل میں سے مثال کے طور پر چند دلائل بیان ہو چکے ہیں ،

اب آگے چلنے سے قبل منکرین خدا دھریوں کے دلائل کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے، اس لئے آج کی نشست میں ان کے دلائل پر بات ہوگی، میرے دوستو اور بزرگو ان کی سب سے بڑی اور اہم دلیل یہی ہوتی ہے کہ اگر خدا کی ذات موجود ہے تو وہ دکھائی کیوں نہیں دیتی، اصل یہی دلیل ہے پھر اس کو مختلف الفاظ اور مختلف انداز سے بیان کرتے رہتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ اگر خدا ہے تو وہ کہاں ہے ہمیں دکھاؤ، کبھی کہتے ہیں اگر خدا ہے تو کس طرف ہے، کبھی کہتے ہیں خدا ہے تو بتاؤ اس کی شکل وصورت کیسی ہے؟

بہرحال بات صرف ایک ہی ہے کہ وہ دکھائی کیوں نہیں دیتا اسی کو پھیر پھیر کر مختلف انداز سے بیان کرتے رہتے ہیں، اس دلیل کی بنیاد اور دار ومدار ایک عقلی ڈھکوسلے پر رکھی ہوئی ہے، وہ عقلی مفروضہ یہ بنایا ہوا ہے کہ ہر موجود ہونے والی چیز کے لئے دکھائی دینا ضروری ہے اور جو چیز نظر نہ آئے، دکھائی نہ دے وہ موجود نہیں ہوسکتی۔

میرے دوستو اور بزرگو، خوب اچھی طرح سمجھ لو عقل کا دعویٰ کرنے والوں کی یہ دلیل نری بے عقلی اور جہالت ہے، اصل میں عقل اور کامل عقل تو نصیب ہوتی ہے دینداری سے اور ان دھریوں کے پاس دین کیا یہ تو خدا ہی کے منکر ہیں تو عقل نام کی چیز ان کے پاس کہاں ہوسکتی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

,, اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ وَاخْتِلاَفِ الَّیْلِ

وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ،،

بے شک آسمان کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔آگے فرمایا عقلمند کون لوگ ہیں:

،، اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ ،،

جو اُٹھتے بیٹھتے لیٹتے ہر حالت میں اپنے پیدا کرنے والے اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں:

،، وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ،،

اور وہ زمین وآسمان کی پیدائش میں غور کرتے ہیں تو بے ساختہ ان کی زبان سے یہ جملہ نکلتا ہے ،، رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ،، اے ہمارے پروردگار تو نے یہ اتنی بڑی کائنات، اتنے بڑے بڑے آسمان اور اتنی بڑی بڑی زمینیں اور زمین اور آسمان کے درمیان میں بسنے والی ہزار ہا قسم کی مخلوقات اور اس کائنات کو چلانے کا مستحکم نظام یہ ساری چیزیں

،، رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ،،

یہ ساری چیزیں آپ نے یوں ہی بے کار پیدا نہیں فرمائیں ضرور ان کے پیدا کرنے سے آپ کا کوئی مقصد ہے۔

تو یہ لوگ ہیں عقل والے، دنیا میں سب سے زیادہ عقلمند انبیاء علیہم

السلام ہوتے ہیں، دنیا کے سارے عقلمند مل کر کے بھی ایک نبی کی عقل کا مقابلہ نہیں کر سکتے، افلاطون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا ایک سوال کا جواب دو تو میں مان جاؤں گا کہ تم خدا کے نبی ہو، سوال یہ کیا کہ دنیا میں آنے والے مصائب اور حوادثات، بلائیں اور آفتیں تیر بن جائیں اور آسمان کمان بن جائے جہاں سے تیر چلائے جائیں اور تیر چلانے والی ذات خدا کی ہو تو بتاؤ بچنے کی کیا صورت ہے کہ انسان وہ صورت اختیار کر کے ان مصائب کے تیروں سے بچ جائے۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے بے ساختہ فوراً جواب دیا تیر انداز کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ اس کے قدموں پہ گر پڑو اس کے قریب ہو جاؤ تو آپ تیروں سے بچ جائیں گے اس لئے کہ تیر تو دور والے پر چلائے جاتے ہیں، افلاطون یہ جواب سن کر دنگ رہ گیا، کہنے لگا بے شک آپ نبی ہیں مگر ہمیں نبی کی ضرورت نہیں ہم خود خدا کو پہچان سکتے ہیں، بہر حال سب سے زیادہ عقلمند انبیاء ہوتے ہیں پھر ان کے بعد درجہ بدرجہ جس میں جتنی دینداری ہوگی اس میں اتنی عقل ہوگی۔

تو منکرین خدا دھریوں کی یہ دلیل نری بے عقلی اور جہالت ہے کہ جو چیز موجود ہو اس کا دکھائی دینا ضروری ہے اور جو نظر نہ آئے وہ موجود ہی نہیں ہو سکتی۔ اس سلسلے میں دو باتیں آپ سمجھ لیں۔

پہلی بات:

پہلی بات یہ سمجھیں کہ دھریوں کا مسلمانوں سے یہ مطالبہ کرنا کہ ہمیں خدا دکھاؤ تمہارا خدا کہاں ہے کس طرف ہے، کیسا ہے، شکل وصورت کیسی ہے، اس قسم کا مطالبہ کرنا ان کی حماقت اور بے وقوفی کی دلیل ہے، انہوں نے مسلمانوں کے عقائد نہیں سمجھے، ان میں غور نہیں کیا کہ مسلمانوں کا خدا کے بارے میں عقیدہ کیا ہے، میرے دوستو مسلمانوں کا عقیدہ خدا کی ذات کے بارے میں یہ ہے کہ وہ جسم سے، جہت سے پاک ہے اس کا بدن اور جسم نہیں ہے، اس کے ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، کان، دل، دماغ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہیں اللہ تعالیٰ ان ساری چیزوں سے پاک ہے وہ ہر جگہ ہر وقت موجود ہوتا ہے، قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

,,اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ،،

جس طرف بھی اپنے رُخ کو پھیرو گے ادھر ہی اللہ ہوگا، اور ارشاد فرمایا،

,,وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ،،

تم جہاں بھی ہوگے جس جگہ بھی پہنچ جاؤ گے اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ وہاں بھی ہوگا دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں پوری کائنات میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے کہ جہاں تم چلے جاؤ اور وہاں خدا کی ذات نہ ہو سورۃ مجادلہ میں ارشاد فرمایا،

,,مَايَكُوْنُ مِنْ نَجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ ،،

جب تم تین آدمی مشورے کیلئے بیٹھتے ہو تو چوتھا وہ خدا تمہارے ساتھ

ہوتا ہے،

,,وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ،،

اور جب تم پانچ بیٹھتے ہوتو چھٹاوہ خداتمہارے ساتھ ہوتا ہے

تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ ہر وقت موجود ہوتی ہے ہر جگہ ہر وقت موجود ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ دکھائی نہیں دیتے اس دنیا میں ان دنیا کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا جاسکتا انسانی آنکھوں میں اتنی تاب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرسکیں اتنی طاقت نہیں اتنی قوت بینائی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرسکیں موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی،

,,رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ،،

اے میرے رب مجھے اپنا دیدار کرائیں میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں

جب ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا اللہ تعالیٰ کی کلام سننے کا لطف اور سرور آیا تو دل میں شوق پیدا ہوا کہ جس کی کلام اتنی شیریں اور لذیذ ہے اس کے دیدار میں کتنا مزہ ہوگا تو عرض کیا،

,,رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ،،

اے میرے رب مجھے اپنا دیدار کرائیں میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ,,لَنْ تَرَانِیْ،، آپ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے،

,, وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ

مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرَانِیْ،،

میں اپنی تجلی پہاڑ پر ڈالتا ہوں آپ پہاڑ کو دیکھیں اگر پہاڑ میری تجلی برداشت کر گیا تو پھر آپ بھی دیکھ سکیں گے،

,,فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا,,

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی پہاڑ پر ڈالی تو پہاڑ کے پرخچے اڑ گئے موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھوٹی انگلی کے سرے پر اپنا انگوٹھا رکھ کر ارشاد فرمایا کہ صرف اتنا نور اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا تو پہاڑ کے ٹکڑے اڑ گئے موسیٰ علیہ السلام یہ منظر بھی برداشت نہ کر سکے اور بے ہوش کر گر گئے۔

تو میرے دوستو پیغمبر میں چالیس جنتیوں کی طاقت ہوتی ہے اور ایک جنتی میں دنیا کے سو انسانوں کی طاقت ہوگی کھانے پینے کی دیکھنے سننے کی سمجھنے کی تو اندازہ کریں ایک پیغمبر میں دنیا کے چار ہزار انسانوں کی طاقت ہوتی ہے مگر وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نورانی تجلی کی تاب نہیں لاسکتا تو باقی انسان اللہ تعالیٰ کو کیسے دیکھ سکتے ہیں۔

تو دنیا میں ان فانی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوسکتا ہاں جنت میں جانے کے بعد جب ساری طاقتیں بڑھ جائیں گی ان آنکھوں کو دائمی بینائی کانوں کو دائمی شنوائی کی طاقت دل اور دماغ کو دائمی سمجھنے کی طاقت نصیب ہوگی تو وہاں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا اللہ تعالیٰ کی کلام جنتی اپنی کانوں سے سنیں گے اور اللہ تعالیٰ کا دیدار اپنی آنکھوں سے کریں گے سرکار دو عالم صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جیسے چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو کہ ہر ایک بلا تکلف اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر دیکھ سکتا ہے ایک کا دیکھنا دوسرے کے دیکھنے میں رکاوٹ نہیں بنتا اس طرح اللہ تعالی کا تمہیں دیدار نصیب ہوگا۔

تو بات یہ بیان ہو رہی تھی کہ اللہ تعالی کی ذات کے بارے میں مسلمانوں کی عقائد اور نظریات یہ ہیں کہ وہ جسم اور جہت سے شکل وصورت سے پاک ہے ہر جگہ ہر وقت موجود ہوتا ہے اس کو ان دنیا کی فانی آنکھوں سے دیکھنا ناممکن ہے۔

اب آپ میرے دوستو سوچیں جو ذات ہر جگہ ہر وقت موجود ہے اس کے بارے میں یہ پوچھنا کہ وہ کہاں ہے کتنی بے وقوفی کی بات ہے کمرے میں بلب جل رہا ہے پورا کمرہ روشنی سے جگمگ کر رہا ہے یا سورج نکلا ہوا ہے پورا عالم منور ہے دھوپ چڑھی ہوئی ہے کوئی آ کر کے پوچھتا ہے بتاؤ روشنی کہاں ہے بتاؤ دھوپ کہاں ہے تو بتایئے اس کو پاگل نہیں کہا جائے گا تو اور کیا کہا جائے گا اس کو جواب دیا جائے گا ارے تم بتاؤ روشنی کہاں نہیں ہے دھوپ کہاں نہیں ہے اسی طرح جو ذات جسم سے جہت سے شکل وصورت سے پاک ہے اس کے بارے میں یہ سوال کرنا کہ وہ کیسا ہے کس شکل وصورت والا ہے دکھائی کیوں نہیں دیتا یہ سوال بھی بے وقوفی والا ہے شکل وصورت تو جسم والی چیز کی ہوتی ہے اور دکھائی بھی وہ جسم والی چیز دیتی ہے

بہرحال ابتک پہلی بات بیان ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مسلمانوں کے یہ عقائد ہیں کہ وہ جسم سے جہت وغیرہ سے شکل وصورت سے دکھائی دینے سے پاک ہے۔

دوسری بات:

میرے دوستو اور بزرگو!

دوسری بات یہ سمجھیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کئی ایسی چیزیں بتا سکتے ہیں جو موجود ہیں اور ایسی موجود ہیں کہ ساری دنیا ان کے وجود کو تسلیم کرتی ہے اس کے باوجود وہ دکھائی نہیں دیتیں نہ ان کا جسم ہے نہ شکل وصورت ہے نہ وہ نظر آتی ہیں اور ایسی چیز ایک نہیں بلکہ بہت ساری ہیں میرے دوستو غور کریں کہ جب مخلوق ایسی ہوسکتی ہے کہ موجود ہونے کے باوجود دکھائی نہ دے تو ان کا خالق ایسا کیوں نہیں ہوسکتا جس خالق نے اپنی صفت اور کاریگری سے ایسی عجیب چیزیں پیدا فرمادی ہیں جو موجود بھی ہیں اور اپنا کام بھی کررہی ہیں مگر پھر بھی وہ نظر نہیں آتیں دکھائی نہیں دیتیں تو وہ خالق اگر نظر نہ آئے تو اس میں حیرانگی اور تعجب کی کون سی بات ہے اب میں آپ کے سامنے موجود ہوکر نہ دکھائی دینے والی چیزوں کی مثالیں بیان کرتا ہوں۔

پہلی مثال

میرے دوستو دنیا کے ہر انسان میں روح موجود ہے یہ بدن پر سرخی

اور چہرے پر تازگی اور بدن کا حرکت کرنا ادھر سے ادھر جانا یہ سب آثار ہیں روح کے مگر آج تک روح کو کسی نے نہیں دیکھا کوئی اس کی شکل وصورت نہیں بتا سکتا اس کی رنگت نہیں بتا سکتا کہ کالی ہے یا سفید مگر ساری دنیا بن دیکھے اس کو ماننے پر مجبور ہے بدن میں روح کا ٹھکانا کوئی نہیں بتا سکتا اگر بالفرض کسی انسان کو دوسرے انسان کے بدن میں داخل کر دیا جائے کہ دیکھ کر بتاؤ کہ روح کہاں بیٹھی ہوئی ہے تو وہ یہی بتائے گا کہ انسان کے بدن کے ذرے ذرے میں روح کا جلوہ دکھائی دے رہا ہے تو میرے دوستو جیسے انسانی روح کو ہم نے بن دیکھے بغیر شکل وصورت کے اور بغیر اس کے ٹھکانے کے معلوم ہونے کے مان لیا ہے اسی طرح اس کائنات کا جو اتنا بڑا بدن اور جسم ہے اس کائنات والے جسم کی بھی ایک روح ہے جو ذرے ذرے میں پتے پتے میں جلوہ گر ہے مگر وہ دکھائی نہیں دیتی شکل وصورت سے پاک ہے جسم اور جہت سے پاک ہے اور وہ خدا کی ذات ہے وہی اس کائنات کی روح ہے تو جب روح نظر نہ آنے کے باوجود موجود ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات نظر نہ آنے کے باوجود کیوں موجود نہیں ہے۔

دوسری مثال

عقل کو ساری دنیا تسلیم کرتی ہے یہ منکرین خدا خدا کی ذات کا اپنے عقل کی بنیاد پر ہی تو انکار کرتے چلے جا رہے ہیں غرض دنیا کے ہر انسان

میں عقل موجود ہے اور جن کی عقل میں گڑبڑ ہوتی ہے ان کو بیوقوف اور دیوانہ اور پاگل کہا جاتا ہے تو ساری دنیا کے انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے عقل والی نعمت عطاء فرمائی ہے اور یہی وہ نعمت ہے جس کی وجہ سے انسان حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے مگر آج تک کسی نے عقل کو نہیں دیکھا دیدار نہیں کیا عقل کی شکل نہیں بتائی جاسکتی اس کا رنگ روپ نہیں بتایا جاسکتا ہے جب عقل ساری دنیا کے انسانوں میں دکھائی نہ دینے کے باوجود موجود ہے تو دنیا کے اربہا انسانوں میں ایسی عقل پیدا کرنے والا خالق اگر نہ دکھائی دینے کے باجود موجود ہو تو اس میں حیرانگی اور تعجب کی کون سی بات ہے۔

تیسری مثال

ہوا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور ساری دنیا میں ہر وقت ہر جگہ موجود ہوتی ہے اس ہوا پر انسانوں کے سانسوں کی بلکہ تمام جانداروں کے سانسوں کی آمد و رفت کا دارو مدار ہے اگر ایک منٹ کیلئے ہوا بالکل ختم ہوجائے غائب ہوجائے تو کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا ہر جگہ ہر وقت موجود ہونے کے باوجود میرے دوستو آج تک کسی نے ہوا کو دیکھا نہیں اس کی شکل وصورت اس کا رنگ و روپ کوئی نہیں بتا سکتا کہ کیسا ہے اور نہ اشارہ کرکے کوئی بتا سکتا ہے کہ ہوا یہاں موجود ہے اور یہاں موجود نہیں میرے دوستو غور کریں جب ہوا مخلوق ہو کر دکھائی نہ دینے کے باوجود ہر جگہ موجود ہو سکتی ہے تو خدا کی ذات دکھائی نہ

دینے کے باوجود کیوں ہر جگہ موجود نہیں ہوسکتی خوب اچھی طرح سمجھ لیں جب ہوا چلتی ہے درختوں کی شاخیں پتے ہلتے ہیں اور دروازوں کے کواڑ حرکت کرتے ہیں یہ سب ہوا کی علامتیں ہیں یہاں ان کا ہلنا اور حرکت کرنا ہوا چلنے کی نشانی اور علامت ہوتا ہے تو ہوا کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا مگر پھر بھی ساری دنیا اس کو موجود ماننے کیلئے تیار ہے اور بغیر کسی دلیل کے مان رہی ہے۔

چوتھی مثال:-

دیکھئے بخار کو کسی نے نہیں دیکھا مگر ساری دنیا بخار کو مانتی ہے بدن کا گرم ہونا جسم کا ٹوٹنا یہ سب بخار کی نشانیاں ہیں مگر بخار خود تو نظر نہیں آتا نظر نہ آنے کے باوجود ڈاکٹروں کی طرف دوڑ لگا رہے ہیں کہ بھائی بخار چڑھا ہوا ہے کوئی پوچھے کہ دکھاؤ بخار کیسا ہے تو کوئی نہیں دکھا سکتا مگر سب ماننے پر مجبور ہیں واہ رے انسان تو نے روح کو عقل کو ہوا کو بخار کو تو بن دیکھے مان لیا ہے صرف نشانیوں سے اور خدا کی ذات کو بن دیکھے ماننے پر تیار نہیں حالانکہ اتنی بڑی بڑی نشانیاں اس کی ذات پر دلالت کرنے والیاں موجود ہیں کہ تو تھوڑا سا اگر غور کرتا تو یقیناً بات سمجھ میں آجاتی اللہ تعالیٰ نے سورۃ غاشیہ میں کے والوں کو عجیب انداز سے غور و فکر کی دعوت دی ہے،

,,اَفَلاَ یَنظُرُوْنَ اِلَی الاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ،،

کیا اونٹوں پر سفر کرنے والے اونٹ کی ذات میں غور نہیں کرتے کہ یہ لمبی گردن والا لمبی لمبی ٹانگوں والا اتنے بڑے ڈیل ڈول والا جانور کیسے

خود بخود پیدا ہوگیا،

,, وَإِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ،،

کیاان کو یہ اتنا بڑا آسمان نہیں دکھائی دے رہا ہے کہ بغیر ستونوں کے کیسے بلند کر دیا گیا اور ٹھہرا ہوا ہے،

,,وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ،،

پہاڑوں میں غور نہیں کرتے یہ کیسے کھڑے کردئے گئے کہ ان کی بلند چوٹیاں آسمانوں سے باتیں کر رہی ہیں کیا یہ بغیر کسی بنانے والے کے خود بن گئے ہیں،

,,وَإِلَى الأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ،،

کیا یہ زمین میں غور نہیں کرتے کہ اس کو کیسے بچھا دیا گیا تو یہ ساری علامتیں اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرنے والی ہیں جب ہوا کو روح کو عقل کو علامات کی وجہ سے مانا جاسکتا ہے تو ان علامات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے وجود کو تسلیم کر لینے میں کیا رکاوٹ ہے۔

میرے دوستو اصل میں بات وہی ہے جو حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے ,,رَبّ رُسّے مَتّ کُھسّے ،،یعنی جب اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو آدمی کی عقل چھین لیتا ہے عقل پر پردے پڑ جاتے ہیں اتنی واضح بات بھی انسان کو سمجھ میں نہیں آتی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین .

دسویں تقریر

دسویں تقریر
صفات باری تعالیٰ کا بیان
(قسط نمبر۱)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ، اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ فَبِاَيِّ آلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ،

صدق اللہ العظیم .

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

عقائد کا بیان شروع ہوا ہے اب تک پہلا عقیدہ بیان ہوا وجود باری تعالیٰ کا عقیدہ کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا اس کا نظام چلانے والا خدا موجود ہے اس پر تفصیلی بات ہو چکی ہے اب دوسرے نمبر پر بیان

ہوگا صفات باری تعالیٰ کا ذات خداوندی کے ماننے کے بعد اس کی صفات کو ماننا اس کی صفات پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔

تمہیدی بات

صفات کو شروع کرنے سے قبل دو باتیں ذہن میں رکھنی ضروری ہیں۔
پہلی بات: اللہ تعالیٰ کی ذات نقصان والی ساری صفتوں سے پاک ہے۔
دوسری بات: کمال والی ساری صفتیں اس کے لئے ثابت ہیں۔

پہلی بات:

نقص والی کوئی صفت اس کی ذات میں نہیں پائی جاتی وہ ذات ہر قسم کے نقص اور عیوب سے پاک ہے مثلاً کھانے اور پینے سے پاک ہے کھانا کھانا اور پانی پینا یہ نقصان والی صفات ہیں جو کھاتا ہے اور پیتا ہے اس کو بھوک اور پیاس لگتی ہے وہ کھانے اور پانی کا محتاج ہو جاتا ہے اپنی بھوک مٹانے اور پیاس بجھانے میں بلکہ کھانا کھانے والا اور پانی پینے والا تو ساری کائنات کا محتاج ہوتا ہے کائنات کے ذرے ذرے کا محتاج ہوتا ہے اور خدا تو وہ ہوتا ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو سورۃ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے عقیدے کی تردید فرماتے ہوئے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا،

,,كَانَايَاكُلَانِ الطَّعَامَ،،

ارے ظالموتم حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا خدا سمجھتے ہو وہ خدا کہاں ہو سکتے ہیں وہ دونوں تو کھانا کھاتے تھے اور جو کھانا کھاتا ہے وہ ساری کائنات کا محتاج ہوتا ہے وہ غلّے کے اگانے میں زمین کا محتاج ہے کاشتکار کا بھی محتاج ہے ہل چلانے والے بیلوں کا ٹریکٹر کا بھی محتاج ہے پھر بیج کا محتاج پھر بادلوں کا محتاج کہ وہ پانی برسائیں تو غلہ اگے پھر سورج کی گرمی اور چاند کی چاندنی کا محتاج تب جا کر وہ غلہ پکے گا جب غلہ پک جائے کھیت تیار ہو جائے تو اب کاٹنے والوں کا محتاج کٹنے کے بعد تھریشر کا محتاج کہ بھوسا اور دانہ الگ الگ ہو جائے جب دانہ تیار ہو جائے تو اب آٹا پینے والی چکی کا محتاج کہ وہ آٹا پیسے آٹے کے پینے کے بعد آٹا گوندھنے والی کا محتاج پھر روٹی پکانے والی کا محتاج توے اور چولہے اور آگ کا محتاج اب روٹی پک گئی اب لقمہ اٹھا کر منہ میں ڈالا اس کے چبانے کیلئے دانتوں کا محتاج زبان کا اور حلق کا محتاج پیٹ میں پہنچنے کے بعد معدے کا اور قوت ہاضمہ کا محتاج پھر اسکے بعد پیشاب پاخانے کی حاجت ہوگئی اسکا محتاج ہو گیا تو جو کھانا کھاتا ہے وہ ساری کائنات کا محتاج ہوتا ہے اور جو محتاج ہو وہ خدا کہاں ہو سکتا ہے خدا تو وہ ہوتا ہے کہ ساری کائنات اسکی محتاج ہو مگر وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔

اندازہ فرمائیں کہ روٹی کا لقمہ جو انسان کے منہ تک پہنچتا ہے اسکے تیار کرنے میں کائنات کی ساری طاقتیں خرچ ہوتی ہیں تب جا کر انسان کو وہ

لقمہ نصیب ہوتا ہے اور دن رات میں انسان پتہ نہیں کتنے ہی ایسے لقمے بے سوچے سمجھے منہ میں ڈال لیتا ہے اور غفلت کے ساتھ ڈکار مارتا ہوا اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں مبتلا رہتا ہے۔

شیخ سعدیؒ نے یہی بات فرمائی:

ابر و باد و ماہ و خورشید و فلک در کار اند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری

سورج چاند ستارے ہوائیں بادل آسمان سارے تیری خدمت میں لگے ہوئے ہیں تیری روٹی تیار کر رہے ہیں کہ تو وہ روٹی حاصل کر کے غفلت کے ساتھ نہ کھائے بہرحال بات دوسری طرف نکل گئی اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو بات سمجھانے کیلئے ارشاد فرمایا کہ ,, كَانَا يَاْكُلَانِ الطَّعَامَ ،حضرت مریم وحضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کھانا کھاتے تھے اور جو کھانا کھائے وہ تو ساری کائنات کا محتاج ہوتا ہے اور جو محتاج ہو وہ خدا کہاں بن سکتا ہے تو کھانا اور پینا نقص اور عیب والی صفتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات نقصان والی صفتوں سے پاک ہے۔

اسی طرح تھک جانا اور سو جانا یہ بھی نقصان اور عیب والی صفتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات تھکنے اور سونے سے پاک ہے آیت الکرسی

میں فرمایا:

,,لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ،،

نہ اس کو نیند آتی ہے نہ اونگھ آتی ہے آیت الکرسی میں فرمایا

,,وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا،،

زمین و آسمان اور انکے درمیان والی مخلوقات کو جیسے اسنے اکیلے بنایا ہے اسی طرح اکیلے تن تنہا ان کی حفاظت بھی کر رہا ہے اور ان کی حفاظت سے اس کو کوئی تھکاوٹ نہیں لاحق ہوتی تھکنا یہ مخلوق کی صفت ہے۔

سورۃ قٓ میں فرمایا:

,,اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ،،

کافروں کو منکرین قیامت کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ جب تم یہ مانتے ہو کہ ہم نے پہلی مرتبہ ساری کائنات کو تن تنہا پیدا کیا اس کو ماننے کے باوجود پھر تم یہ کہتے ہو کہ قیامت قائم نہیں ہوگی اور ہمیں دوبارہ پیدا نہیں کیا جائے گا تو ,, اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ،، پہلی مرتبہ بنا کر کیا ہم تھک گئے ہیں کہ ہمیں آرام کی ضرورت ہو، احقاف میں فرمایا،

,,اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَادِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ،،

کیا ان کافروں نے غور نہیں کیا کہ جس خدا نے زمین و آسمان کو اکیلے

خود پیدا کیا اور انکے پیدا کرنے سے وہ تھکا نہیں اس کو تھکاوٹ لاحق نہیں ہوئی ,,وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ ،،ان کے پیدا کرنے سے وہ تھکا نہیں کیا وہ خدا مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں,, بَلیٰ اِنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ،، کیوں نہیں وہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

سورۃ قٓ میں فرمایا:

,,وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضَ وَمَابَيْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَامَسَّنَامِنْ لُّغُوْبٍ ،،

ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان والی مخلوق کو صرف چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کوئی تھکاوٹ لاحق نہیں ہوئی۔

تو میرے دوستو سونا نیند کا آنا اونگھ آجانا اور تھکاوٹ کا لاحق ہوجانا یہ ساری نقصان والی صفتیں ہیں اللہ تعالی کی ذات ان عیوب سے پاک ہے۔

اسی طرح عاجز اور بے بس ہونا یہ نقصان والی صفت ہے خدا کی ذات اس عیب سے بھی پاک ہے ساری کائنات کی طاقتیں ملکر کے کسی معاملے میں بھی اللہ تعالی کو بے بس اور عاجز نہیں بنا سکتیں, تفصیلی ذکر اس کا انشاء اللہ صفات کمالیہ کے بیان میں آگے آرہا ہے۔

اسی طرح جہالت سے بھی خدا کی ذات پاک ہے کسی بات کو نہ جاننا کسی واقعہ سے بے خبر ہونا یہ جہالت ہے اللہ تعالی اس عیب سے بھی پاک ہے کائنات کے ذرے ذرے کا اسکو تفصیلی علم ہے۔

اسی طرح میرے دوستو فنا کا طاری ہونا مر جانا یہ صفت بھی نقصان والی ہے خدا کی ذات اس سے بھی پاک ہے وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ رہے گی کبھی اسکو موت نہ آئے گی۔

سورۃ رحمٰن میں ارشاد فرمایا:

,, كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ
ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ،،

جو مخلوق بھی زمین پر ہے سب فنا ہونے والی ہے صرف تیرے رب کی ذات باقی رہے گی جو بزرگی والی ہے۔

سورۃ قصص میں فرمایا:

,, كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ،،

ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے صرف اس کی ذات باقی رہے گی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ پرانے کھنڈرات کے کنارے پر کھڑے ہو کر سوال فرمایا کرتے کہاں ہیں ان کے بنانے والے پھر خود ہی جواب میں یہ آیت پڑھتے

,, كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ،،

ہر چیز فنا ہونے والی ہے محلات کے بنانے والے چل بستے ہیں، محلات باغات اجڑ جاتے ہیں صرف خدا کی ذات باقی رہنے والی ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ لبید شاعر نے سچا

کلمہ کہا ہے، بڑا سچا شعر کہا ہے

،،اَلاَ کُلُّ شَیْئٌ مَاخَلاَ اللّٰہَ بَاطِلٌ ،،

اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز باطل ہے ختم ہونے والی ہے ،تو فنا ہونا نقصان والی صفت ہے ،خدا کی ذات اس سے پاک ہے۔

حدیث میں آتا ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسرافیل علیہ السلام پہلی مرتبہ جب صور پھونکیں گے تو کائنات میں جتنے جاندار ہیں سب مرجائیں گے، زمین کی مخلوقات اور آسمان کی مخلوقات بھی سب فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے ،صرف چار فرشتے زندہ رہ جائیں گے ،حضرت جبرئیل امین ،حضرت میکائیل ،حضرت اسرافیل اور خود ملک الموت پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملک الموت سب سے اوّل حضرت جبرئیل امین کی جان نکالیں گے ،وہ فرشتہ جو سارے فرشتوں کا سردار تھا سید الملائکہ تھا تمام انبیاء کے پاس وحی لانے والا تھا، اس کی روح نکال لی جائے گی وہ بھی مرجائے گا، پھر اس کے بعد حضرت میکائیل علیہ السلام کی جان نکال لی جائے گی ،اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ،اسرافیل علیہ السلام کی جان نکال لو، چنانچہ وہ فرشتہ جس کے صور پھونکنے سے ساری کائنات کے جاندار مرگئے تھے اس فرشتہ کو بھی موت آجائے گی ، ملک الموت اسرافیل علیہ السلام کی جان بھی نکال لیں گے ، پھر اللہ تعالیٰ ملک الموت سے پوچھیں گے اب کون باقی ہے ملک الموت عرض کریں گے ،میرے مولیٰ اب آپ باقی ہیں اور صرف میں باقی ہوں، اللہ تعالیٰ ارشاد

فرمائیں گے میرے بغیر سب نے فنا ہونا ہے تم اپنی جان بھی نکال لو، چنانچہ جنت اور جہنم کے درمیان ملک الموت اپنی جان نکالیں گے، اور ایسی چیخ ماریں گے کہ اگر اس وقت مخلوق زندہ ہوتی تو ان کی ہیبت ناک چیخ سن کر مر جاتی، وہ فرشتہ جس نے تمام انبیاء کی، تمام اولیاء کی، تمام مخلوق کی روح نکالی تھی آخر وہ بھی مر جائے گا، ملک الموت کے مرنے کے بعد اس کائنات میں صرف خدا کی ذات باقی ہوگی، سچ فرمایا:

,, كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالاِكْرَام،،

,, كُلُّ شَيْئٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ،،

چالیس سال کا زمانہ ساری مخلوق کو اسی طرح مرے ہوئے گذرے گا، اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی زندہ نہ ہوگا، اسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ کر اعلان فرمائیں گے۔

,, لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ،،

آج کس کی بادشاہی ہے۔

,, اَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ ،،

دنیا کے بڑے بڑے جابر بادشاہ اپنی بڑائی کا دعوائی کرنے والے آج کہاں گئے۔

،،لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ،،

آج کس کی بادشاہی ہے جب کوئی جواب دینے والانہیں ہوگا تو اللہ تبارک وتعالیٰ خود ہی جواب دیں گے۔

،، لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ،،

آج اکیلے اللہ کی بادشاہی ہے۔

بات لمبی ہوگئی بات یہ چل رہی تھی کہ فنا ہونا یہ نقصان اور عیب والی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ اس نقصان والی صفت سے اور اس عیب سے پاک ہے۔

دوسری بات:

اب تک پہلی بات چل رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نقائص اور عیوب سے پاک ہے دوسری بات یہ سمجھیں کہ صفات کمال ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں، کمال کی کوئی صفت ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہ ہو، خالق ہونا، مالک ہونا، عالم الغیب ہونا، کائنات کے ذرے ذرے کا علم رکھنا، سمیع وبصیر ہونا، قادر ہونا، یہ ساری کمال والی صفات اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں، میرے دوستو سور بزرگو! بندوں کے کمالات اور اللہ تعالیٰ کے کمالا ت میں دوطرح کا فرق ہے۔

پہلا فرق

پہلا فرق یہ ہے کہ بندوں کی جتنی بھی کمال والی صفات ہیں اور جتنے

بھی کمالات ہیں وہ ان کے اپنے نہیں ہیں بلکہ کسی کے دیئے ہوئے ہیں، خوبصورت ہونا، مالدار ہونا، بادشاہ ہونا، عالم فاضل ہونا، سائنسدان ہونا، حیرت انگیز ایجادات کا موجد ہونا، انجینئر ہونا، عجیب وغریب چیزیں بنانا، یہ سارے کمالات کسی بھی انسان میں ہوں گے وہ اس کے اپنے نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے ہیں، مال اللہ تعالیٰ نے دیا، حسن وجمال اللہ تعالیٰ نے دیا، اقتدار اللہ تعالیٰ نے دیا، سائنسدانوں کو عقل اور دماغ اللہ تعالیٰ نے دیا، پھر اس کو استعمال کر کے، اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے مادے اور میٹریل کو استعمال کر کے، اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے مادے اور میٹریل کو جمع کر کے ایک چیز بنا دیتے ہیں تو واہ واہ ہو جاتی ہے، یہ کمال ان کو کس نے دیا؟ اللہ تعالیٰ نے دیا، اس لئے قرآن نے کہا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ"

دنیا میں جتنی بھی تعریفیں ہوتی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں، خدا کے سوا کسی کی تعریف نہیں ہو سکتی، آپ جس کی بھی تعریف کریں گے، کسی کمال کی بنیاد پر کریں گے اور وہ کمال اس کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، تو کمال دینے والے کی تعریف ضرور ہوگی۔

تو بندوں کے سارے کمالات اپنے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے ہیں مگر خدا تعالیٰ کی ساری صفات کمالیہ اپنی ذاتی ہیں کسی کی دی ہوئی نہیں، اس کے سارے کمالات اپنے ہیں کسی کے دیئے ہوئے نہیں، وہ اپنی کمال والی

صفت میں مخلوق کا محتاج نہیں بلکہ وہ اپنے کمال میں مخلوق کے ماننے کا بھی محتاج نہیں وہ خالق ہے، وہ رازق ہے وہ ساری کائنات کا بادشاہ ہے، کوئی نہ مانے تب بھی وہ خالق ہے نہ مانے تب بھی وہ خالق ہے، وہ رازق ہے کوئی نہ مانے تب بھی وہ رازق ہے اور کوئی نہ مانے تب بھی وہ رازق ہے۔ بندوں کے سارے کمالات اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سارے کمالات اپنے ذاتی ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں۔

اس لئے بندہ جب کسی کمال پر اِتراتا ہے، اکڑتا ہے، بڑائی کا اظہار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بڑا غصہ آتا ہے، دوسرے کی چیز پر اپنی بڑائی کا اظہار کرنا کتنی عجیب بات ہے جیسے ایک دوست دوسرے دوست کے پاس اپنی گاڑی کھڑی کر کے چلا گیا اب وہ دوسرا دوست اس کی گاڑی میں بیٹھ کر گھوم رہا ہے اور اِترا رہا ہے کہ ہم گاڑی والے ہیں، کرائے کے مکان میں رہنے والے فخر کریں کہ ہم بنگلے والے ہیں، تو جن کو حقیقت معلوم ہوگی وہ ان کو پاگل نہیں سمجھیں گے، تو اور کیا سمجھیں گے؟

میرے دوستو یہی حال بندہ کے کمالات کا ہے کہ چند دنوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی خوبی دے دی ہے یہ اس پر اترا رہا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کو بڑا غصہ آتا ہے، بڑائی اسی ذات کے لائق ہے جس کے سارے کمالات اپنے ہیں اور وہ اپنے کمالات میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔

دوسرا فرق

بندوں کے کمالات اور اللہ تعالیٰ کے کمالات میں دوسرا فرق یہ ہے کہ بندوں کے پاس جتنی خوبیاں ہیں وہ ساری عارضی ہیں، جتنے کمالات ہیں وہ سارے عارضی ہیں، چند دن کے لئے ہیں یا تو وہ خوبی دنیا ہی میں چھن جائے گی ورنہ موت آ کر چھین لے گی، مال ہے، اقتدار ہے، حسن و جمال ہے، عزت ہے وہ چند دن کے لئے، نواز شریف صاحب نے اقتدار کو بڑا بچانے کی کوشش کی، ہر وہ سوراخ بند کر دیا جس سے اقتدار کو خطرہ لاحق ہو سکتا تھا، مگر وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کے سارے کمالات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہیں اور بندوں کی خوبیاں اور کمالات ایک نہ ایک دن ختم ہونے والے ہیں۔

,,چند دن کی چاندنی پھر اندھیری رات ہے،،

تو ایسی خوبیوں پر اور کمالات پر انسان کیا فخر کرے جو چند دنوا . مں ختم ہونے والی ہیں۔

اب آگے انشاء اللہ چند صفات کمالیہ بیان کی جائیں گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر کامل یقین نصیب فرمائے، آمین،

و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین ۔

گیارھویں تقریر

گیارھویں تقریر

صفات باری تعالیٰ کا بیان

قسط نمبر (۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ، اما بعد :

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ . صدق اللہ العظیم

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

ذات باری تعالیٰ کے وجود کا عقیدہ بیان ہو چکا اب صفات باری تعالیٰ کا بیان کرنا ہے اس سلسلے میں تمہیدی بات گذشتہ جمعے بیان ہو چکی ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ بے شمار ہیں ان سب

کو بیان کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ہیں صرف نمونہ کے طور پر چند اہم اہم صفات آپکے سامنے بیان کروں گا خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ کہف میں ارشاد فرمایا:

,,قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَاداً لِكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَداً،،

میرے پیغمبر آپ فرمادیں کہ وہ کلمات اور عبارات جو اللہ تعالیٰ کے اوصاف و کمالات پر دلالت کرنے والے ہوں اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی صفات اور کمالات کو بیان کیا جاسکتا ہو ایسے کلمات کو لکھنے کیلئے سمندر کا پانی روشنائی بن جائے اور اس روشنائی سے اللہ تعالیٰ کی صفات کو لکھنا شروع کردیا جائے تو سمندر کی سیاہی ختم ہوجائے گی اگر چہ اس جیسا ایک اور سمندر بھی لے آئیں وہ بھی ختم ہوجائے گا مگر اللہ تعالیٰ کی صفات اور کمالات لکھنے میں نہیں آسکتے وہ ختم نہیں ہوں گے۔

سورۃ لقمان میں فرمایا:

,,وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ،،

فرمایا زمین میں جتنے درخت ہیں وہ سارے قلم بنادے جائیں میرے دوستو سوچیں ایک ایک درخت سے ہزاروں قلمیں بن سکتی ہیں پوری دنیا میں کتنے باغات ہیں اور ہر ہر باغ میں ہزاروں درخت ہوتے ہیں اور ایک

ایک درخت سے ہزاروں قلمیں بنتی ہیں تو سوچیں کتنی قلمیں بنیں گی تو فرمایا زمین کے سارے درختوں کو قلمیں بنادیا جائے اوراسی سمندر کے ساتھ سات سمندراور بھی ملا کران سب کو سیاہی بنادیا جائے اوران قلموں اوراس سیاہی سے اللہ تعالی کی صفات اور کمالات اور معلومات کولکھنا شروع کر دیا جائے تو یہ اتنی کثیر قلمیں اور سیاہی ختم ہو جائے گی مگر

,, مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللهِ ,,

اللہ تعالی کی صفات اور کمالات ختم نہیں ہوں گے یعنی لکھنے میں نہیں آئیں گے اللہ اکبر ! وجہ اس کی یہی ہے کہ یہ قلمیں جتنی زیادہ بھی ہو جائیں اور سمندروں کی بنی ہوئی سیاہی جتنی زیادہ بھی ہو جائے مگر میرے دوستو پھر بھی یہ ساری چیزیں محدود ہی رہیں گی ساری دنیا کے درختوں کی قلمیں اور سمندروں کی سیاہی محدود ہے اور اللہ تعالی کی صفات اور کمالات غیر محدود ہیں وہ ختم ہونے والے نہیں تو محدود قلموں اور محدود سیاہی سے غیر محدود صفات کو کیسے لکھا جاسکتا ہے۔

اسلئے میں نے عرض کیا کہ نمونہ کے طور پر چند اہم اہم صفات آپ کے سامنے بیان کی جائیں گی ساری صفات کون بیان کرسکتا ہے؟

میرے دوستو اور بزرگو اللہ تعالی کی صفات میں سے ایک اہم صفت ہے خالق ہونا اللہ تعالی کے خالق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس پوری کائنات کو، کائنات کے ذرے ذرے کو اللہ تعالی نے تن تنہا اکیلے پیدا کیا اس کائنات

کی بڑی سے بڑی چیزوں کو بھی اور چھوٹی سے چھوٹی چیزوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اکیلے پیدا فرمایا یہ بڑے بڑے آسمان اور بڑی بڑی زمینیں بڑے بڑے پہاڑ بھی اسی نے پیدا فرمائے اور ریت کا ایک چھوٹا سا ذرہ بھی اسی نے پیدا فرمایا، یہ بڑے بڑے درخت بھی اسی نے پیدا فرمائے اور ایک چھوٹا سا تنکا بھی اسی نے پیدا فرمایا یہ بڑے بڑے ڈیل ڈول والے جانور ہاتھی شیر اور اونٹ بھی اسی نے پیدا فرمائے اور ایک کمزور سی چیونٹی بھی اور ایک کمزور مکھی اور مچھر بھی اسی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے، عقاب اور باز جیسے طاقتور پرندے بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے اور چڑیا ممولے جیسے کمزور پرندے بھی، اسی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں۔

غرض اس کائنات کی بڑی بڑی چیزوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمایا اور چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمایا یہی بات اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمائی ہے جو خطبے میں آپ کے سامنے پڑھی گئی ہے ارشاد فرمایا:

,, ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ،،

یہی اللہ تعالیٰ رب ہے تمہارا اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے چاہے چھوٹی ہو یا بڑی ہو، ہر چیز کو اسی نے اکیلے پیدا کیا ہے جب خالق ہونے میں اسکے ساتھ کوئی اس کا شریک نہیں تو معبود ہونے میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں ہوسکتا۔

میرے دوستو اور بزرگو اللہ تعالیٰ کے بنانے میں اور انسانوں کے بنانے میں، اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں اور انسانوں کی کاریگری میں دو اہم فرق ہیں۔

پہلا فرق

پہلا فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ساری کائنات کو اور اس کائنات کی چھوٹی بڑی تمام اشیاء کو پہلی مرتبہ بغیر مادے اور میٹریل کے پیدا کیا یہ اتنے بڑے بڑے آسمان اور اتنی بڑی بڑی زمین اور اتنے بڑے بڑے پہاڑ، ایک وہ وقت تھا کہ ان کا نام ونشان بھی نہیں تھا ان کا مادہ اور میٹریل بھی نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی قدرت کاملہ سے ان ساری چیزوں کو پہلی مرتبہ وجود عطاء فرمایا ،ارشاد باری تعالیٰ ہے،، بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ،، کہ وہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے یعنی پہلی مرتبہ انکو بنانے والا نیست سے ہست کرنے والا ہے، تو ساری کائنات کو اللہ تعالیٰ نے بغیر مادے اور میٹریل کے پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے بنانے والے ہیں وہ سب کے سب اپنی مصنوعات کے بنانے میں مادے اور میٹریل کے محتاج ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا مادہ اور میٹریل استعمال کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیت کو عقل اور دماغ کو استعمال کر کے کوئی حیرت انگیز ایجادات کر دیتے ہیں تو دنیا والے حیران ہو جاتے ہیں کہ اس نے

کمال کردیا۔

میرے دوستو سو چیں ساری دنیا کے سائنسدانوں کو کسی چٹیل میدان میں بٹھا دیا جائے اور ان کو کہہ دیا جائے کہ اس چٹیل میدان میں بغیر مادے اور میٹریل کے کوئی حیرت انگیز چیز بنا کر تو دکھاؤ ہوائی جہازوں کا بنانا، راکٹوں اور بڑی بڑی مشینوں کا بنانا تو بڑی دور کی بات ہے تم ایک تنکا تو پیدا کر کے دکھاؤ خدا کی قسم صدیاں گذر جائیں گی مگر اس چٹیل میدان میں سارے سائنسدان ملکر ایک تنکا بھی نہیں بنا سکیں گے سارے سائنسدان ملکر بغیر مادے کے ریت کا ایک ذرہ اور ایک دانہ بھی نہیں بنا سکتے اور اللہ تعالیٰ نے بغیر مادے اور میٹریل کے یہ کتنی بڑی زمین پیدا فرمائی، زمین کی صرف ایک بالشت جگہ میں ریت کے کتنے ذرات ہوتے ہیں کوئی گن سکتا ہے سائنسدانوں کے بنائے ہوئے کمپیوٹر فیل اور ناکام ہو جائیں گے مگر ایک بالشت زمین میں جو ریت کے ذرات ہیں وہ شمار نہیں کر سکتے۔ اب آپ اندازہ کریں کہ پورے روئے زمین میں ریت کے کتنے ذرات ہوں گے ان سب کو اللہ تعالیٰ نے بغیر مادے اور میٹریل کے پیدا فرمایا اور سارے سائنسدان ملکر بھی بغیر مادے کے ریت کا ایک ذرہ اور ایک دانہ نہیں بنا سکتے۔

تو پہلا فرق یہ ہوا کہ دنیا کے سارے بنانے والے اپنی مصنوعات کے بنانے میں مادے کے محتاج ہیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیتوں کے محتاج ہیں مگر اللہ تعالیٰ بنانے میں پیدا کرنے میں مادے کے محتاج نہیں وہ بغیر مادے

اور مٹیر یل کے بھی پیدا کر سکتے ہیں مشرکین مکہ نے قیامت کے قائم ہونے کے بارے میں یہ اشکال پیش کیا کہ جب ہم مر جائیں گے خاک میں مل جائیں گے ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی ریزہ ریزہ ہو جائیں گی پھر ان کو کون دوبارہ زندہ کر سکتا ہے ایک کافر کسی قبرستان سے ایک مردہ کی بوسیدہ ہڈی اٹھا کر لے آیا اور قریش کے مجمع میں اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے اس کو چورا چورا کر کے کہنے لگا،

،،مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ،،

ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون دوبارہ زندہ کرے گا یہ سورۃ یٰسین شریف کی آیت ہے اس کے متصل بعد دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے جواب دیا،

،،قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ،،

میرے محبوب آپ ان کو جواب دیں کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو وہ ذات دوبارہ زندہ کرے گی جس ذات نے ان کو پہلی مرتبہ بغیر مادے اور مٹیر یل کے پیدا فرمایا تھا تو جو ذات ان کو بغیر مادے کے پیدا کر سکتی ہے وہ بکھرے ہوئے مادے کے اجزا کو جوڑ کر دوبارہ کیوں نہیں بنا سکتی، بغیر مادے کے کسی چیز کو بنانا زیادہ مشکل ہے یا کسی چیز کے بکھرے ہوئے مادے کو جوڑ کر دوبارہ بنانا زیادہ مشکل ہے،

،،قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ،،

وہی ذات ان کو دوبارہ زندہ فرمائے گی جس نے پہلی مرتبہ بغیر مادے

اور میٹر یل کے ان کو پیدا فرمایا تھا تو پہلا فرق یہ بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو بغیر مادے اور میٹر یل کے پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے بنانے والے ہیں وہ اپنی مصنوعات کے بنانے میں مادے اور میٹر یل کے محتاج ہیں۔

دوسرا فرق:

دوسرا فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے بنانے والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے مادے کو استعمال کر کے سب کچھ بنا سکتے ہیں مگر سارے ملکر کے بھی جاندار اور ذی روح نہیں بنا سکتے جاندار اور ذی روح بنانا اللہ تعالیٰ کی ایسی خصوصیت ہے جس میں کائنات کا کوئی فرد شریک نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ نے اربہا فرشتے پیدا فرمائے اربہا انسان پیدا فرمائے اربہا کھربہا جنات پیدا فرمائے پھر خشکی میں رہنے والے اربہا حیوانات پیدا فرمائے اور سمندروں میں رہنے والے لاکھوں اور کروڑوں جانور پیدا فرمائے، ان تمام جانداروں میں چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے بھی ہیں چیونٹیاں بھی ہیں اور ہاتھی اور اونٹ جیسے بڑے بڑے ڈیل ڈول والے جانور بھی ہیں یہ سارے جاندار اللہ تعالیٰ نے اکیلے پیدا فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا سارے بنانے والے ملکر کے بھی ایک چھوٹا سا جانور مکھی اور چیونٹی نہیں بنا سکتے ہوائی جہاز راکٹ بڑی بڑی مشینیں بنانا تو آسان ہے مگر ان کے لئے ایک مکھی اور چیونٹی بنانا ناممکن اور محال ہے۔

قرآن کریم نے کفار کے معبودان باطلہ کی عاجزی بیان کرنے کیلئے
ایک مثال بیان فرمائی ارشاد فرمایا:

،،یَاَیُّھَاالنَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ،،

اے لوگو ایک مثال بیان کی جارہی ہے دل کے کان کھول کر غور سے
سنو،

،،اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
لَنْ یَّخْلُقُوْ ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ،،

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کو تم نے اپنا معبود اور حاجت روا اور مشکل کشاء
بنایا ہوا ہے وہ تمہارے سارے حاجت روا اور مشکل کشاء ملکر کے، جمع ہو کر کے،
اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔

،، لَنْ یَّخْلُقُوا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ،،

سارے جمع ہو کر کے ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔

،،وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ،،

اور اگر مکھی انکے کھانے پینے کی اشیاء پر بیٹھ کر اپنے پروں کے ذریعے
کوئی چیز لیکر اڑ جائے تو تمہارے یہ حاجت روا اور مشکل کشاء اتنے بے بس
اور عاجز ہیں کہ اس کمزور مکھی سے اپنی وہ چھنی ہوئی چیز واپس بھی نہیں لے سکتے
،،ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ،، جب معبود اتنے کمزور اور بے بس
عاجز ہیں تو ان کو پکارنے والا ان کی عبادت کرنے والا ان سے بھی زیادہ

کمزوراور بے بس ہوگا یہ مثال بیان فرما کر کفار کو دعوت فکر دی ہے کہ اب تم خودسوچ لو ایک طرف وہ خدا ہے جس نے ساری کائنات کو اور کائنات کے ذرے ذرے کو، اور کائنات کے تمام جانداروں کو بڑوں کو بھی اور چھوٹوں کو بھی تن تنہا اکیلے پیدا فرمایا اور دوسری طرف یہ تمہارے بے بس معبودانِ باطلہ ہیں جو اتنے کمزور اور عاجز ہیں کہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے ریت کا ایک ذرہ بھی پیدا نہیں کر سکتے تو سوچو خدا اور معبود بنانے کے قابل کونسی ذات ہے حاجت روا اور مشکل کشا کون ہو سکتا ہے؟

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

,, اِنَّ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئاً وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ,, (سورۂ نحل پ ۱۴)

جن کو یہ اللہ کے سوا اپنا معبود بنا کر حاجت روا سمجھ کر پکارتے ہیں وہ ایک ذرہ بھی پیدا نہیں کر سکتے، وہ ایک چیونٹی بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ ,, وَهُمْ یُخْلَقُوْنَ ,, وہ تو خود پیدا کئے گئے ہیں وہ مخلوق ہیں پیدا کرنا تو خالق کا کام ہے، اور خالق صرف اکیلا اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ اس آیت سے چند آیات پہلے ارشاد باری ہے:

,, اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ,,

کیا پیدا کرنے والا اور بالکل پیدا نہ کر سکنے والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں کہ ان دونوں کو معبود بنا لیا جائے دونوں کو خدا بنا لیا جائے ,, اَفَلَا

تَذَکَّرُوْنَ ،، کیا اتنے واضح فرق کے ہوتے ہوئے بھی تم نہیں نصیحت حاصل کرتے۔

تو دوسرا فرق یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ساری کائنات کے بنانے والے جمع ہو کر کے بھی ایک جاندار اور ذی روح نہیں بنا سکتے اور اللہ تعالیٰ نے تن تنہا اکیلے اتنے جاندار اور ذی روح پیدا فرمائے کہ ان کو شمار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

تو میرے دوستو اور بزرگو چونکہ جاندار اور ذی روح کا پیدا کرنا صرف اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے کائنات کا کوئی فرد اس میں شریک نہیں ہو سکتا اس لئے جاندار کی تصویر بنانا اللہ تعالیٰ کو بڑا ناپسند ہے کیوں کہ جاندار کی تصویر بنانے والا حقیقت میں دعویٰ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت میں شریک ہونے کا، اور مشابہت اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کے ساتھ۔

حدیث میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو ایک کھڑکی پر ایسا پردہ لٹکا ہوا دیکھا جس میں تصویریں تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کا رنگ متغیر ہو گیا اور ارشاد فرمایا:

،،یاعائشة اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَّوْمَ الْقِیَامَةِ
الَّذِیْنَ یُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ ،،

اے عائشہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ

عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کی مشابہت اختیار کرتے تھے تو معلوم ہوا جاندار کی تصویر بنانا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی خلق والی صفت کی مشابہت اختیار کرنا ہے حالانکہ خالق ہونا یہ اکیلے اللہ تعالیٰ کا کام ہے کائنات کا کوئی فرد اس میں شریک نہیں ہوسکتا اور کوئی اس کے مشابہ نہیں ہوسکتا۔

ایک اور حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل فرما رہے تھے:

,,قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَھَبَ یَخْلُقُ کَخَلْقِیْ فَالْیَخْلُقُوْا ذَرَّۃً اَوْ یَخْلُقُوْا حَبَّۃً اَوْ یَخْلُقُوْا شَعِیْرَۃً ،،

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو میری طرح جاندار بنانے شروع کردے اگر یہ میرا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں تو ایک جاندار چیونٹی تو پیدا کر کے دکھائیں اس میں روح ڈال کر دکھائیں اس طرح کہ وہ چلتی ہوئی ہو کھاتی پیتی بھی ہو یا بغیر مادے کے ایک دانہ گندم کا تو پیدا کر کے دکھائیں یا بغیر مادے کے ایک جو کا دانہ تو بنا کر کے دکھائیں۔

میرے دوستو ظاہر ہے ساری دنیا کے انسان فرشتے اور جنات مل کر ایک چیونٹی دل اور دماغ والی، چلنے پھرنے والی، کھانے پینے والی نہیں بنا سکتے صدیاں گذر جائیں گی یہ زور لگاتے لگاتے تھک جائیں گے مگر ایک چیونٹی

کا پیدا کرنا ان کے بس سے باہر ہے اسی طرح ساری دنیا کے انسان اور فرشتے جنات ملکر کے بھی گندم اور جوار کا ایک اصلی دانہ نہیں پیدا کر سکتے فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

میرے دوستو اور بزرگو آج کی پوری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کی بے شمار کمال وصفات میں سے ایک صفت ہے خالق ہونا یعنی اللہ تعالی نے تن تنہا اس پوری کائنات کو پہلی مرتبہ بغیر مادے اور میٹریل کے پیدا فرمایا اور یہ صفت اللہ تعالی کے ساتھ اس طرح خاص ہے کہ کائنات کا کوئی فرد اس میں شریک نہیں ہوسکتا مخلوق میں سے جتنے بنانے والے ہیں حیرت انگیز ایجادات کرنے والے ہیں ایک تو وہ بغیر مادے اور میٹریل کے نہیں بنا سکتے دوسرا وہ جاندار اور ذی روح نہیں بنا سکتے اور اللہ تعالی نے ساری کائنات بغیر مادے کے پیدا فرمائی ہے اور اتنے جاندار اور ذی روح پیدا فرمائے ہیں جنکا شمار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ باقی انشاء اللہ آئندہ

وآخر دعوان ان الحمدللہ رب العالمین .

بارھویں تقریر

بارھویں تقریر

صفات باری تعالیٰ کا بیان

قسط نمبر ۳

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ (سورۂ انعام، پ ۷)

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان شروع ہوا ہے گذشتہ جمعے کے بیان میں اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کا بیان ہوا آج دو صفتیں اور بیان کرنی ہیں، ایک اللہ تعالیٰ کے علم والی صفت، دوسری اللہ تعالیٰ کی قدرت والی صفت،

آج ان دونوں پر بات کرنی ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو یہ دو صفتیں اللہ تعالیٰ کی ایسی ہیں کہ اگر انسان کو انکی تفصیلات کا علم ہو اور ان دونوں صفات پر یقین ہو تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا تو بڑی دور کی بات ہے انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا تصور بھی نہیں کر سکتا آج ہم جو بیس گھنٹے جو گناہوں میں غرق اور ڈوبے ہوئے ہیں اس کی بھی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی علم اور قدرت والی صفت کی تفصیلات کا علم بھی نہیں اور یقین بھی نہیں۔ بس صرف ایک اجمالی سا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے زبردست علم اور قدرت والے ہیں ورنہ اگر اس کی صحیح حقیقت معلوم ہوتی اور یقین بھی ہوتا تو ہماری یہ حالت نہ ہوتی میرے دوستو آج دنیا میں جرائم کا ارتکاب کرنے والے اکثر اسی لئے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں کہ یا تو حکومت کو ہمارے جرائم کا علم نہیں ہو سکے گا اور اگر علم ہو بھی گیا تو ہم چھپ کر بھاگ کر علاقہ غیر میں چلے جائیں گے دوسرے ملک میں جا کر سیاسی پناہ لیں گے اور اس حکومت کی دسترس سے باہر ہو جائیں گے لیکن اگر مجرم کو معلوم ہو کہ میرا جرم بھی چھپا نہیں رہ سکتا اور میں کہیں بھاگ بھی نہیں سکتا تو وہ جرم کے تصور سے بھی کانپ اٹھے گا۔

میرے دوستو اور بزرگو جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ہم سب کا اجمالی ایمان اور عقیدہ تو خدا تعالیٰ کے علیمٌ بذات الصدور ہونے پر اور ان اللّٰہ علیٰ کل شیء قدیر ہونے پر ہے مگر ایک تو ہمیں اس کی حقیقت

اور تفصیلات کا علم نہیں ہوتا دوسرا یقین بھی ہمارے دلوں میں نہیں ہوتا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ان دونوں صفات کی ذرا تفصیلات آپ کے سامنے بیان کر دوں تا کہ ان کی حقیقت کی تہ تک آپ کی رسائی ہو سکے پھر تنہائی میں بیٹھ کر ان بیان کردہ تفصیلات کی روشنی میں ان دونوں صفات پر غور کیا کریں اور سوچا کریں تو اسی سوچنے سے انشاءاللہ یقین والی کیفیت بھی نصیب ہو جائے گی بہر حال پہلے تو سنئیں اللہ تعالیٰ کی علم والی صفت کی تفصیلات پھر اس کے بعد انشاءاللہ قدرت والی صفت کو بیان کیا جائے گا۔

میرے بھائیو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کائنات کے ذرے ذرے کا علم ہے اس کائنات میں جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہوگا اور جو کچھ قیامت کے بعد ابد الآباد تک ہوگا اللہ تعالیٰ کو ان سارے حالات کا تفصیلی علم پہلے سے حاصل ہے ابھی تک یہ واقعات اور حالات دنیا میں پیش بھی نہیں آئے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو رونما ہونے سے پہلے بھی اسی طرح تفصیلاً جانتے تھے جس طرح رونما ہونے کے بعد جانتے ہیں۔

میرے دوستو میں اس کی چند مثالیں آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں۔

پہلی مثال:

ایک درخت کے پتے انسان شمار نہیں کر سکتا پھر ایک باغ میں جتنے درخت ہوتے ہیں ان تمام درختوں کے پتوں کو کمپیوٹر کے ذریعے بھی

شمار نہیں کیا جاسکتا پھر پوری دنیا میں جتنے باغ ہیں مختلف قسم کے پھلوں کے الگ الگ باغ ہیں ان کے درختوں کی تعداد کتنی ہوگی اور ان درختوں کے پتوں کی تعداد کتنی ہوگی اسی طرح پوری دنیا میں کتنے جنگل ہیں ہر ہر جنگل میں کتنے کتنے درخت ہیں ان درختوں کی تعداد کتنی ہوگی اور پھر ان درختوں کے پتوں کی تعداد سوچیں میرے دوستو انسانی دماغ فیل ہوجائے گا انسانی دماغ کا بنایا ہو کمپیوٹر فیل ہوجائے گا سوچیں ان تمام درختوں کی شاخوں پر لگنے والا کوئی بھی پتہ جب حرکت کر رہا ہوتا ہے تو اس کی حرکت کو اللہ تعالیٰ جان رہے ہوتے ہیں ان تمام درختوں کے پتوں میں سے جب کوئی پتہ زمین پر گرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے گرنے کو جان رہے ہوتے ہیں اور یہ کوئی گپ شپ نہیں ہے بلکہ قرآن کریم کے الفاظ ہیں:

,,وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا،،

اور کسی درخت کا کوئی بھی پتہ نہیں گرتا مگر اللہ تعالیٰ اس کو جان رہے ہوتے ہیں، میرے دوستو پتے کا گرنا یہ اس کی آخری اور انتہائی حالت کو بیان کیا اور اشارہ کر دیا کہ پیدا ہونے سے لیکر خشک ہو کر گرنے تک اس پتے پر جتنے دور اور حالات گذرتے ہیں وہ سارے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتے ہیں، اندازہ کریں اللہ تعالیٰ کے علم کی کتنی وسعت ہوگی۔

دوسری مثال:

پوری دنیا میں گندم اور جوار اور چاولوں کے کتنے کھیت ہوں گے

اوران کھیتوں میں کتنے پودے ہوں گے اندازہ کریں انسان صرف ایک کھیت کے پودے نہیں گن سکتا پوری دنیا کے کھیتوں کی تعداد کتنی ہوگی ان کھیتوں کے درمیان میں اگنے والے پودوں کی تعداد کتنی ہوگی اور ان پودوں کے زمین میں چھپے ہوئے بیجوں کی تعداد کتنی ہوگی اندازہ کریں ان دانوں میں سے کوئی بھی دانہ زمین کی تاریکی میں چھپا ہوا ایسا نہیں ہوتا جسکو اللہ تعالیٰ نہ جانتے ہوں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

,, وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ
وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ،،

زمین کی تاریکی میں چھپا ہوا ہر دانہ اور ہر تر و تازہ اور خشک چیز ہم نے پہلے سے لوح محفوظ میں لکھ کر رکھی ہوئی ہے سبحان اللہ اندازہ کریں اللہ تعالیٰ کیسے وسیع علم والے ہیں۔

تیسری مثال

میرے دوستو اور بزرگو ایک بالشت زمین میں ریت کے کتنے ذرات ہوں گے صرف ایک بالشت زمین کے ذرات کو ہی سارے انسان ملکر شمار کرنا شروع کر دیں تو انسانی دماغ فیل ہو جائیں گے اور انسانی دماغ کے بنائے ہوئے کمپیوٹر فیل ہو جائیں گے مگر میرے دوستو ایک بالشت زمین کے

ریت کے ذرات شمار کرنے میں نہیں آئیں گے پھر پوری دنیا میں کتنی زمین ہوگی اوراس پوری زمین کے ریت کے دانے کتنے ہوں گے اور پوری زمین میں کتنے ریت کے پہاڑاور ٹیلے ہوں گے ہر پہاڑاور ٹیلے کے ریت کے ذرات کتنے ہوں گے اندازہ کریں اللہ تعالیٰ کی وسعت علم کا کہ پورے زمین کی ریت کے ذرات اور پوری زمین میں جتنے ریت کے ٹیلے ہیں ان تمام ٹیلوں کے ریت کے ذرات اوردانے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتے ہیں ان دانوں میں سے کوئی دانہ اور ریت کے ان ذرات میں سے کوئی ذرہ جب بھی حرکت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جان رہے ہوتے ہیں۔

چوتھی مثال

ایک جانور کے بدن اور جسم پر کتنے بال ہوتے ہیں ان کو شمار کرنا مخلوق کے بس سے باہر ہے پھر پوری دنیا میں کتنے جانور ہیں شہروں میں رہنے والے پالتو جانور اور جنگلوں میں رہنے والے شکاری جانور ان جانوروں کی تعداد کتنی ہوگی انسان اس کا اندازہ نہیں کرسکتا پھران تمام جانوروں کے بدن پر کتنے بال ہوں گے سارے انسان اور جنات اور انسانوں کے بنائے ہوئے کمپیوٹر ملکر کے بھی ان بالوں کی تعداد کا اندازہ نہیں کرسکتے پھران میں بعض جانور اون والے ہوتے ہیں جنکے بدن پر بال زیادہ ہوتے ہیں۔

میرے دوستو پوری دنیا میں جتنے جانور ہیں ان تمام جانوروں کے

بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ان تمام بالوں میں سے ہر ہر بال کو پیدا ہونے سے لیکر اس کے کٹنے اور گرنے تک کے سارے حالات سمیت اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اندازہ کریں اللہ تعالیٰ کی وسعت علم کا اور یہ کوئی مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے۔

مشہور حدیث آپ نے یقیناً سنی ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان جو قربانی کا جانور ذبح کرتا ہے اس جانور کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ان میں سے ہر ہر بال کے بدلے میں انسان کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اون والے جانوروں کے بالوں کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کے ہر ہر بال کے بدلے میں بھی قربانی کرنے والے کو ایک ایک نیکی ملے گی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اون والے جانورں کا بھی یہی حکم ہے یعنی ان کے ہر ہر بال کے بدلے میں بھی قربانی کرنے والے کو ایک ایک نیکی ملے گی اب میرے دوستو اندازہ کریں ہر سال پورے عالم اسلام میں کتنے جانور ذبح ہوتے ہوں گے صرف حرم میں ہی حاجی صاحبان لاکھوں جانور ذبح کرتے ہیں اور ہر ہر بال کے بدلے میں ان تمام قربانی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ایک ایک نیکی عطاء فرماتے ہیں اور ان کے نامۂ اعمال میں فرشتے لکھ بھی دیتے ہیں تو کیا جانے بغیر ہی ان بالوں کے بدلے میں قربانی کرنے والوں کو نیکیاں عطاء فرما رہے ہیں۔

میرے دوستو درختوں کے پتے غلے اور اناج کے دانے ریت کے ذرات اور جانوروں کے بال یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے تو کیا وہ اپنی پیدا کی ہوئی چیز کو بھی نہ جانے گا سورۂ ملک میں یہی بات ارشاد فرمائی:

,,اَلَایَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ،،

بھلا کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے حالانکہ وہ تو باریک بین نہایت خبر رکھنے والی ذات ہے۔

پانچویں مثال

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم اسلام کو بڑے علوم عطاء فرمائے ہوئے ہیں ایک نبی کو اللہ تعالیٰ اتنا زیادہ علم عطاء فرمایا ہوتا ہے کہ ساری کائنات کے انسانوں کا علم ملکر کے بھی ایک نبی کے علم کا مقابلہ نہیں کر سکتا بلکہ عام انسانوں کے علم کو نبی کے علم کے مقابلے میں اتنی نسبت بھی حاصل نہیں ہوتی جتنی ایک قطرے کو سمندر کے مقابلے میں حاصل ہوتی ہے پھر انبیاء علیہم السلام میں سے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ علوم عطاء فرمائے آپ نے ارشاد فرمایا:

,,اُوْتِيْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ،،

مجھے پہلوں کے بھی علوم عطاء ہوئے اور پچھلوں کے بھی علوم عطاء ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے اتنے زیادہ علوم عطاء فرمائے کہ

ساری کائنات کے انسانوں کا علم بھی، انبیاء علیہم السلام کا علم بھی، تمام جنات کا علم بھی ،اور تمام فرشتوں کا علم بھی، جمع کیا جائے تو ان سارے علوم کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مقابلے میں اتنی حیثیت بھی حاصل نہ ہو گی جتنی قطرے کو سمندر کے مقابلے میں حاصل ہے اور یہ بالکل حقیقت ہے کوئی مبالغہ نہیں میرے دوستو تئیس سال کے قلیل عرصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادات کی شکل میں اپنے علوم کا جو تھوڑا سا ذرہ ظاہر فرمایا تھا وہ ایسا سمندر تھا جس کی تہ میں علم کے موتیوں اور مسائل کا اتنا وسیع خزانہ تھا کہ چودہ سو سال کا زمانہ گزر چکا علماء فقہاء اس خزانے سے موتی نکال رہے ہیں مسائل کا استنباط کر رہے ہیں اور محدثین ان ارشادات کی شرح فرما رہے ہیں، بیان بھی کر رہے ہیں اور لکھ بھی رہے ہیں کتب خانوں کے کتب خانے تیار ہو چکے مگر وہ خزانہ ابتک ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک ختم نہیں ہو گا۔

میرے دوستو اس سے اندازہ کریں جس دریا کے ایک قطرے کا یہ حال ہے اس دریا کی اپنی موجوں کی کیفیت کیا ہو گی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں آپ کے قلب اطہر میں جو علوم کا دریا موجزن تھا اس کی وسعت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے مگر میرے دوستو اتنی وسعت علمی کے باوجود ساری کائنات کے تمام انسانوں کا علم بھی، تمام فرشتوں کا علم بھی، تمام جنات کا علم بھی اور تمام انبیاء علیہم السلام کا علم بھی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کا علم بھی جمع کیا جائے تو ان سارے علوم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں اتنی نسبت بھی حاصل نہ ہوگی جتنی قطرے کو سمندر کے مقابلے میں حاصل ہے اس لئے کہ قطرہ بھی محدود ہے اور سمندر بھی اپنے وسعت کے باوجود محدود ہے لیکن ساری کائنات کا علم محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر محدود ہے اس کی معلومات غیر محدود ہیں تو محدود کو غیر محدود سے کیا نسبت ہوسکتی ہے اور یہ مضمون خود حدیث سے ثابت ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے مجمع میں وعظ فرمایا، تقریر فرمائی، اور تقریر ایسی عجیب وغریب تھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے علوم کے دریا بہادیئے پیغمبر کا علم اور پیغمبر کا انداز بیان تھا لوگ بڑے متاثر ہوئے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا اے موسیٰ اس وقت دنیا میں آپ ؑ سے بھی کوئی بڑا عالم موجود ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں یعنی اسوقت پوری دنیا میں مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے جواب اگر چہ درست تھا کہ اس وقت پوری دنیا میں شریعت کا علم سب سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھا لیکن جواب کا انداز اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا پیغمبر چونکہ بارگاہ الٰہی میں مقرب ہوتے ہیں ان کی معمولی بات پر بھی پکڑ آجاتی ہے تو موسیٰ علیہ السلام کے جواب کا انداز اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کا جواب بجائے اللہ کے علم کے حوالے کرنے کے اور بجائے اللہ اعلم کہنے کے یوں ارشاد فرمایا کہ نہیں یعنی مجھ سے زیادہ عالم کوئی

نہیں تو اس انداز پر اللہ تعالیٰ نے امتحان میں اور از مائش میں مبتلا فرمادیا اور وحی آئی کہ مجمع البحرین کے مقام پر ہمارا ایک بندہ رہتا ہے وہ آپ سے زیادہ علم والا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے پتہ پوچھا پتہ بتلا دیا گیا موسیٰ علیہ السلام سفر کر کے وہاں پہنچے تو حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ان کے پاس علم حاصل کرنے کیلئے ٹھر گئے ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام دونوں کشتی پر سوار ہو کر جارہے تھے کہ ایک چڑیا آئی اور کشتی کے تختے پر آکر بیٹھ گئی اور اپنی چونچ میں پانی کا ایک قطرہ لیا اور اڑ گئی موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام دونوں یہ منظر دیکھ رہے تھے خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو متوجہ فرما کر ارشاد فرمایا اے موسیٰ میرا علم اور تیرا علم اللہ کے علم کے مقابلے میں اتنی حیثیت بھی نہیں رکھتا جتنی حیثیت اس چڑیا کے چونچ والے قطرے کو باقی سمندر کے مقابلے میں حاصل ہے اس لئے کہ قطرہ بھی محدود ہے اور سمندر بھی اپنی وسعت کے باوجود محدود ہے لیکن ساری کائنات کے انسانوں کا علم فرشتوں کا علم جنات کا علم محدود ہے مگر اللہ تعالیٰ کا علم غیر محدود ہے تو محدود کو غیر محدود سے کیا نسبت ہوسکتی ہے، بڑے سے بڑے علم والے کو کہیں نہ کہیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ بات مجھے معلوم نہیں باقیوں کو چھوڑیں، خود سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل امین علیہ السلام انسانی شکل میں آئے اور آکر کے سوالات کئے ایمان کے بارے میں اسلام کے بارے میں انسان

کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے جوابات دیدیئے آخر میں جبرئیل امین علیہ السلام نے پوچھا

,,مَتیٰ السَّاعَةُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ,,

اللہ کے پیغمبر بتائیں قیامت کب آئے گی تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

,,مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ,,

پوچھا ہوا قیامت کے بارے میں پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا یعنی جس طرح تجھے قیامت کے آنے کا وقت معلوم نہیں اسی طرح مجھے بھی معلوم نہیں، دیکھا آپ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کتنا وسیع تھا مگر وہ بھی ایک حد پر جا کر ٹھہر گیا آپ کو یہ فرمانا پڑا کہ یہ بات مجھے معلوم نہیں۔

اسی طرح ایک آدمی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا اللہ کے پیغمبر بتائیں دنیا میں سب سے بہترین جگہ کون سی ہے اور بدترین جگہ کون سی ہے تو فرمایا مجھے معلوم نہیں جبرئیل امین علیہ السلام آئیں گے ان سے پوچھ کر بتاؤں گا چنانچہ جبرئیل امین علیہ السلام آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہی سوال فرمایا جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ یہ بات تو مجھے بھی معلوم نہیں ہیں اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر آؤنگا تو آپ کو آکر بتاؤنگا تمام فرشتوں کا سردار فرشتہ اور تمام انبیاء علیہ السلام پر وحی لانے والا معزز فرشتہ بھی کہہ رہا ہے یہ بات مجھے معلوم نہیں اس کو علم کی انتہاء

اورحد کہتے ہیں چنانچہ جبرئیل امین علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے جا کر یہ بات پوچھی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا سب سے بہترین جگہ مساجد ہیں اور سب سے بدترین جگہ بازار ہیں جبرئیل امین علیہ السلام نے بھی جواب آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادیا اور عرض کیا کہ آج چونکہ میں آپ کا سوال پوچھنے گیا تھا آپ کا قاصد بن کر گیا آپ کے قاصد ہونے کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا مجھے اتنا زیادہ قرب نصیب ہوا کہ اس سے پہلے کبھی بھی اتنا قرب نصیب نہیں ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا جبرئیل کتنا قرب نصیب ہوا تھا؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ میں آج خدا کے اتنا قریب ہوا کہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان صرف ستر ہزار نورانی حجاب حائل تھے۔

بہرحال میرے دوستو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ تمام انسانوں اور فرشتوں اور جنات کے علوم محدود ہیں کسی نہ کسی حد پر جا کر ان کی انتہاء ہو جاتی ہے اور یہ کہنا پڑتا ہے یہ بات مجھے معلوم نہیں لیکن میرے دوستو اللہ تعالیٰ کے علوم غیر محدود ہیں ان کی کوئی انتہاء نہیں کوئی حد نہیں اب دعاء فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذات اور صفات کا یقین نصیب فرمائے آمین۔

باقی انشاء اللہ آئندہ

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

تیرہویں تقریر

تیرہویں تقریر

صفات باری تعالیٰ کا بیان قسط نمبر (۴)

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم ، اما بعد

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا
قَالَ اَنّٰى يُحْيِيْ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ
عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ
يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ
وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ
اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ
نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ، صدق الله العظيم (پ۳)

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان ہو رہا ہے کہ جب اتنی بات مان لی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہے تو پھر اسکی صفات پر ایمان لانا ضروری ہوگا کہ جب وہ موجود ہے تو کیسا ہے یہ اس کی صفات سے معلوم ہوگا اب تک اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان ہوئیں ہیں ایک خالقیت والی صفت، دوسری علم والی صفت آج تیسری صفت آپ کے سامنے بیان کرنی ہے قدرت والی صفت۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت والی صفت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زبردست طاقت کے اور بے انتہاء قدرت کے اس طرح مالک ہیں کہ جو چاہیں کر سکتے ہیں کوئی ان کے کام میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا باقی صفات کی طرح اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بھی غیر محدود ہے جس کی کوئی حد نہیں ہاں نشانیوں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کیسی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بھی بے شمار ہیں میں صرف نمونے کے طور پر آپ کے سامنے فقط تین نشانیاں قدرت خداوندی کی قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کروں گا انہی سے آپ کو انشاء اللہ کچھ نہ کچھ قدرت خداوندی کا اندازہ ہو جائے گا۔

قدرت خداوندی کی پہلی نشانی

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کو دیکھ کر ہوتا ہے کہ

تن تنہا جس ذات نے اتنے بڑے بڑے آسمان اور اتنی بڑی بڑی زمینیں پیدا فرمائی ہیں اتنے بڑے بڑے پہاڑ جس ذات نے پیدا فرمائے ہیں وہ ذات کتنی طاقت کی مالک ہوگی ساری کائنات کے انسان اور جن فرشتے ملکر کے بھی ایک چھوٹا سا کنکر پیدا نہیں کرسکتے اور اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے بڑے پہاڑ تن تنہا اکیلے پیدا فرمائے تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کیسی قدرت وطاقت والے ہیں ساری کائنات کے انسان اور جنات اور فرشتے ملکر کے ایک تنکا بھی پیدا نہیں کرسکتے اور اللہ تعالیٰ نے تن تنہا اکیلے اتنے بڑے بڑے باغات پیدا فرمائے کہ ایک ایک باغ میں ہزاروں درخت ہیں قرآن کریم میں فرمایا،

,,فَأَنۢبَتۡنَا بِهِۦ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهۡجَةٖ مَّا كَانَ
لَكُمۡ أَن تُنۢبِتُواْ شَجَرَهَآ،،

ہم نے گھنے گھنے باغات پیدا فرمادیئے ،تم سارے ملکر کے ایک درخت بھی نہیں اگا سکتے تھے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کی قدرت کی پہلی نشانی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے کہ جس خالق نے اتنی بڑی بڑی اور ایسی عجیب وغریب چیزیں پیدا فرمادی ہیں وہ کتنی قدرت والا ہوگا اس پر تفصیلی بات صفت خالقیت کے بیان میں گذر چکی ہے۔

قدرت خداوندی کی دوسری نشانی

قدرت کی دوسری نشانی یہ ہے کہ ساری مخلوق اپنے ارادوں کی تکمیل

میں اپنے عزائم کی تکمیل میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کی محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ کے چاہنے کی محتاج ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی ارادے کی تکمیل میں بھی کائنات کے کسی فرد کے محتاج نہیں اسباب کو جمع کرنے کے باوجود جب تک اللہ تعالیٰ نہیں چاہیں گے بندے کا ارادہ پورا نہیں ہوسکتا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کی کئی مثالیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی مثال

فرعون کو نجومیوں نے خبر دی کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جس کی وجہ سے تیرے اقتدار میں زوال آئے گا حکمرانوں کو اقتدار کے زوال کا بڑا خطرہ اور کھٹکا ہوتا ہے اور آخر دم تک اپنا اقتدار بچانے کیلئے ہاتھ پاؤں مارتے رہتے ہیں، نواز شریف کا تماشا تو ابھی حال ہی میں آپ دیکھ چکے ہیں کتنے ہاتھ پاؤں مارے صرف اقتدار کو بچانے کیلئے آٹھویں ترمیم ختم کردی صدر کو بے اختیار بنا دیا عدلیہ کو تباہ کر ڈالا فوج کو بھی ختم کرنے کی کوشش کر رہے تھے مگر ناکام ہو گئے اور سارے منصوبے دھرے رہ گئے۔

بہر حال فرعون کو جب یہ خبر ملی تو اسکی نیند اڑ گئی اقتدار کو بچانے کی فکر سوار ہوگئی اس نے حکم دیدیا کہ بنی اسرائیل میں جو بچہ پیدا ہو ،اس کو پیدا ہوتے ہی قتل کردیا جائے فرعون کے حکم پر عمل ہونے لگا ہزاروں بچے قتل

کر دیئے گئے ستر ہزار بچے ذبح کر دیئے گئے پھر فرعون کے مشیروں نے اس کو مشورہ دیا کہ بنی اسرائیل ہمارے غلام ہیں اگر یوں ہزاروں بچے قتل ہوتے رہے تو ایک وقت آئے گا کہ ہماری خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا ان کے جوان بوڑھے ہو جائیں گے اور بوڑھے مرجائیں گے اور بچے قتل ہوتے رہیں گے تو یہ خدمت کا سلسلہ کیسے چلے گا فرعون کی سمجھ میں بات آ گئی اس نے حکم دے دیا کہ ایک سال بچوں کو زندہ چھوڑ دیا جائے اور ایک سال قتل کیا جائے غور کریں کیسا احمقانہ حکم ہے،، رب رُتے مت کھسے،، اللہ تعالیٰ ناراض ہوں تو عقل چھین لیتے ہیں فرعون کو یہ بات سمجھ میں نہ آئی کہ جس غرض کیلئے میں بچوں کو قتل کروا رہا ہوں جب ایک سال بچے زندہ چھوڑے جائیں گے تو وہ غرض کیسے پوری ہوگی وہ بچہ تو اس سال پیدا ہو سکتا ہے، بہرحال فرعون کے اس فیصلے پر عمل ہونا شروع ہو گیا ایک سال بچوں کو زندہ چھوڑ دیا جاتا تھا اور ایک سال قتل کر دیا جاتا تھا، اب اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو موسیٰ علیہ السلام کو اس سال بھی پیدا کر سکتے تھے جس سال بچوں کو زندہ چھوڑا جاتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ دکھانے کیلئے موسیٰ علیہ السلام کو اس سال پیدا کر کے بھی دکھا دیا جس سال بچوں کو قتل کیا جا رہا تھا اور فرعون کے محل میں پرورش کر کے بھی دکھا دیا، دیکھئے فرعون اپنے ارادے میں کیسے ناکام ہوا اپنی پوری مشینری لگا دی پوری طاقت لگا دی کہ موسیٰ علیہ السلام پیدا نہ ہونے پائیں ستر ہزار بچے قتل کروا دیئے مگر ـــــ

,,وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے،،

دوسری مثال

نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لئے ایسی آگ جلائی جو کئی مہینے جلتی رہی اور اس سے نکلنے والے شعلے آسمان سے باتیں کرتے ہوئے دور سے دکھائی دیتے تھے آسمان کی فضاؤں سے بھی اگر کوئی پرندہ اس آگ کے اوپر سے گذرتا تھا تو جل کر کباب بن جایا کرتا تھا میرے دوستو ایسی آگ میں ننگا کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈالا گیا مگر سبحان اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک بال بھی نہ جلا بالکل محفوظ رہے نمرود اپنی پوری طاقت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا کر کے ختم کرنا چاہتا تھا مگر اپنی پوری طاقت لگا کر اپنا پورا زور لگا کر کے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بال کو بھی نہ جلا سکا۔

تیسری مثال

مشرکین مکہ نے ہجرت والی رات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا ہے ننگی تلواریں لیکر آپ کے دروازے کو گھیرے ہوئے ہیں اور پختہ ارادہ ہے کہ جیسے ہی آپ باہر نکلیں گے یکبارگی دفعۃً حملہ کر کے آپ کا کام تمام کر دیں گے اللہ تعالی نے فرمایا،

،،ويمكرون ويمكر الله والله خير الماكرين،،

وہ تدبیریں کررہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی اور مٹانے کی اور اللہ تعالیٰ بھی تدبیریں فرمارہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کی ،،وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ،،اور اللہ تعالیٰ تمام تدبیریں کرنے والوں سے بہتر تدبیریں فرمانے والے ہیں اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے مقابلے میں کسی کی تدبیر کامیاب نہیں ہوسکتی، چنانچہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی دروازے سے ان کی ننگی تلواروں کے درمیان سے گذر کر تشریف لے گئے مگر ان کو آپ کے جانے کا بھی علم نہ ہوا صبح تک اسی طرح انتظار میں کھڑے رہے کہ آپ اندر موجود ہیں۔

بہرحال میرے دوستو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دوسری نشانی یہ بیان ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادوں کی تکمیل میں کائنات کے کسی فرد کا محتاج نہیں اور ساری کائنات اپنے ارادوں کی تکمیل میں اللہ تعالیٰ کے چاہنے کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی محتاج ہے سارے اسباب کے جمع کرنے کے باوجود کام کا نہ ہونا اور کسی غائبانہ رکاوٹ کا پڑ جانا بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی سب سے بڑی نشانی ہے اور اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

،،عَرَفْتُ رَبِّيْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ ،،

میں نے اپنے رب کو پختہ ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا کہ میں ایک کام کا پختہ ارادہ کرلیتا ہوں اور اس کے لئے اسباب بھی مہیا کرلیتا ہوں مگر پھر

بھی میں وہ کام کر نہیں پاتا، اسی سے میں نے اپنے رب کو پہچانا اسی لئے شریعت کا حکم ہے کہ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ ہو تو انشاء اللہ ضرور کہا کرو یہ مت کہا کرو کہ میں یہ کام کردوں گا بلکہ یوں کہا کرو انشاء اللہ میں یہ کام کردوں گا یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا اور اس کو منظور ہوا تو میں یہ کام کردوں گا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ مشرکین مکہ حاضر ہوئے اور چند سوالات کئے کہ روح کی حقیقت کیا ہے؟ ذوالقرنین کون تھا؟ اور اصحاب کہف کون تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ کل آنا میں ان سوالوں کے جواب دیدوں گا اور انشاء اللہ کہنا بھول گئے دل میں یہی تھا کہ کل تک جبرئیل امین آ جائیں گے میں ان سے پوچھ کر ان کو سوالوں کے جواب دیدوں گا مگر انشاء اللہ کہنا بھول گئے چنانچہ کل آ گئی اور جبرئیل نہ آئے ادھر مشرکین مکہ نے اپنے سوالوں کے جوابات کا مطالبہ شروع کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ پریشان ہوئے بار بار آسمان کی طرف نگاہ مبارک اٹھ جاتی تھی مگر جبرئیل امین نہ آتا تھا نہ آئے اٹھارہ دن وحی بند رہی اٹھارہ دن کے بعد وحی آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ قانون بیان فرمایا،

،، وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَىْءٍ اِنِّىْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ،،

میرے محبوب جب آپ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کریں تو یوں مت

کہا کریں کہ میں یہ کام کروں گا بلکہ یوں کہا کریں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو میں یہ کام کروں گا اس کے بعد سوالات کے جوابات بھی دیدیئے گئے۔

بہرحال بندہ چونکہ اپنے ارادوں کی تکمیل میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کا محتاج ہے اس لئے انشاء اللہ کہنے کا حکم ہوا اسی قسم کا واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ بھی پیش آیا حضرت سلیمان علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں ایک دفعہ فرمایا کہ آج رات کو میں اپنی تمام بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر بیوی سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرے گا لیکن یہ ارادہ کرتے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام انشاء اللہ کہنا بھول گئے اللہ تعالیٰ کو اپنے جلیل القدر پیغمبر کی یہ فروگذاشت اور بھول پسند نہ آئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس ارادے اور دعویٰ کو اس طرح غلط ثابت کردکھایا کہ تمام ازواج مطہرات میں سے صرف ایک بیوی کہ ہاں ایک مردہ بچہ پیدا ہوا اور اس کا ایک پہلو بھی نہیں تھا یعنی آدھے دھڑ کا بچہ پیدا ہوا چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی بھول پر اللہ تعالیٰ سے خوب استغفار کیا۔

بہرحال بات دوسری طرف چلی گئی بات یہ بیان ہورہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے قدرت کی دوسری نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادوں کی تکمیل میں کائنات کے کسی فرد کے محتاج نہیں اور ساری کائنات اپنے تمام ارادوں کی تکمیل میں اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکم کی محتاج ہے اس لئے انسان جب بھی کسی

کام کا ارادہ کرے تو انشاء اللہ ضرور کہا کرے۔

قدرت خداوندی کی تیسری نشانی:

اس دنیا کو اللہ تعالیٰ نے دارالاسباب بنایا ہے عام طور پر اس دنیا میں مقاصد کی کامیابی کو اللہ تعالیٰ نے اسباب کے ساتھ جوڑا ہے کہ انسان اسباب کو اختیار کرتا ہے تب جا کر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے، بیمار آدمی ڈاکٹر اور حکیم سے دوا لائے گا اور استعمال کریگا تو صحت ملے گی، بھوکا آدمی کھانا کھائے گا تو بھوک دور ہوگی، اولاد چاہنے والا شادی کریگا بیوی کے حقوق ادا کریگا اس کے مکان کا، کھانے پینے کا انتظام کریگا تب جا کر اولاد کی نعمت ملے گی دولت کی طلب کرنے والا محنت مزدوری کریگا، ملازمت کریگا، تجارت کریگا، تب جا کر کچھ پیسے اکٹھے ہو سکیں گے، غرض عام طور پر اس دنیا کی یہی حالت ہے کہ اسباب کو اختیار کرنے کے بعد مقاصد میں کامیابی نصیب ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسباب کے ساتھ دوسرا سلسلہ اپنی قدرت کا بھی چلایا ہوا ہے، بندوں کو اپنی قدرت کا یقین دلانے کے لئے اور یہ سمجھانے کے لئے کہ اسباب کو پیدا کرنے والا، اسباب میں اثر ڈالنے والا میں ہوں اور کام کرنے میں، میں اسباب کا محتاج نہیں تو اپنی قدرت کا یقین بندوں کے دلوں میں پیدا کرنے کیلئے کبھی تو اللہ تعالیٰ اسباب کو بے اثر بنا دیتے ہیں کہ سارے اسباب کو اختیار کرنے کے باوجود مقصد میں کامیابی نہیں ہوتی

،اولاد کی خاطر یکے بعد دیگرے چار شادیاں کر ڈالیں مگر اولا دنہیں ہو رہی ہے ،اور کبھی کبھی اللہ تعالی اس دنیا میں اپنی قدرت کا کرشمہ یوں بھی دکھاتے ہیں کہ اسباب کے بغیر کام بنتے چلے جارہے ہیں، ظاہری سبب ایک بھی نظر نہیں آرہا ہے مگر کام ہو رہے ہیں ،ساری دنیا کے انسانوں کو مرد و عورت کے ملاپ سے پیدا فرمایا مگر حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور باپ کے پیدا فرما کر اپنی قدرت دکھلادی ،حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرما کر اپنی قدرت کا کرشمہ دکھلا دیا، حضرت عیسی علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرما کر اپنی قدرت دکھلادی۔

دنیا میں کوئی جاندار تین چار دن سے زائد بغیر کھائے پیے زندہ نہیں رہ سکتا ،مگر اصحاب کہف کو اللہ تعالی نے تین سو نو سال بغیر کھانے اور پینے کے غار میں نیند کی حالت میں زندہ رکھا اور اپنی قدرت دکھلادی کہ میں انسانوں کو اور جانداروں کو زندہ رکھنے میں کھانے اور پانی کا محتاج نہیں ہوں۔

میرے دوستو میں نے صرف اشارہ کر دیا ہے ورنہ قرآن کریم میں اور احادیث میں اس کی سینکڑوں مثالیں مل سکتی ہیں، خطبے میں جو آیت تلاوت کی گئی تھی اس میں بھی حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ، اللہ تعالی کی قدرت کا عجیب نمونہ ہے ،اور غور کرنے والے کے لئے بڑی عبرت ہے، وقت ختم ہو رہا ہے میں اس کو مختصراً بیان کر کے پھر یہ مضمون ختم کرتا ہوں۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام ایک مرتبہ بیت

المقدس کے پاس سے گذرے اور اس زمانے میں بیت المقدس ویران ہو چکا تھا، ان کے دل میں یہ خیال آیا، کہ یہ اجڑا ہوا شہر کیسے آباد ہوگا، بس اس خیال کا آنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر موت پر طاری کردی، ان کی روح نکال لی وہ جس گدھے پر سوار تھے اس کی روح بھی قبض کرلی گئی، اس حال میں سوسال کا زمانہ گذر گیا، سوسال کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو زندہ فرمایا، اور پوچھا میرے پیغمبر تم یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے رہے،

,, قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ,,

تو حضرت عزیر علیہ السلام نے جواب دیا

,, قَالَ لَبِثْتُ يَوْماً اَوْبَعْضَ يَوْمٍ ,,

میں پورا دن یا آدھا دن ٹھہرا ہوں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

,, بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ ,,

میرے پیغمبر آپ یہاں سوسال ٹھہرے رہے

,, فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ,,

آپ اپنے کھانے اور پینے کو دیکھیں کہ سوسال کا زمانہ اس پر گذر چکا ہے مگر اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

میرے دوستو یہ کوئی قصہ کہانی نہیں بلکہ قرآن کے الفاظ ہیں غور کریں سوسال کے زمانے میں کتنے انقلابات آئے ہوں گے، سردی، گرمی اور خزاں کے کتنے موسم آئے ہوں گے، کتنی آندھیاں اور طوفان چلے ہوں گے، مگر اللہ

تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بغیر ظاہری اسباب کے بغیر کولڈ اسٹور کے سو سال تک حضرت عزیر علیہ السلام کے کھانے کو خراب نہ ہونے دیا، اس کے بعد ارشاد فرمایا،

،،وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ،،

اب آپ اپنے گدھے کو دیکھیں کہ سو سال کے عرصہ میں اس کی کیا حالت ہو چکی ہے، گوشت گل سڑ کر ختم ہو چکا اور ہڈیاں بوسیدہ ہو چکیں،

،،وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَکْسُوْهَا لَحْمًا،،

میرے پیغمبر آپ گدھے کی ان بوسیدہ ہڈیوں کو دیکھتے رہیں کہ ہم ان کو کیسے جمع کر کے جوڑ کر گدھے کا ڈھانچہ تیار کرتے ہیں، اور پھر کیسے ان ہڈیوں پر پٹھے، گوشت اور کھال چڑھاتے ہیں، چنانچہ حضرت عزیر علیہ السلام اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے گدھے کی ہڈیاں جمع ہو کر اپنی اپنی جگہ آ کر فٹ ہو رہی ہیں، یہاں تک کہ ڈھانچہ تیار ہو گیا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس پر گوشت اور پٹھے اور کھال لگنی شروع ہو گئی، جب مکمل جسم تیار ہو گیا تو گدھے نے آواز نکالی، حضرت عزیر علیہ السلام نے جب یہ ایمان افروز نظارہ دیکھا تو بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا:

،،اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ،،

حضرت عزیر علیہ السلام کا یہ واقعہ بیان کرنے کے متصل بعد قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی اسی قسم کا ایک عجیب و غریب واقعہ بیان کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عجیب نمونہ ہے، جی چاہتا ہے کہ وہ بھی آپ کو سنادوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کی:

،، رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِی الْمَوْتٰی،،

اے میرے رب مجھے دکھادیں کہ آپ مُردوں کو کیسے زندہ فرمائیں گے میں اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

،، اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ،، کیا آپ کو یقین نہیں آتا، عرض کیا

،، قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ،،

کیوں نہیں ایمان بھی ہے یقین بھی ہے مگر آنکھوں سے دیکھنے کا کچھ اور ہی مزہ ہے، پیغمبر اللہ تعالیٰ کے لاڈلے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے لاڈلوں کی تمنا پوری فرماہی دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، اچھا ایسا کرو کہ چار پرندے پال کر اپنے ساتھ عادی کرلو، اس طرح کہ تیری آواز پر تیری طرف دوڑنا اور اڑنا شروع کردیں، اور پھر جب عادی ہوجائیں تو ان کو ذبح کرکے ان کا قیمہ بنا کر ان کے گوشت کو آپس میں خلط ملط کرڈالو پھر اس قیمہ کے تھوڑے تھوڑے حصے کرکے مختلف پہاڑوں کی چوٹیوں پر ان کو ڈال دو، اس کے بعد جس پرندے کو آپ کا دل چاہے نام لے کر بلاؤ اور پھر ہماری قدرت کا

نظارہ کرو،

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، اور ان پرندوں کے سر اپنے ہاتھ میں رکھ لئے اب جس پرندے کا نام لے کر اس کو آواز دیتے ہیں تو فضاء میں ایک عجیب وغریب نظارہ دکھائی دیتا ہے، کہ اس پرندے کے گوشت کے مختلف اجزاء مختلف پہاڑوں سے اڑ کر فضاء میں آپس میں جڑتے ہیں اور پھر پورا دھڑ بن کر بغیر سر کے اڑتا ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچ جاتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے سامنے دوسرے کسی پرندے کا سر پیش کرتے ہیں تو وہ دھڑ قبول نہیں کرتا اور جب اس کا اپنا سر اس کے سامنے کرتے ہیں تو فوراً قبول کر کے دھڑ سر کے ساتھ لگ جاتا ہے، اس طرح چاروں پرندے زندہ ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جمع ہو گئے۔

میرے دوستو یہ کوئی نظر بندی نہیں تھی بلکہ حقیقی واقعہ تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا عجیب وغریب نظارہ کروا کر ارشاد فرمایا:

،،وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ،،

یقین کرلے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر چیز پر غالب ہے حکمت والی ہے۔

بس میرے دوستو اب وقت ختم ہو چکا ہے باقی انشاء اللہ آئندہ،

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

چودھویں تقریر

چودھویں تقریر

صفات باری تعالیٰ کا بیان قسط نمبر (۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم اِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ

صدق اللہ العظیم

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

صفات باری تعالیٰ کا بیان ہو رہا ہے، اب تک اللہ تعالیٰ کی تین صفتیں بیان ہو چکی ہیں سب سے اول اللہ تعالیٰ کی خالقیت کا بیان ہوا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی علم والی صفت کا بیان ہوا پھر قدرت والی صفت کا بیان ہوا آج اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں اور بیان کرنی ہیں ان میں سے پہلی صفت ہے اللہ تعالیٰ

کا سمیع ہونا یعنی سننے والا ہونا اور دوسری صفت ہے بصیر ہونا یعنی دیکھنے والا ہونا تو اللہ تعالیٰ کی ذات خوب سننے والی بھی ہے اور خوب دیکھنے والی بھی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ,,اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ،، بیشک وہی تو خوب سننے والا ہے اور خوب دیکھنے والا ہے بندے جس حال میں بھی اس کو پکاریں آہستہ پکاریں یا بلند آواز سے پکاریں، رات کی تاریکی میں پکاریں یا دن کے اجالے میں پکاریں، خلوت اور تنہائی میں پکاریں یا بھرے مجمع میں پکاریں، وہ ہر حال میں ان کی پکار کو سن رہا ہوتا ہے اور انکے حال کو دیکھ رہا ہوتا ہے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سوال کیا ہمارا رب ہمارے قریب ہے یا ہم سے دور ہے ہم اپنے رب کو آہستہ پکاریں یا بلند آواز سے پکاریں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیت نازل فرمائی:

,,وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ،،

جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو آپ ان کو بتلا دیں کہ بیشک میں انکے قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی ذات خوب سننے والی اور خوب دیکھنے والی ہے یہی وہ دو صفتیں ہیں جو کائنات کا معبود ہونے کیلئے ضروری ہیں کائنات کا معبود وہ ذات بن سکتی ہے جو ہر حال میں انکی پکار کو سن سکتی ہو اور ہر حال میں انکی حالت

کو دیکھ بھی سکتی ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو دعوت دیتے وقت یہی بات ارشاد فرمائی تھی،

،،یَاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالَایَسْمَعُ وَلَایُبْصِرُ وَلَایُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا،،

اے میرے اباجان آپ ان بے جان مورتیوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو آپ کی پکار کو سن بھی نہیں سکتے اور آپ کے حال کو دیکھ بھی نہیں سکتے اور آپ کی کوئی پریشانی دور بھی نہیں کر سکتے اور معبود ہونے کیلئے یہ دو صفتیں ضروری ہیں جب تیرے معبودوں میں یہ دو صفتیں سننے اور دیکھنے والی موجود نہیں ہیں تو آپ ان کی عبادت کیوں کرتے ہیں ایسے اللہ کی عبادت کیوں نہیں کرتے جو خوب سننے والا بھی ہے اور خوب دیکھنے والا بھی ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو باقی صفات کی طرح اللہ تعالیٰ کی یہ دو صفتیں بھی غیر محدود ہیں انسان اللہ تعالیٰ کی ان دو صفتوں کی وسعت کا بھی اندازہ نہیں لگا سکتا میرے دوستو سوچیں اور غور کریں جس ذات نے ساری کائنات کے جانداروں کو سننے اور دیکھنے کی قوت عطاء فرمائی ہے وہ خود کتنی سننے والی اور دیکھنے والی ہوگی جب سے یہ کائنات بنی ہے جتنے جاندار دنیا میں آئے وہ سارے یہ دو قوتیں لے کر کے آئے اربہا فرشتے اربہا کھربہا جنات اربہا انسان اور اربہا مخلوقات جو بھی دنیا میں آیا اللہ تعالیٰ نے اسکو یہ دو قوتیں سننے اور دیکھنے کی عطاء فرمائی ہیں اور اب تک عطاء فرما رہے

ہیں اور قیامت تک عطاء فرماتے رہیں گے اور قیامت قائم ہونے کے بعد جنت میں تو یہ دونعمتیں اور زیادہ عطاء فرمائیں گے ایک ایک انسان کو دنیا کے سوا انسانوں کے دیکھنے اور سننے کی قوت عطاء فرمائیں گے، میرے دوستو اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کتنے خزانے ہیں اور وہ خزانے کتنے وسیع ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تقسیم کرنے کی حد کردی ہے مگر اب تک ان خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئی جو ذات اتنے وسیع خزانوں کی مالک ہے اور جس ذات نے اپنے خزانوں سے اربہا کھربہا مخلوق کو دیکھنے اور سننے کی طاقت عطاء فرمائی اور فرما رہے ہیں اور فرماتے رہیں گے وہ ذات خود کتنا سننے والی ہوگی اور وہ ذات خود کتنا دیکھنے والی ہوگی۔

خالق اور مخلوق کے دیکھنے اور سننے میں فرق

میرے دوستو مخلوق بھی سنتی ہے اور مخلوق بھی دیکھتی ہے اور ان کا خالق بھی سنتا اور دیکھتا ہے مگر مخلوق کے دیکھنے سننے میں اور خالق کے دیکھنے سننے میں بہت فرق ہے اللہ تعالیٰ کے سننے اور دیکھنے کو انسانوں کے دیکھنے سننے کی طرح خیال نہ کر لینا کہ اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح سنتا اور دیکھتا ہے جس طرح ہم سنتے اور دیکھتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے سننے میں دیکھنے میں فرق ہے۔

پہلا فرق

پہلا فرق یہ ہے کہ مخلوق دیکھنے اور سننے میں کانوں اور آنکھوں کی محتاج

ہے اللہ تعالیٰ نے کان عطاء فرمائے اوران کانوں میں شنوائی کی قوت بھی رکھ دی ہے پھر قوت شناخت بھی رکھدی ہے کہ آواز سن رہے ہوتے ہیں اور پھر آواز کو پہچان بھی رہے ہوتے ہیں باپ بیٹے کی آواز کو پہچان رہا ہوتا ہے بیٹا باپ کی آواز کو پہچان رہا ہوتا ہے اندھیرے میں دوست کی آواز بھی معلوم ہو جاتی ہے اور دشمن کی آواز بھی معلوم ہو جاتی ہے کئی ایسے انسان بھی ہوتے ہیں جنکے کان تو ہوتے ہیں مگر ان کانوں میں شنوائی کی طاقت نہیں ہوتی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آنکھیں دی ہیں اوران آنکھوں میں بینائی کی طاقت بھی رکھ دی ہے بعض کی آنکھیں تو ہوتی ہیں مگر ان میں بینائی کی طاقت نہیں ہوتی تو مخلوق دیکھنے اور سننے میں آنکھوں کی اور کانوں کی محتاج ہے اللہ تعالیٰ کی ذات سنتی بھی ہے اور دیکھتی بھی ہے مگر وہ دیکھنے اور سننے میں آنکھوں اور کانوں کی محتاج نہیں اسکا دیکھنا بغیر آنکھوں کے ہوتا ہے اور اس کا سننا بغیر کانوں کے ہوتا ہے اگر وہ دیکھنے اور سننے میں آنکھوں کی اور کانوں کی محتاج ہو جائے تو ایک تو اللہ تعالیٰ کا محتاج ہونا لازم آئے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات احتیاجی سے پاک ہے دوسرا پھر اللہ تعالیٰ کا جسم بھی ماننا پڑے گا کہ اگر کان ہونگے تو وہ جسم کے ساتھ لگے ہوئے ہوں گے اور آنکھیں ہوں گی تو وہ جسم کے ساتھ لگی ہوئی ہوں گی تو اللہ تعالیٰ کی ذات جسم سے پاک ہے وہ ہر جگہ بغیر جسم کے موجود ہے۔

یہی بات چند ہندؤں نے بطور اعتراض کے حضرت تھانوی ؒ کے سامنے پیش کی چند ہندؤ ایک مرتبہ حضرت تھانوی ؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور یہ اعتراض کیا کہ تم مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کلام ہے اور کلام تو زبان سے کیا جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی زبان بھی ہوگی اور پھر وہ زبان ایک منہ میں ہوگی اور وہ منہ کسی بدن کے ساتھ اور جسم کے ساتھ لگا ہوا ہوگا تو اللہ تعالیٰ کیلئے پورا جسم ماننا پڑے گا حالانکہ ساتھ تم یہ بھی کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جسم سے پاک ہے تو یا تو قرآن کے کلام اللہ ہونے کا انکار کر دو اور یا پھر اللہ تعالیٰ کیلئے جسم بھی تسلیم کرو، واقعۃً بڑا عجیب سوال تھا حضرت تھانویؒ نے فرمایا میں بھی حیران ہو گیا اس سے پہلے کبھی یہ سوال ذہن میں بھی نہیں آیا تھا اور نہ ہی کبھی اس پر غور کیا تھا مگر فوراً اسی وقت اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور اس کا جواب میرے ذہن میں ڈال دیا وہ جواب یہ دیا ہندوؤں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا تم بھی اور ساری دنیا کے عقلمند بھی اس بات کے دعویدار ہیں کہ زبان متکلم ہے زبان بولتی ہے ساری دنیا کہتی ہے کہ زبان بولتی ہے اور کلام کرتی ہے بتلاؤ کیا یہ بات واقعی درست ہے کہ زبان بولتی ہے تو ہندوؤں نے اقرار میں جواب دیا کہ جی واقعۃً اسمیں کوئی شک نہیں کہ زبان بولتی ہے حضرت نے فرمایا تو مجھے بتاؤ اور دکھاؤ کہ زبان کس زبان کے ذریعے بولتی ہے اور کلام کرتی ہے اگر بولنے کیلئے اور کلام کرنے کیلئے زبان کا ہونا ضروری ہے تو زبان کی زبان دکھاؤ انسان تو بولتا ہے اپنی زبان کے ذریعے مگر زبان کس زبان کے ذریعے بولتی ہے تو اگر زبان بغیر زبان کے کلام کر سکتی ہے تو زبان کا خالق بغیر زبان کے کلام کیوں نہیں کر سکتا جس ذات نے

لاکھوں کروڑوں اربہا کھربہا ایسی زبانیں پیدا فرمادی ہیں جو بغیر زبان کے بولتی ہیں کیا وہ ذات خود اس پر قادر نہیں کہ بغیر زبان کے کلام کر سکے بس یہ جواب سنناتھا کہ ہندؤ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

میرے دوستو بالکل اسی طرح یہ بات بھی سمجھو کہ انسان آنکھوں کے ذریعے دیکھتا ہے مگر آنکھ بغیر آنکھ کے دیکھتی ہے انسان کانوں کے ذریعے سنتا ہے مگر کان بغیر کان کے سنتے ہیں تو جس ذات نے لاکھوں کروڑوں اربہا کھربہا ایسی آنکھیں پیدا فرمادی ہیں جو بغیر آنکھ کے دیکھتی ہیں اور اربہا ایسے کان فرمادیے ہیں جو بغیر کانوں کے سنتے ہیں تو اگر ان آنکھوں کا اور کانوں کا خالق بغیر آنکھ اور بغیر کان کے دیکھے اور سنے تو اس میں حیرانگی کی کیا بات ہے بہر حال پہلا فرق یہ ہوا کہ مخلوق دیکھنے اور سننے میں آنکھوں کی اور کانوں کی محتاج ہے لیکن اللہ تعالیٰ بغیر آنکھوں کے دیکھتا ہے اور بغیر کانوں کے سنتا ہے، وہ آنکھوں کا اور کانوں کا محتاج نہیں ہے۔

دوسرا فرق:

دوسرا فرق خدا کے دیکھنے اور سننے میں اور مخلوق کے دیکھنے اور سننے میں یہ ہے کہ مخلوق کا سننا اور دیکھنا بالکل محدود ہے ایک حد کے اندر رہتے ہوئے مخلوق دیکھتی اور سنتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا دیکھنا اور سننا غیر محدود ہے اس کی کوئی حد نہیں۔ اس کو آپ ذرا مثال سے سمجھیں:

پہلی مثال:

مخلوق کا دیکھنا اور سننا محدود ہے اس طرح کہ بیک وقت ایک آواز سنے گا جب دو ہوں گی تو سننے میں اشتباہ ہونا شروع ہو جائے گا جب آوازیں دو سے زیادہ ہو جائیں گی تو اور زیادہ اشتباہ پیدا ہو جائے گا، یہاں تک کہ ایک مرحلہ ایسا بھی آئے گا کہ آوازوں کی کثرت کی وجہ سے سننے والے کو کچھ بھی سمجھ میں نہ آرہا ہوگا، صرف شور ہی شور ہوگا، تو مخلوق کا سننا محدود ہے، ایک حد تک سن اور سمجھ سکتا ہے، مگر میرے دوستو اللہ تعالیٰ کا سننا غیر محدود ہے اس کی کوئی حد نہیں۔

آپ غور کریں ہر سیکنڈ اور ہر لمحے کروڑوں اور اربہا انسان مختلف بولیوں، مختلف لغتوں میں خدا کو پکار رہے ہوتے ہیں وہ بیک وقت سب کی سن بھی رہا ہوتا ہے اور سمجھ بھی رہا ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر ساری دنیا کے انسان ایک چٹیل میدان میں جمع ہو جائیں اس طرح کہ اگلے پچھلے جمع ہو جائیں اور سب کے سب مل کر اللہ تعالیٰ سے مختلف زبانوں میں مختلف حاجتیں مانگیں اس طرح کہ ایک کی زبان دوسرے کی زبان سے مختلف ہو ، ایک کی حاجت دوسرے کی حاجت سے مختلف ہو، اس طرح جب سارے انسان اللہ تعالیٰ سے مانگیں، تو اللہ تعالیٰ بیک وقت سب کی سنے گا بھی، اور سب

کی سمجھے گا بھی، اور اگر اللہ تعالیٰ سب کی حاجتیں پوری کر دے، کسی کا سوال بھی رد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں اتنی کمی بھی نہ آئے گی جتنی سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے سمندر کے پانی میں کمی آتی ہے، سبحان اللہ! میرے دوستو اللہ تعالیٰ کا سننا غیر محدود ہے اس کی کوئی حد نہیں۔

اسی طرح مخلوق کا دیکھنا بھی محدود ہے، بیک وقت ایک انسان کو دیکھے تو اس کی پیشانی اس کا چہرہ اور چہرے کے خدوخال واضح نظر آئیں گے دو کو دیکھے تو اشتباہ شروع ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر پورے مجمع کو دیکھے تو دیکھنے میں ایسا اشتباہ ہوگا کہ ایک جم غفیر تو دکھائی دے رہا ہوگا، مگر یہ ان کے خدوخال میں فرق نہیں کر سکے گا، کہ فلاں کی پیشانی ایسی ہے اور فلاں کی ایسی ہے، فلاں کی ناک ایسی ہے اور فلاں کی ایسی ہے، مگر میرے دوستو اللہ تعالیٰ کا دیکھنا غیر محدود ہے، وہ بیک وقت کائنات کے ذرے ذرے کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور اس کے حال کو جان رہا ہوتا ہے آپ سن چکے ہیں کہ پوری کائنات کی زمین کی جو ریت ہے اس کے ذرات اور دانے غیر محدود ہیں اس کا شمار کرنا انسان کے وہم و گمان سے بھی بلند و بالا ہے، مگر میرے دوستو اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کی طاقت ایسی ہے کہ ہر ہر ذرے کو اس طرح دیکھ رہا ہوتا ہے، جیسے ہمیں اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر پڑی ہوئی چیز نظر آ رہی ہوتی ہے، سبحان اللہ! کیسی قدرت والی ذات ہے۔

دوسری مثال:

مخلوق کا دیکھنا اور سننا محدود ہے اس طرح کہ اگر تھوڑا سا فاصلہ آ جائے یا کوئی حائل درمیان میں آ جائے تو مخلوق سن نہیں سکتی دیکھ نہیں سکتی، دیوار کے پیچھے والی آواز سن نہیں سکتی، دیوار کے پیچھے والی چیز کو دیکھ نہیں سکتی، اگر آواز دینے والا تھوڑے سے فاصلے پر ہوگا تو آواز صاف نہیں سنائی دے گی، جتنا دور ہوتا جائے گا آواز مدھم ہوتی جائے گی یہاں تک کہ ایک حد پر جا کر بالکل نہیں سنائی دے گی، یہی حال انسان کی دیکھنے والی قوت کا ہے کہ اگر دکھائی دینے والی چیز قریب ہو تو صاف دکھائی دے گا تھوڑا سا فاصلہ ہو تو صاف نہیں دکھائی دے گا، اور اگر فاصلہ بڑھ جائے تو پہچان مشکل ہوگی، کہ مرد آ رہا ہے یا عورت آ رہی ہے، اور اگر اور زیادہ دوری اور فاصلہ پیدا ہو جائے تو بالکل نہیں دکھائی دے گا۔ مگر میرے دوستو اللہ تعالیٰ کا دیکھنا اور سننا غیر محدود ہے وہ بغیر حائل کے بھی سنتا ہے اور حائل اور واسطہ ہو تب بھی سنتا ہے، کوئی چیز اس کے دیکھنے اور سننے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی اس کے سامنے دور اور قریب سب یکساں ہیں کوئی فرق نہیں وہ ایسا سننے اور دیکھنے والا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے تین اندھیروں میں اس کو پکارا،

,,فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ،،

رات کی تاریکی بھی دریا کی گہرائیوں کا اندھیرا بھی اور مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا بھی، ان تین اندھیروں میں یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو پکارا،

,,لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ،،

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

,, فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ،،

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ہمارے اندر سننے کی طاقت بھی موجود ہے، ہم نے یونس علیہ السلام کی پکار کو تین اندھیروں سے سن بھی لیا، اور قبول بھی کرلیا، اور ہمارے اندر مشکل کو حل کرنے کی طاقت بھی موجود ہے، ہم نے ان کی مشکل کو حل کر کے غم سے ان کو نجات بھی عطاء فرمادی۔

میرے دوستو اور بزرگو! یہ تھوڑی سے تفصیل اس لئے بیان کی کہ آج ہمارا اجمالی عقیدہ اور ایمان تو ہے اللہ تعالیٰ کی صفات پر، کہ اللہ تعالیٰ کی ذات علم والی اور قدرت والی، اور دیکھنے اور سننے والی ہے، مگر ان کی تفصیلات کا بھی علم نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کا علم کتنا ہے اس کا دیکھنا اور سننا کیسا ہے اور اس کی قدرت کتنی ہے اور ان صفات پر یقین بھی نہیں ہوتا اور اصل سبب ہماری غفلت اور گناہوں والی زندگی کا یہی ہے کہ ہمیں خدا کی ذات اور صفات کا پتہ بھی نہیں اور یقین بھی نہیں ورنہ میرے دوستو جس کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی معرفت حاصل ہو جائے اور اس کے دل میں یقین پیدا ہو جائے، تو گناہ کرنا تو بڑے دور کی بات ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

بہرحال میرے دوستو آپ سے گذارش ہے کہ جو تفصیلات آپ کے سامنے بیان کی ہیں ان تفصیلات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی صفات۔ میں غور کیا

کریں، تنہائی میں بیٹھ کر ان صفات کو سوچا کریں تا کہ یقین والی کیفیت نصیب ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذات اور صفات کا یقین نصیب فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

پندرھویں تقریر

پندرھویں تقریر

توحید باری تعالیٰ کا بیان، قسط (۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطا ن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

,,لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ،، صدق اللہ العظیم .

پہلی بات: تمہید اور ماقبل سے اس کا ربط:

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

عقائد کے سلسلے میں ایمان باللہ کا بیان ہو رہا ہے سب سے اوّل وجود باری تعالیٰ کا بیان ہوا پھر اس کے بعد بطور نمونہ کے اللہ تعالیٰ کی چند صفات بیان ہوئیں اب اس کے بعد مختصراً اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں بھی سن لیں،

ایک مسلمان کے لئے جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ یعنی یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی وحدہ لاشریک ہے اور اپنی صفات کے اعتبار سے بھی وحدہ لاشریک ہے۔

ذات کے اعتبار سے وحدہ لاشریک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس پوری کائنات میں ایک ہی خدا ہے اور ایک ہی معبود ہے جس نے اس ساری کائنات کا نظام سنبھالا ہوا ہے، اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا اور معبود نہیں جو معبود اور خدا ہونے میں اس کے شریک ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے ,,قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ,,میرے محبوب اعلان کردیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس ساری کائنات کا معبود ایک ہی ہے، عیسائی تین خداؤں کے ماننے والے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا:

,,لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْآ اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ،،

اسی طرح مشرکین مکہ بھی تین سوساٹھ خداؤں کے ماننے والے تھے مگر یہ کفریہ عقیدہ ہے قرآن نے مکہ والوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا

,,قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ،،

میرے محبوب ﷺ آپ فرمادیں ے کافرو میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی عبادت تم کررہے ہو تو اللہ تعالیٰ کو ذات کے اعتبار سے بھی وحدہ لاشریک سمجھے اس کائنات میں معبود ایک ہی ہے دو نہیں یا زائد نہیں اسی

طرح میرے دوستو اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے اعتبار سے بھی وحدہ لاشریک ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی جتنی اور جیسی صفات ہیں ان میں سے کوئی صفت بھی کائنات کے کسی فرد میں نہیں پائی جاتی خالق کی صفات میں سے کوئی صفت بھی مخلوق کے کسی فرد میں نہیں پائی جاتی نہ آج تک دنیا میں کوئی ایسا آیا ہے نہ قیامت تک آئے گا کہ جس میں خدا کی کوئی ایک صفت بھی پائی جائے نہ فرشتوں میں کوئی فرشتہ ایسا ہے جو خدا تعالیٰ کی کسی صفت کے ساتھ متصف ہو، نہ جنات میں سے کوئی جن ایسا ہے جو خدا کی صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ متصف ہو، اور نہ ہی انسانوں میں سے کوئی انسان ایسا ہے جس میں خدائی صفات پائی جائیں انسانوں میں بڑے اولوالعزم پیغمبر بھی آئے بڑی شان والے نبی بھی آئے اور بڑے بڑے اولیاء بھی آئے مگر وہ سب کے سب خدا کے بندے تھے خدا کی صفات کے ساتھ وہ بھی متصف نہ تھے، آگے چل کر انشاء اللہ ہم اس کی تھوڑی سے تفصیل آپ کے سامنے عرض کریں گے، ابھی تو صرف تمہیدی اور ابتدائی بات بیان ہو رہی ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور توحید پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے، تو میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کو ذات کے اعتبار سے بھی وحدہ لاشریک ماننے اور اللہ تعالیٰ کو صفات کے اعتبار سے بھی وحدہ لاشریک ماننے، اسی کا نام توحید ہے، یہ تو پہلی بات تھی، دوسرے نمبر پر اب توحید باری تعالیٰ کے مختصراً دلائل بھی سن لیں۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل:

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنی وحدانیت کے بے شمار عقلی و نقلی دلائل بیان فرمائے ہیں، میں صرف ان کی ایک جھلک آپ کو دکھانے کے لئے فقط آپ کے سامنے تین دلیلیں بیان کروں گا۔

پہلی دلیل:

اللہ تعالیٰ نے مختلف انداز سے یہ دلیل بیان فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ معبود وہ ہوتا ہے جو احتیاجی سے پاک ہو، ساری کائنات جس کی محتاج ہو، مگر وہ کسی کا محتاج نہ ہو، تو معبود بننے کے قابل وہ ذات ہو سکتی ہے جو احتیاجی سے پاک ہو اور ایسی ذات اس ساری کائنات میں صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہے باقی کائنات میں بسنے والی ساری مخلوق چاہے وہ فرشتے ہوں، جنات ہوں انسان ہوں، چاہے وہ اتنے بڑے مرتبے میں کیوں نہ پہنچ جائیں، وہ سب کے سب محتاج ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے ,, اللّٰهُ الصَّمَدُ،، اللہ بے نیاز ہے صَمَدْ اس ذات کو کہتے ہیں، جو اپنے کسی کام میں بھی کسی کی محتاج نہ ہو اور ساری کائنات اپنے ہر کام میں اس کی محتاج ہو، تو احتیاجی سے پاک ذات صرف خدا تعالیٰ کی ہے، اس کے سوا ساری کائنات ہر وقت محتاج ہے۔ پیچھے آپ سن چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ میں عیسائیوں کے عقیدے کی تردید کرتے ہوئے ایک عجیب جملہ ارشاد فرمایا ,, كَانَا يَاكُلَانِ الطَّعَامَ ،،

اے عقل کے اندھو تم عجیب لوگ ہو عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کو اپنا خدا اور معبود سمجھتے ہو حالانکہ وہ دونوں تو کھانا کھایا کرتے تھے، اور جو کھانا کھائے وہ تو ساری کائنات کا محتاج ہوتا ہے، وہ زمین کا بھی محتاج ہے، ہل چلانے والے بیلوں کا بھی محتاج ہے، پھر بیج کا بھی محتاج ہے، پھر پانی کا بھی محتاج ہے، بادلوں اور بارش کا بھی محتاج ہے، پھر کھیتی اُگ آئے تو اس کو پکانے کے لئے سورج کی گرمی اور چاند کی چاندنی کا بھی محتاج ہے، پھر کھیتی کاٹنے والوں کا بھی محتاج ہے، کٹنے کے بعد اس کو میدان میں جمع کرنے والوں کا محتاج ہے، پھر بھوسے اور دانے کو الگ الگ کرنے کے لئے تھریشر کا بھی محتاج ہے، پھر دانے الگ ہو جائیں تو آٹا پینے کے لئے چکی کا بھی محتاج ہے، پھر آٹا گوندھنے والی کا محتاج ہے، اس کے لئے توے اور چولھے کا آگ کا محتاج ہے۔

غرض جو کھانا کھاتا ہے وہ تو ساری کائنات کا محتاج ہوتا وہ خدا کہاں ہوسکتا ہے، خدا تو وہ ہوتا ہے جس کی ساری کائنات محتاج ہو مگر وہ کسی کا محتاج نہ ہو، بالکل احتیاجی سے پاک ہو۔

میرے دوستو! میں نے صرف اشارہ کیا ہے، آپ سوچتے جائیں گے تو یہ دلیل آپ پر کھلتی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس ساری کائنات میں کوئی ایسا نہیں آیا اور نہ آئے گا جو احتیاجی سے پاک ہو۔ اور جو محتاج ہو وہ خدا کہاں ہوسکتا ہے، احتیاجی سے پاک صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہے، لہذا معبود بننے کے قابل بھی وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔

دوسری دلیل:

میرے دوستو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے ایک ہونے کی وحدہ لاشریک ہونے کی یہ دلیل بھی بیان فرمائی ہے:

،،لَوْ كَانَ فِيهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا،،

کہ جب سے یہ کائنات بنی ہے اس وقت سے لے کر آج تک ہزار سال گذر گئے، مگر اس کے نظام میں کوئی گڑ بڑ نہیں پیدا ہوئی. ابتداء سے لے کر آج تک اس کا مستحکم نظام ایک ہی انداز سے چل رہا ہے، سورج کے طلوع وغروب کا نظام، چاند ستاروں کے طلوع وغروب کا نظام، بادلوں اور بارشوں کا نظام، ہواؤں کا نظام، رات اور دن کے آنے کا نظام، رات اور دن کے کم اور زیادہ ہونے کا نظام، انسانوں کے دنیا میں آنے اور جانے کا نظام، گرمی اور سردی کا نظام، غرض یہ سارے نظام بالکل ٹھیک ٹھیک ایک ہی انداز سے چل رہے ہیں، ان میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی تغیر تبدل نہیں ہوا، گڑ بڑ نہیں ہوئی یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کائنات کا چلانے والا بالکل اکیلا اللہ پاک ہے، جو ایسا قادر مطلق ہے کہ اس کے آگے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں، وہ جیسے چاہتا ہے وہی ہوتا ہے کوئی اس میں رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتا،

اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کائنات میں کوئی اور خدا بھی ہوتے اور الٰہ بھی ہوتے تو یقیناً ان کا نظام برباد ہو جاتا، ایک چاہتا بارش برسانی ہے دوسرا

چاہتا بارش نہیں برسانی، ایک نواز شریف کو اقتدار سے محروم کرنا چاہتا دوسرا باقی رکھنا چاہتا، ایک سردی لانا چاہتا دوسرا گرمی لانا چاہتا، تو اب دونوں کی خواہش پوری نہیں ہوسکتی ایک کو اپنی خواہش چھوڑنی پڑتی، اور دبنا پڑتا، عاجزی ماننی پڑتی، اور جو عاجز ہو جائے وہ خدا کہاں ہوسکتا ہے، اس لئے ارشاد فرمایا،، لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا،، اگر زمین وآسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی الٰہ ہوتے تو اس کا نظام تباہ ہو جاتا، اور ہزاروں سال سے نظام ٹھیک ٹھیک چل رہا ہے معلوم ہوا اس کائنات کا چلانے والا اکیلا اللہ ہے،،

,فسبحان الله رب العرش عمّا يصفون ،،

ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان کے شرکیہ خیالات سے پاک ہے۔

تیسری دلیل:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وحدانیت کی ایک دلیل اس انداز سے بیان فرمائی ہے، کہ اپنا اور مشرکین کے معبودانِ باطلہ کا تقابل بیان فرما کر ایک تقابلی جائزہ پیش فرما کر عقلمند انسان کو غور وفکر کی دعوت دی ہے کہ تنہائی میں بیٹھ کر خود سوچ لو کہ کون خدا اور معبود بننے کے قابل ہے اور کون معبود بننے کے قابل نہیں ہے۔

ایک طرف اپنی قدرت اور اپنی خالقیت کو بیان فرمایا، دوسری طرف

ان کے معبودانِ باطلہ کی عاجزی اور کمزوری کو بیان فرمایا کہ خود سوچ لو ایسی قدرت اور طاقت والا خدا معبود بننے کے قابل ہے یا ایسے کمزور اور بے بس اور عاجز معبود بننے کے قابل ہیں۔

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی خالقیت کو بیان فرمایا کہ ایک طرف تو ایسی عظمت اور قدرت والی ذات ہے جس نے یہ ساری کائنات اور اس کائنات کا ہر ذرہ پیدا فرمایا ہے، یہ اتنے بڑے بڑے آسمان اور زمین پیدا فرمائے، پہاڑ اور دریا پیدا فرمائے، سورج چاند اور ستارے پیدا فرمائے، دوسری طرف تمہارے معبودانِ باطلہ جو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے،

,, لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ،،

سارے جمع ہو کر اپنی ایڑھی چوٹی کا زور لگا کر بھی ایک مکھی پیدا نہیں کر سکتے، دوسری جگہ فرمایا،

,, لَايَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ،،

کہ تمہارے معبودانِ باطلہ ایک ذرہ بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ تو خود اپنی پیدائش میں اللہ تعالیٰ کے محتاج تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرمایا۔

اب خود سوچ لو معبود بنانے کے قابل کون سی ذات ہے وہ خدا جو ساری کائنات کا خالق ہے وہ معبود بننے کے قابل ہے یا وہ معبودانِ باطلہ جو ایک تنکا بھی پیدا نہیں کر سکتے، ایک طرف وہ اللہ تعالیٰ ہے جو اَلْحَیُّ الْقَیُّوْم ہے، جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، موت تو بڑے دور کی بات

ہے اس کو نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند آتی ہے ,, لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ،، دوسری طرف تمہارے معبودانِ باطلہ ہیں جن کو اپنی زندگی میں نیند بھی آتی تھی، اونگھ بھی آتی تھی اور تھکاوٹ بھی لاحق ہو جایا کرتی تھی، پھر ایک وقت ایسا آیا کہ ان کو موت آ گئی اور وہ اپنی زندگی کو نہ بچا سکے،

,, اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَّمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ،،

تو بتلاؤ معبود بننے کے قابل کون ہے، الحی القیوم معبود بننے کا قابل ہے، یا اونگھنے والے، سونے والے اور مرنے والے معبود بننے کے زیادہ قابل ہیں۔

ایک طرف وہ خدا ہے جس کو کائنات کے ذرے ذرے کا علم ہے، دوسری طرف تمہارے وہ معبودانِ باطلہ جن کو اپنے بارے میں بھی یہ معلوم نہیں کہ ان کو کب دوبارہ قبروں سے اٹھایا جائے گا،

,, وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ،،

سوچو ان دونوں میں سے کون معبود بننے کے قابل ہے، ایک طرف وہ خدا ہے، جس نے تین اندھیروں میں، رات کی تاریکی بھی، دریا کی گہرائی کا اندھیرا بھی، مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا بھی، ان تین اندھیروں میں حضرت یونس علیہ السلام کی پکار کو سن لیا ان کے جان کو دیکھ بھی لیا پھر ان کی مشکل بھی حل کر دی، دوسری طرف تمہارے معبودانِ باطلہ جو دیوار کے پیچھے سے بھی نہیں سن سکتے،

,, اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا

مَااسْتَجَابُوْا لَکُمْ ،،
اور اگرسن لیں تو مشکل کو حل نہیں کر سکتے ، اب بتاؤ معبود بننے کے قابل کون سی ذات ہے۔
ایک طرف وہ باری تعالیٰ ہے جو کائنات کے ذرے ذرے کا مالک ہے

،، وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ ،،

اتنے خزانوں کا مالک ہے کہ جب سے کائنات بنی ہے اپنے خزانوں کے منہ کھولے ہوئے ہیں اور تقسیم کر رہا ہے اور قیامت تک کرتا رہے گا اور قیامت کے بعد جنت میں بھی کرتا رہے گا مگر اسکے خزانوں میں آج تک ایک رائی کے دانے کے برابر بھی کمی نہیں آئی ہے اور نہ قیامت تک آئے گی اور نہ قیامت کے بعد آئے گی،

،،وَلِلّٰہِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ وَاِنْ مِّنْ شَیْئٍ اِلَّاعِنْدَنَاخَزَائِنُہٗ،،

دوسری طرف تمہارے معبودانِ باطلہ جو ایسے بے بس ہیں کہ کھجور کی گٹھلی پر جو سفید پردہ ہوتا ہے اس پردے کے بھی مالک نہیں ہیں،

،،وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَایَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ،،

اب خود ہی سوچ کر بتاؤ معبود بننے کے قابل کون سی ذات ہے۔
میرے دوستو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ نے بیسویں پارے کے پہلے رکوع

میں اپنی صفت قدرت بیان فرما کر کفار کو عجیب و غریب انداز سے دعوت فکر دی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے،

,,اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً،،

کون ہے جس نے اتنے بڑے بڑے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا کون ہے جس نے آسمان سے بارش برسائی

,,فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ،،

اور وہ کون ہے جس نے اس پانی کے ذریعے گھنے گھنے باغات اگائے

,,مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا،،

تم سارے ملکر تو ایک درخت بھی نہیں پیدا کر سکتے تھے سوچو یہ سارے کام کرنے والا کون ہے اس کے بعد ارشاد فرمایا ,,ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ،، سوچو جب یہ سارے کام کرنے والا اکیلا اللہ ہے تو پھر اس اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہو سکتا ہے اسکے بعد دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

,,اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا،،

وہ کون ہے جس نے زمین کو قرار اور سکون والی بنایا کہ حرکت نہیں کر رہی ہے اور تم اطمینان کے ساتھ اس پر چل پھر کر اپنا کام کر رہے ہو۔

,,وَجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا،،

وہ کون ہے جس نے زمین کے درمیان بڑے بڑے دریا اور نہریں جاری فرمادیں جن کی وجہ سے تمہیں ہزاروں فوائد مل رہے ہیں ,,وَجَعَلَ

لھاذرابیے ،،وہ کون ہے جس نے یہ بڑے بڑے پہاڑ زمین پر پیدا فرما کر زمین کو مضبوطی سے ٹھہرا دیا ہے:

،،وَجَعَلَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ حَاجِزاً،،

وہ کون ہے جس نے دو دریاؤں کے پانی میں ایسا باریک پردہ پیدا فرما دیا ہے جو نظر نہ آنے کے باوجود دونوں پانیوں کو آپس میں ملنے نہیں دیتا راولپنڈی سے پشاور جاتے ہوئے جی ٹی روڈ پر سفر کرنے والوں نے اکثر یہ منظر دیکھا ہوگا کہ دریائے کابل اور دریائے سندھ جہاں ملتے ہیں وہاں یہ عجیب وغریب نظارہ دکھائی دیتا ہے کہ دریائے کابل کا پانی نیالے رنگ کا ہے اور دریائے سندھ کا پانی آسمانی رنگ کا ہے مگر جب یہ دونوں ملتے ہیں تو حدنگاہ تک اس طرح اکٹھے ملکر چل رہے ہوتے ہیں کہ ایک کا پانی دوسرے کے پانی میں مدغم نہیں ہوتا وہی دکھائی نہ دینے والا قدرت خداوندی کا غائبانہ پردہ حائل رہتا ہے تو فرمایا:

،،وَجَعَلَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ حَاجِزاً،،

وہ کون ہے جس نے دو دریاؤں کے پانیوں کے درمیان نہ دکھائی دینے والا ایسا پردہ حائل کر دیا جو ان دونوں کو آپس میں ملنے نہیں دیتا یہ سارا ارشاد فرمانے کے بعد فرمایا،،ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ،،سوچو جب یہ سارے کام کرنے والا اکیلا خدا ہے تو اس خدا کے ساتھ کوئی اور معبود ہوسکتا ہے اس کے

بعد پورے رکوع میں تقریباً یہ انداز ہے میں نے صرف اشارہ کر دیا ہے
گھر جاکر تفسیر عثمانی میں بیسویں پارے کے پہلے رکوع کو نکال کر ترجمہ
اور تفسیر دیکھ لینا انشاء اللہ بات سمجھ میں آ جائے گی اب وقت ختم ہو چکا ہے
باقی آئندہ

و آخر دعوانا أن الحمدلله رب العالمين۔

سولھویں تقریر

سولھویں تقریر
توحید باری تعالیٰ کا بیان
قسط نمبر (۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (صدق اللہ العظیم)۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

عقائد کے سلسلے میں توحید باری تعالیٰ کا بیان چل رہا ہے گذشتہ جمعے یہ عرض کیا تھا کہ توحید کے عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذات کے

اعتبار سے بھی وحدہ لاشریک سمجھے اور صفات کے اعتبار سے بھی وحدہ لاشریک سمجھے یعنی اللہ تعالیٰ کی جتنی صفات ہیں ان جیسی کوئی صفت مخلوق کے کسی فرد میں نہیں پائی جاتی ہمارے موجودہ دور میں عوام کی اکثریت گمراہ مولویوں اور گمراہ پیروں کے شکنجے میں پھنسی ہوئی ہے جس کی وجہ سے عوام کی اکثریت اللہ تعالیٰ کی دو صفتوں کے بارے میں خصوصی طور پر اس غلط فہمی کا شکار ہے کہ یہ دو صفتیں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں بھی پائی جاتی ہیں انبیاء علیہم السلام میں بھی، اور اولیاء کرام میں بھی پائی جاتی ہیں۔

ان دو صفتوں میں سے پہلی صفت اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا اور دوسری صفت ہے حاضر ناظر ہونا یعنی ہر جگہ ہر وقت موجود ہونا ان دونوں صفتوں کے بارے میں عوام کی اکثریت یہ سمجھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرح انبیاء بھی اور اولیاء بھی عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر ناظر ہوتے ہیں۔

میرے دوستو اور بزرگو! جتنے بھی مشرکانہ اعمال ہیں غیر اللہ کے نام کی ، نذر و نیاز دینا، ان کے نام کی منت ماننا، ان کی قبروں کا طواف کرنا، ان کی قبروں پر جا کر سجدہ کرنا، ان کو غائبانہ پکارنا، ان سے اپنی مرادیں مانگنا، اولاد مانگنا، یہ جتنے بھی مشرکانہ اعمال ہیں ان سب کی بنیاد اور جڑ یہی عقیدہ ہے کہ وہ عالم الغیب ہیں اور ان کو ہمارے سب حالات کی خبر ہے اور ہماری پکار کو سن رہے ہیں اور ہمارے اس کام کے کرنے سے وہ خوش ہوتے ہیں اور خوش ہو کر ہمارا کام کر دیتے ہیں ہماری مراد پوری کر دیتے

ہیں اور ہماری بگڑی بنا دیتے ہیں تو میرے دوستو اور بزرگو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو بھی عالم الغیب سمجھنا یہ مشرکانہ اعمال کی جڑ ہے اسلئے میں چاہتا ہوں کہ اسکی تھوڑی سی تفصیل بھی عرض کر دوں۔

میرے دوستو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ کی علم والی صفت کے بارے میں تفصیلی بیان آپ سن چکے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم غیر محدود ہے جس کی کوئی حد اور انتہا نہیں جو کچھ اب تک موجود ہو چکا ہے اس کو بھی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو قیامت تک ہوگا اور جو قیامت کے بعد ہوگا اس کو بھی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کائنات کے ذرے ذرے کو جانتے ہیں جو چیزیں ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور جو چیزیں ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں ہیں بلکہ پوشیدہ اور مخفی ہیں، چھپی ہوئی ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں عالم الغیب والشھادہ ان کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ایسا وسیع اور غیر محدود ہے کہ بندہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا ساری کائنات کے انسانوں کا، جنات کا، فرشتوں کا علم جمع کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں اتنا بھی نہیں جتنا سمندر کے مقابلے میں قطرہ ہوتا ہے اسلئے کے ساری کائنات کا علم ملا کر جتنا زیادہ بھی ہو جائے مگر پھر بھی وہ محدود ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کا علم غیر محدود ہے محدود کو غیر محدود سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! ایسا علم اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے کائنات کا کوئی فرد اس میں شریک نہیں نہ کوئی فرشتہ، نہ کوئی جن، نہ کوئی نبی، اور نہ کوئی

ولی ،میرے دوستو ٹھنڈے دل اوردماغ سے سوچیں مخلوق کوایسے علم کی آخرضرورت کیا ہے وہ تو خدا ہے ،رب ہے ،اسنے سب کو پالنا ہے ،سب کی ضرورتیں پوری کرنی ہیں،سب کی دیکھ بھال کرنی ہے،اگرجانے گانہیں تو پالے گا کیسے ،ضرورتیں کیسے پوری کریگا مگرمخلوق کو اتنے علم کی کیاضرورت ہے مخلوق کی شایان شان جوعلوم تھے انبیاء اوراولیاء کی شایان شان علوم تھے وہ اللہ پاک نے ان کوعطاء فرمائے اوراتنے زیادہ عطاء فرمائے کہ ساری کائنات کے انسانوں کاعلم ملکرایک نبی اوررسول کے علم کامقابلہ نہیں کرسکتا مگرمیرے دوستو اگرپیغمبرکوپوری کائنات کے درختوں کی پتوں کی تعدادمعلوم نہ ہوتو بتایئے اس کی شان میں کیا کمی ہوگی اگرایک رسول کوسمندرکی گہرائیوں میں رہنے والی مچھلیوں کی تعدادمعلوم نہ ہوتو کیااس پیغمبرکی شان میں فرق واقع ہوجائے گا تو میں یہ عرض کررہاتھا کہ کائنات کے ذرے ذرے کاتفصیلی علم اللہ تعالی کے بغیراورکسی کوحاصل نہیں یہ اللہ تعالی کی خاص صفت ہے کائنات کاکوئی فرداس میں شریک نہیں قرآن کریم کی جوآیت خطبے میں آپکے سامنے پڑھی گئی ہے اس میں سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کواللہ تعالی نے مخاطب کرکے ارشادفرمایا میرے محبوب اعلان فرمادیں،

,,قُلْ لَایَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّااللّٰہُ،،

میرے محبوب اعلان فرمادیں اللہ تعالی کے سوازمین وآسمان کی تمام مخلوق میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتااورجن کوتم عالم الغیب سمجھ رہے ہوان

کوتو اپنے بارے میں بھی یہ معلوم نہیں کہ ان کو قبروں سے کب اٹھایا جائے گا،

,,وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ،،

توجب ان کو اپنی جان کا بھی علم نہیں تو پورے جہان کا علم کیسے ہوسکتا ہے اکیسویں پارے میں سورۃ لقمان کی آخری آیت میں ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ اس طرح خاص کرلیا ہے کہ ان کا علم مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں ان پانچ چیزوں کو غیب کی کنجیاں ارشاد فرمایا ہے یہ غیب کی ایسی کنجیاں ہیں اور چابیاں ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ خاص کرلیا ہے ان پانچ چیزوں میں سے

پہلی چیز:

,,اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ،،

ان پانچ چیزوں میں سے پہلی چیز قیامت کے قائم ہونے کا مخصوص وقت قیامت کب آئے گی کس دن آئے گی کس سال کس مہینے میں آئے گی کس گھڑی میں آئے گی یہ علم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ خاص کرلیا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور نہیں جانتا ہر نبی نے اپنی اپنی امتوں کو قیامت کے آنے کے بارے میں تو بتایا کہ قیامت ضرور آئے گی مگر کب آئے گی یہ کسی کو معلوم نہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبرئیل امین انسانی شکل میں حاضر ہوئے ایمان اسلام اور احسان کے بارے میں سوالات کیئے آپ

نے سب کے جوابات دیئے پھر انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

,,مَالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ،،

قیامت کے آنے کا مخصوص وقت جیسے تجھے معلوم نہیں اسی طرح مجھے بھی معلوم نہیں پوچھا ہوا پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا دوسری چیز ,,وینزل الغیث،، بارش پر دنیا کی آبادی اور رونق کا دارومدار ہے مگر بارش کب آئے گی کس علاقے میں آئے گی کتنی آئے گی یہ ساری باتیں اللہ تعالی کے بغیر کوئی اور نہیں جانتا اور نہ ہی اللہ تعالی نے اس کا علم کسی کو عطاء فرمایا ہے خوب اچھی طرح سمجھ لیں پوری دنیا میں اور پوری کائنات میں کس کس علاقے میں کب بارش آئے گی یہ علم اللہ تعالی کی ذات کے مخصوص ہے کسی ایک آدھ علاقے کے بارے میں ہواؤں کا رخ دیکھ بارش کی خبر دے دینا یہ علم غیب نہیں کہلاتا پوری کائنات میں ہر ہر علاقے میں بارش کے آنے کا مخصوص وقت اللہ تعالی کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بادلوں کا نام ونشان نہیں ہوتا مگر کسی اللہ والے کی دعا سے یکا یک آسمان بادلوں سے بھر جاتا ہے اور چھما چھم بارش برسنی شروع ہو جاتی ہے اور کبھی پورے آسمان کو سیاہ بادلوں نے گھیرا ہوا ہوتا ہے مگر بارش کا ایک قطرہ زمین پر نہیں آنے پاتا ہوائیں آ کر بادلوں کو اڑا کر لے جاتی ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیئے منبر پر تشریف لائے

جمعے کا دن تھا ایک اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کیا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جانور ہلاک ہو رہے ہیں زمینیں خشک ہوگئیں آپ دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے آپ نے ہاتھ اٹھا دیئے بارش کی دعاء مانگی ہاتھ اٹھانے سے قبل مدینے کا آسمان بادلوں سے خالی تھا بادلوں کا نام ونشان تک نہیں تھا مگر ابھی خطبے سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ بادل چھاگئے اور بارش برسنی شروع ہوگئی یہاں تک کہ دوسرے جمعے تک پورا ہفتہ بارش برستی رہی دوسرے جمعے کو جب آپ خطبہ دینے کیلئے منبر پر تشریف لائے تو وہی اعرابی یا کوئی دوسرا کھڑا ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ اب تو مکانات گرنے لگے دعاء فرمائیں اللہ تعالیٰ بارش روک لے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دعاء کیلئے ہاتھ اٹھائے:

,,اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا لَا عَلَيْنَا،،

اے اللہ اردگرد پہاڑوں پر برسادے ہمارے اوپر نہ برسا یہ دعاء مانگتے جاتے تھے اور انگلی سے اشارہ فرماتے جاتے تھے بادل چھٹتے گئے یہاں تک کہ جب خطبے سے فارغ ہوئے تو مدینے کا آسمان صاف ہو چکا تھا بہر حال یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا تو بارش کے آنے کا مخصوص وقت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

تیسری چیز:

,,وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ،،

پوری کائنات میں جتنی مادہ ہیں تمام مخلوق میں جتنی مادہ ہیں چاہے وہ انسانوں کی ہوں چاہے جنات کی ہوں چاہے خشکی میں رہنے والی مخلوقات کی ہوں چاہے سمندروں میں رہنے والی مخلوقات کی ہوں ان سب کے رحم میں اور ان سب کے پیٹ میں کیا ہے نر ہے مادہ ہے مکمل اعضاء والا ہے یا ناقص اعضاء والا یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا یہ خوب اچھی طرح سمجھ لیں یہ علم جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے وہ پوری کائنات کا علم ہے کہ پوری کائنات میں ہر قسم کی مخلوق کی جو مادہ ہیں ان کے رحم میں کیا ہے یہ علم اللہ تعالیٰ کی ذات کے خاص ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کسی ایک آدھ رحم کے بارے میں بطور معجزہ کے کوئی پیغمبر بتادے یا کوئی اللہ کا ولی بطور کرامت بتادے یہ علم غیب نہیں بلکہ یہ تو غیب کی ایک خبر ہے جو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ان کو معلوم ہو گئی علم غیب یہ ہے کہ ساری کائنات کا علم ان کو حاصل ہو جائے اور ایسا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ خاص کیا ہوا ہے ، اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا۔

چوتھی چیز

,,وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا،،

یہ بات بھی کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل اس نے کیا کام کرنا ہے اچھا کام کرے گا یا برا کام کرے گا نفع والا کام کرے گا یا نقصان والا کام کرے گا زندہ رہے گا یا اس کی موت واقع ہو جائے گی خلاصہ یہ ہے کہ کل کی بات اللہ تعالیٰ

کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا اس لئے شریعت کا حکم یہ ہے کہ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ ہو تو انسان کو انشاء اللہ ضرور کہنا چاہئیے کہ اگر اللہ تعالی نے چاہا تو میں یہ کام کروں گا پانچویں چیز ,,وَمَاتَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ،، اپنی موت کے بارے میں بھی کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اسکی موت کہاں آئے گی کس سرزمین پر آئے گی اور کب آئے گی بستر علالت پر آئے گی یا میدان جنگ میں آئے گی یہ بات بھی اللہ تعالی نے کسی کو نہیں بتائی امام مالک" کو مدینے کے ساتھ عشق تھا اور یہ تمنا تھی کہ میری موت مدینے میں واقع ہو اللہ والوں کو مدینے کی موت بڑی محبوب ہوتی ہے ہمارے اکثر اکابر اپنی زندگی کے آخری حصے میں مدینے کی طرف ہجرت فرما کر مدینے کو اپنا ٹھکانا بنایا کرتے تھے تا کہ موت مدینے میں آئے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس نصیب ہو جائے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا بھی آخری عمر میں مدینہ ہجرت فرما گئے اور وہیں انتقال فرمایا اور ہزاروں صحابہ کی قبور کے ساتھ جنت البقیع میں دفن ہوئے حضرت کے ایک بہت ہی محبوب خلیفہ تھے صوفی محمد اقبال صاحبؒ چونتیس سال سے مدینہ میں یہ تمنا لیکر قیام فرمایا ہوا تھا کہ میری موت مدینے میں اور جنت البقیع میں دفن ہونا نصیب ہو جائے چند ماہ قبل اللہ تعالی نے ان کی یہ آرزو پوری فرمادی غرض بزرگوں کو مدینے کی موت بڑی محبوب ہوتی ہے حاجی امداد اللہ مہاجر کیؒ فرمایا کرتے تھے کہ زندگی تو کے کی بہتر ہے

اور موت مدینے کی بہتر ہے پھر اس کی وجہ بیان فرمائی کہ زندگی کے کی اسلئے بہتر ہے کہ ایک کے بدلے میں لاکھ ملتے ہیں اور موت مدینے کی اس لئے بہتر ہے کہ قیامت والے دن قبر سے نکلتے ہی سب سے پہلی نگاہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر پڑے گی اور آپ کے ساتھ حشر نصیب ہوگا۔

حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے اول میری قبر شق ہوگی اور سب سے پہلے میں اپنی قبر سے باہر نکلوں گا پھر اس کے بعد میرے دائیں جانب صدیق اکبر کی قبر پھٹے گی وہ باہر نکلیں گے پھر بائیں جانب سے حضرت عمر فاروق کی قبر پھٹے گی وہ باہر نکلیں گے پھر میں ان دونوں کو لیکر جنت البقیع کے قبرستان میں جاؤں گا ان کو اپنے ساتھ اٹھاؤں گا پھر ہم یہیں کے والوں کا انتظار کریں گے تو زندگی کے کی بہتر ہے اور موت مدینے کی بہتر ہے اس لئے اللہ والوں کو مدینے کی موت بڑی محبوب ہوتی ہے بات دوسری طرف نکل گئی بات یہ بیان ہو رہی تھی کہ امام مالک کو مدینے سے عشق تھا اور یہ تمنا تھی کہ میری موت مدینے میں واقع ہو اور مجھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جوار اور پڑوس نصیب ہو جائے اس غرض کیلئے مدینے سے باہر نہیں جایا کرتے تھے نفلی حج کیلئے بھی کبھی نہیں گئے ایسا نہ ہو کہ میں نفل حج کیلئے جاؤں اور وہیں موت آ جائے اور وہاں ہی دفن ہونا پڑے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس سے محروم ہو جاؤں گا اگر مدینے سے باہر کہیں جانا پڑ جاتا تو بہت جلد بھاگتے ہوئے مدینے واپس آ جایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ خواب میں سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو امام مالکؒ نے پوچھایارسول اللہ میری موت کب آئے گی میری کتنی زندگی باقی ہے مجھے معلوم ہوجائے تو میں اطمینان سے نفل حج تو کرکے آجاؤں سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں اپنے ہاتھ کی پانچ انگلیاں کھڑی فرمادیں اب جب امام مالکؒ بیدار ہوئے تو حیران ہوئے کہ اس خواب کی تعبیر کیاہے پانچ سے کیامراد ہے پانچ دن مراد ہیں، پانچ ماہ مراد ہیں، پانچ سال مراد ہیں، کیامراد ہے حالانکہ حدیث کے بہت بڑے امام تھے مگر تعبیر سمجھ میں نہ آئی اس زمانے میں خوابوں کی تعبیر کے امام تھے امام ابن سیرینؒ ان کو اللہ تعالیٰ نے خوابوں کی تعبیر بتانے میں بڑی مہارت عطاء فرمائی تھی امام مالک کا خواب ان کے سامنے پیش ہواتوانہوں نے بڑی عجیب تعبیر بیان فرمائی کہ پانچ انگلیوں سے اشارہ نہ تو پانچ دنوں کی طرف ہے، نہ پانچ مہینوں کی طرف ہے، نہ پانچ سالوں کی طرف ہے بلکہ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ کی پانچ انگلیاں اٹھا کراشارہ فرماتا کہ اس سوال کا جواب ان پانچ چیزوں میں داخل ہے جن کاعلم اللہ تعالیٰ کے سواکسی کو بھی حاصل نہیں ہے

،، خَمْسٌ لَايَعْلَمُهُنَّ اِلَّااللهُ،،

کسی کی موت کے بارے میں بتانا کہ وہ کب آئے گی کہاں آئے گی یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا اور سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ لقمان کی آخری آیت کی طرف اشارہ

اور موت مدینے کی بہتر ہے پھر اس کی وجہ بیان فرمائی کہ زندگی کے کی اسلئے بہتر ہے کہ ایک کے بدلے میں لاکھ ملتے ہیں اور موت مدینے کی اس لئے بہتر ہے کہ قیامت والے دن قبر سے نکلتے ہی سب سے پہلی نگاہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر پڑے گی اور آپ کے ساتھ حشر نصیب ہوگا۔

حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے اول میری قبر شق ہوگی اور سب سے پہلے میں اپنی قبر سے باہر نکلوں گا پھر اس کے بعد میرے دائیں جانب صدیق اکبر کی قبر پھٹے گی وہ باہر نکلیں گے پھر بائیں جانب سے حضرت عمر فاروق کی قبر پھٹے گی وہ باہر نکلیں گے پھر میں ان دونوں کو لیکر جنت البقیع کے قبرستان میں جاؤں گا ان کو اپنے ساتھ اٹھاؤں گا پھر ہم یہیں کے والوں کا انتظار کریں گے تو زندگی کے کی بہتر ہے اور موت مدینے کی بہتر ہے اس لئے اللہ والوں کو مدینے کی موت بڑی محبوب ہوتی ہے بات دوسری طرف نکل گئی بات یہ بیان ہو رہی تھی کہ امام مالک " کو مدینے سے عشق تھا اور یہ تمنا تھی کہ میری موت مدینے میں واقع ہو اور مجھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جوار اور پڑوس نصیب ہو جائے اس غرض کیلئے مدینے سے باہر نہیں جایا کرتے تھے نفلی حج کیلئے بھی کبھی نہیں گئے ایسا نہ ہو کہ میں نفل حج کیلئے جاؤں اور وہیں موت آ جائے اور وہاں ہی دفن ہونا پڑے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس سے محروم ہو جاؤں گا اگر مدینے سے باہر کہیں جانا پڑ جاتا تو بہت جلد بھاگتے ہوئے مدینے واپس آ جایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ خواب میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو امام مالکؒ نے پوچھا یا رسول اللہ میری موت کب آئے گی میری کتنی زندگی باقی ہے مجھے معلوم ہوجائے تو میں اطمینان سے نفل حج تو کر کے آجاؤں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں اپنے ہاتھ کی پانچ انگلیاں کھڑی فرمادیں اب جب امام مالکؒ بیدار ہوئے تو حیران ہوئے کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے پانچ سے کیا مراد ہے پانچ دن مراد ہیں، پانچ ماہ مراد ہیں، پانچ سال مراد ہیں، کیا مراد ہے حالانکہ حدیث کے بہت بڑے امام تھے مگر تعبیر سمجھ میں نہ آئی اس زمانے میں خوابوں کی تعبیر کے امام تھے امام ابن سیرینؒ ان کو اللہ تعالیٰ نے خوابوں کی تعبیر بتانے میں بڑی مہارت عطاء فرمائی تھی امام مالک کا خواب ان کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے بڑی عجیب تعبیر بیان فرمائی کہ پانچ انگلیوں سے اشارہ نہ تو پانچ دنوں کی طرف ہے، نہ پانچ مہینوں کی طرف ہے، نہ پانچ سالوں کی طرف ہے بلکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ کی پانچ انگلیاں اٹھا کر اشارہ فرما تا کہ اس سوال کا جواب ان پانچ چیزوں میں داخل ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی حاصل نہیں ہے

,, خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللهُ،،

کسی کی موت کے بارے میں بتانا کہ وہ کب آئے گی کہاں آئے گی یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ لقمان کی آخری آیت کی طرف اشارہ

فرمایا ہے،

,,اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الخ،،

علماء نے لکھا ہے ،مفسرین نے بیان کیا ہے کہ ان پانچ چیزوں کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ہزاروں چیزیں ایسی ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ مخصوص کیا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بغیر انکو کوئی نہیں جانتا ان پانچ کو بطور خاص کے اس لئے ذکر کیا ہے کہ ایک دیہاتی آدمی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان ہی پانچ کے بارے میں سوال کیا تھا تو جواب میں قرآن کی آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ تونے جن پانچ چیزوں کے بارے میں سوال کیا ہے ان کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا۔

باقی آئندہ انشاء اللہ

و آخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

سترھویں تقریر

سترھویں تقریر

علم غیب خاصہ خداوندی ہے

قسط نمبر (۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد

فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.

وَعَلَّمَ آدَمَ الاَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلاَئِكَةِ
فَقَالَ اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَاءِ هٰؤُلاَءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ قَالُوْا
سُبْحٰنَكَ لاَعِلْمَ لَنَا اِلاَّ مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ
قَالَ یَا آدَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَاءِ هٰؤُلاَءِ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْ
اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ
تَكْتُمُوْنَ صدق اللہ العظیم۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

گذشتہ جمعے بات شروع ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی ذات

کے اعتبار سے وحدہ لاشریک ہے اسی طرح اپنی صفات کے اعتبار سے بھی وحدہ لاشریک ہے، جیسی اس کی صفات ہیں ایسی صفات میں سے کوئی ایک صفت بھی کائنات کے کسی فرد میں نہیں پائی جاتی، بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عالم الغیب ہونے والی صفت اور حاضر ناظر ہونے والی صفت انبیاء، اولیاء میں بھی پائی جاتی ہے، اور تمام شرکیہ اعمال اور افعال کی جڑ یہی بنیادی غلطی ہے، اس لئے یہ عرض کیا تھا کہ ان دونوں صفات کے بارے میں تھوڑی سے تفصیل بیان کروں گا، گذشتہ جمعے علم غیب والی صفت کو شروع کیا تھا، بنیادی اور تمہیدی بات گذشتہ جمعے بیان ہو چکی ہے۔

اب آج یہ سمجھیں کہ چار قسم کی مخلوق کے بارے میں عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کو غیب کا علم حاصل ہوتا ہے، (۱) ...فرشتوں کے بارے ہیں (۲) ...جنات کے بارے میں (۳) ...اولیاء کرام کے بارے میں (۴) ...انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں۔ ان چاروں کے بارے میں عوام الناس کی اکثریت اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتی ہے کہ ان چاروں کو غیب کا علم ہوتا ہے، اور یہ چاروں غیب دان ہوتے ہیں، اب ہم بالترتیب قرآن وحدیث سے ان چاروں کے بارے میں یہ ثابت کریں گے کہ یہ چاروں عالم الغیب نہیں ہوتے، عالم الغیب ہونا خاصہ خداوندی ہے کائنات کا کوئی فرد اس میں شریک نہیں۔

فرشتے بھی عالم الغیب نہیں ہوتے:

سب سے اوّل تو فرشتوں کے بارے میں سنیں، فرشتے اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہیں فرشتوں کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی طاقت عطا فرمائی ہوتی ہے، جو چاہیں شکل تبدیل کر لیتے ہیں اور ایک ایک لمحے میں ہزاروں میل کا سفر طے کر لیتے ہیں، اندازہ کریں زمین سے لے کر آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے، پھر پہلے آسمان سے دوسرے آسمان تک اتنا ہی پانچ سو سال کا فاصلہ ہے، پھر دوسرے سے تیسرے تک، تیسرے سے چوتھے تک یہاں تک کہ ساتوں آسمانوں تک یوں ہی فاصلہ چلا گیا، مگر جبرئیل امین اتنا فاصلہ طے کر کے ایک ایک دن میں کئی کئی چکر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لگایا کرتے تھے، اندازہ کریں کہ جبرئیل امین کی رفتار کتنی ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مرتبہ جبرئیل امین نے اپنی قوت بیان فرمائی، کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنی قوت عطا فرمائی ہے کہ قوم لوط کی بستی کو تباہ کرنے کے لئے جب اللہ تعالیٰ کا حکم آیا تو میں نے اپنی چھوٹی انگلی کے ایک چوتھائی حصے سے قوم لوط کی پوری بستی، مکانوں اور آبادی سمیت اٹھائی اور آسمان دنیا تک پہنچا دی پھر وہاں سے ان کو الٹا پٹخ دیا، غرض اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو غیر معمولی طاقت عطا فرمائی ہے، ان کی اس طاقت کو دیکھتے ہوئے کچھ لوگوں نے ان کو معبود سمجھنا شروع کر دیا اور معبود ہونے کے لئے

ضروری ہے کہ اس معبود کو مخلوق کے حالات کا علم بھی ہوتا کہ وہ ان کی حاجات پوری کر سکے، اس لئے معبود سمجھنے کے ساتھ ساتھ لوگوں نے فرشتوں کو عالم الغیب بھی سمجھنا شروع کر دیا، مشرکین مکہ کا تو عقیدہ تھا،

,, اَلْمَلَائِکَۃُ بَنَاتُ اللّٰہِ ،،

فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کا ایک حال یہ بھی بیان فرمایا،

,, وَیَوْمَ یَحْشُرُھُمْ جَمِیْعاً فَیَقُوْلُ لِلْمَلاَئِکَۃِ
اَھٰؤُلَاءِ اِیَّاکُمْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ،،

اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو میدان محشر میں جمع فرمائیں گے اور فرشتوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمائیں گے کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے،

,, قَالُوْا سُبْحَانَکَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِھِمْ بَلْ
کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ،،

فرشتے عرض کریں گے، اے اللہ تیری ذات تو شریکوں سے پاک ہے ہمارا تعلق تو آپ سے ہے ان سے کوئی تعلق نہیں یہ حقیقت میں شیطان کی عبادت کرتے تھے، اور شیطان ہی کا کہا مانتے تھے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کچھ لوگ ایسے گذرے ہیں جنہوں نے فرشتوں کی عبادت کی ہے بہر حال فرشتوں کو بھی معبود بنایا گیا اور معبود ہونے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو غیب کا علم حاصل ہو مخلوق کے حالات سے

واقف اور باخبر ہو اس لئے معبود ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ لوگ فرشتوں کو عالم الغیب بھی سمجھتے تھے اب انشاء اللہ ہم قرآن وحدیث کے دلائل سے یہ ثابت کریں گے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہیں اور بڑی شان والے ہیں اللہ نے بڑے بڑے کام ان کے ذمے لگائیں ہیں مگر ان ساری باتوں کے باوجود وہ مخلوق ہیں معبود بھی نہیں اور عالم الغیب بھی نہیں۔

پہلی دلیل:

آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ آپ ایک ایسی مخلوق کو کیوں پیدا فرمارہے ہیں جو زمین میں قتل بغاوت کرے گی فساد برپا کرے گی،

،،اَتَجْعَلُ فِيْهَامَنْ يُّفْسِدُفِيْهَاوَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ،،

فرشتوں کی بات سن کر پہلے تو اللہ تعالیٰ نے مختصر سا حاکمانہ جواب دیا،، اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَالَاتَعْلَمُوْنَ ،،کہ آدم اور اس کی اولاد کے پیدا کرنے میں جو حکمتیں اور راز پوشیدہ اور مخفی ہیں وہ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اس کے بعد آدم علیہ السلام کی پیدائش سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سمجھانے کیلئے حکیمانہ جواب دیا کہ کائنات کی تمام اشیاء کے نام آدم علیہ السلام کو سکھلائے آدم علیہ السلام میں استعداد تھی ان کو یاد کرنے اور سمجھنے کی اس لئے آدم علیہ السلام کو وہ نام یاد ہو گئے یہی بات اللہ تعالیٰ فرشتوں کو سمجھانا چاہتے

تھے کہ زمین کی خلافت کے تم مستحق نہیں تمہارے اندر استعداد اور مناسبت ہی نہیں اور آدم علیہ السلام میں استعداد اور مناسبت کائنات کی اشیاء کے ساتھ موجود ہے اس لئے خلافت کے مستحق بھی ہیں تو پہلے فرشتوں کو فرمایا،

,,اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَاءِ هٰؤُلَاءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ،،

مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ تو تمام فرشتے بیک زبان ہو کر جواب دینے لگے،

,,قَالُوْا سُبْحٰنَکَ لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ،،

پاک ہے تیری ذات ہمیں تو وہی بات معلوم ہوتی ہے جو آپ ہمیں سکھلا دیتے ہیں ان چیزوں کے نام تو ہمیں معلوم نہیں یہ ہمارے علم سے باہر ہیں اس کے بعد آدم علیہ السلام کو اللہ تعالی نے فرمایا،

,,قَالَ يَاآدَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَاءِ هٰؤُلَاءِ،،

اے آدم آپ ان کو چیزوں کے نام بتائیں آدم علیہ السلام نے فرشتوں کے سامنے وہ نام فرفر سنا دیئے تو اللہ تعالی نے فرشتوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا،

,,قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَاتُبْدُوْنَ وَمَاكُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ،،

کیا میں نے تمہیں یہ نہیں کہا تھا کہ بیشک میں ہی جانتا ہوں آسمانوں اور زمینوں کی چھپی ہوئی چیزیں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے

ہو میں اس کو بھی جانتا ہوں بہرحال پورا واقعہ بیان کرنا مقصود نہیں میں نے خلاصہ ذکر کردیا اس سے اتنی بات تو معلوم ہوگی کہ فرشتوں کو ساری کائنات کے ذرے ذرے کا علم حاصل نہیں اور فرشتے خدا تعالیٰ کی طرح عالم الغیب نہیں ہوتے فرشتوں کو تو کائنات کی اشیاء کے نام بھی معلوم نہیں تھے اور اللہ تعالیٰ نے بھی انکو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا,,اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَاتَعْلَمُوْنَ،، جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے بس فرشتے اسی بات اور اسی کام کو جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے حوالے کیا اور ان کو سکھلا دیا۔

دوسری دلیل:

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ جبرئیل امین انسانی شکل میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف سوالات کئے ایمان اسلام احسان کے بارے میں سوالات کئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سوال کا جواب بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا آخر میں جبرئیل امین نے یہ سوال کیا,,متی الساعة یارسول الله،،اے اللہ کے پیغمبر مجھے بتائیں قیامت کب آئے گی، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

,,مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ،،

کہ جس سے پوچھا گیا ہے وہ قیامت کے بارے میں پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا یعنی قیامت کے قائم ہونے کا مخصوص وقت جیسے تجھے معلوم

نہیں ہے اسی طرح مجھے بھی معلوم نہیں ہے، غور فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسا عجیب وغریب جواب دیا ہے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی جواب دے سکتے تھے، جو آسان بھی تھا اور واضح بھی تھا، یوں جواب دیتے کہ مجھے قیامت کے قائم ہونے کے مخصوص وقت معلوم نہیں ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

,,مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ،،

پوچھا ہوا پوچھنے والے سے زیادہ قیامت کے بارے میں نہیں جانتا، پوچھنے والا کون تھا فرشتوں کا سردار جبرئیل امین تھا، اشارہ فرمادیا کہ جس طرح قیامت کے قائم ہونے کا مخصوص وقت دو جہانوں کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے اسی طرح فرشتوں کے سردار جبرئیل امین بھی نہیں جانتے۔

محدثین نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام نے جبرئیل امین سے بعینہ یہی سوال کیا تھا کہ قیامت کب آئے گی تو جبرئیل امین نے بھی بعینہ یہی جواب دیا تھا:

,,مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ،،

تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جواب دے کر اشارہ فرمادیا کہ ,, مَتیٰ السَّاعَةُ،، والے سوال کا وہی جواب ہے جو آپ پہلے عیسیٰ علیہ السلام کو خود دے چکے ہیں، بہرحال اس حدیث سے اتنی بات یقیناً واضح ہوگئی

کہ فرشتے غیب دان نہیں ہوتے، اگر فرشتے بھی عالم الغیب ہوتے تو یقیناً فرشتوں کے سردار جبرئیل امین کو قیامت کا مخصوص وقت معلوم ہوتا، اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ، ,مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ ،، والا جواب نہ دیتے بلکہ ایک حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ کوئی مقرب فرشتہ ایسا نہیں ہے جو جمعے والے دن سے اس لئے نہ ڈرتا ہو کہ اس جمعے کو کہیں قیامت قائم نہ ہو جائے، یعنی اتنی بات تو تمام فرشتوں کو معلوم ہے کہ قیامت جمعے والے دن قائم ہوگی مگر وہ کون سا جمعہ ہوگا یہ متعین طور پر کسی کو معلوم نہیں، اس لئے ہر جمعے کو مقرب فرشتے اس لئے ڈرتے ہیں کہ کہیں اسی جمعے کو قیامت قائم نہ ہو جائے۔

تیسری دلیل:

ایک آدمی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بتائیں روئے زمین کے تمام ٹکڑوں میں سے بہترین ٹکڑا کون سا ہے اور بدترین ٹکڑا کون سا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے معلوم نہیں، جبرئیل امین آئیں گے تو ان سے پوچھ کر تجھے بتاؤں گا، چنانچہ جبرئیل امین آئے کسی وقت، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہی سوال فرمایا، کہ زمین کے تمام ٹکڑوں میں سے بہترین ٹکڑا کون سا ہے اور بدترین ٹکڑا کون سا ہے، جبرئیل امین نے عرض کیا، اللہ کے پیغمبر یہ بات تو

مجھے بھی معلوم نہیں میں اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر آؤں گا تو آپ کو بتاؤں گا، چنانچہ جبرئیل امین بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوئے اور یہی سوال کیا تو وہاں سے جواب ملا زمین کے تمام ٹکڑوں میں بہترین ٹکڑا مساجد کی زمین اور بدترین ٹکڑا بازار ہیں، اسی موقع کے لئے شیخ سعدیؒ کا شعر ہے

علم غیبے کس نمی داند بجز پروردگار
ہر کسے گوید کہ مے دانم ازو باور مدار
مصطفیٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرئیل
جبرئیلش ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

فرماتے ہیں غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو جاننے کا دعویٰ کریں اس پر ہرگز اعتماد مت کرنا، اس لئے کہ آپ اُس وقت تک زبان مبارک سے کچھ ارشاد نہیں فرماتے جب تک جبرئیل امین آ کر آپ کو بتاتے نہیں، اور جبرئیل بھی اس وقت تک آ کر نہیں بتاتے جب تک اللہ تعالیٰ ان سے کوئی بات بیان نہ فرمادیں۔

چوتھی دلیل:

معراج شریف والی حدیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ جبرئیل امین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آسمانوں کی طرف گئے تو ہر دروازے پر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو دروازے پر جو پہریدار فرشتے تھے انہوں نے سوال

کیا، مَنْ اَنْتَ وَمَنْ مَعَکَ ،،آپ کون ہیں اور آپ کے ساتھ کون ہے، جبرئیل امین نے جواب دیا کہ میں جبرئیل ہوں اور میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو دروازے کے دربان نے دوبارہ سوال کیا کہ کیا ان کو بلایا گیا ہے، تو جبرئیل امین نے جواب دیا ہاں ان کو بلایا گیا ہے ، یہ سوال وجواب ہر آسمان کے دروازے پر ہوا اور اس سوال وجواب کے بعد دروازہ کھلتا تھا اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ فرشتے عالم الغیب نہیں ہوتے اگر وہ عالم الغیب ہوتے تو آسمان کے دربانوں کو یہ سوال کرنے کی کیا ضرورت تھی ،، مَنْ اَنْتَ وَمَنْ مَعَکَ ؟،،

بہر حال نمونے کے طور پر میں نے یہ چار دلیلیں پیش کر دی ہیں عقلمند اور سمجھدار کے لئے تو ایک دلیل بھی کافی ہوتی ہے ، اتنی بات بہر حال ثابت ہوگئی کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نورانی اور مقدس مخلوق ہیں ، اور بڑی شان اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہے مگر ان ساری باتوں کے باوجود خدائی صفات ان میں نہیں پائی جاتی ہیں ، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائیں ، اور فتنوں سے حفاظت فرمائے ، اللھم آمین ۔

باقی انشاء اللہ آئندہ ، وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین ۔

اٹھارھویں تقریر

اٹھارہویں تقریر

علم غیب خاصہ خداوندی ہے، قسط نمبر (۲)

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم امابعد

فاعوذبالله من الشیطٰن الرجیم

بسم الله الرحمٰن الرحیم.

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَادَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا
دَآبَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنْسَأَتَهُ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ
الْجِنُّ أَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي
الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ، صدق الله العظیم ۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

مسئلہ یہ بیان ہو رہا ہے کہ عالم الغیب ہونا اللہ تعالیٰ کی خاص صفت

ہے اور کائنات کا کوئی فرد بھی اس میں شریک نہیں غلط فہمی کی وجہ سے چارقسم کی مخلوقات کے بارے میں اکثرلوگوں کا یہ نظریہ ہوتا ہے کہ ان کو بھی غیب کا علم حاصل ہوتا ہے فرشتوں کے بارے میں جنات کے بارے میں اولیاءکرام کے بارے میں انبیاءعلیہم السلام کے بارے میں ان چاروں کے بارے میں عوام کی اکثریت اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ ان کو بھی غیب کا علم حاصل ہوتا ہے حالانکہ قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص سے اور بے شمار ارشادات سے صراحتہً یہ بات واضح ہوئی ہے کہ ان چاروں میں سے کسی کو بھی غیب کا علم حاصل نہیں تھا فرشتوں کے بارے میں تو گذشتہ جمعہ کو آپ سن چکے ہیں آج انشاء اللہ جنات کے بارے میں بیان ہوگا جنات کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے عجیب وغریب طاقت عطاء فرمائی ہے کہ جو چاہیں شکل تبدیل کر سکتے ہیں ایک لمحے میں ہزاروں میل کا سفر کا طے کر لیتے ہیں اور کئی واقعات وحالات جو انسانوں کو معلوم نہیں ہو سکتے وہ واقعات وحالات جنات کو معلوم ہو جاتے ہیں اس لئے عوام الناس کی اکثریت اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتی ہے کہ جنات عالم الغیب ہوتے ہیں اور ہمارے سارے حالات کو وہ جانتے ہیں حالانکہ میرے دوستو یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ جنات کی وہاں تک رسائی ہو جاتی ہے جہاں تک انسان نہیں پہنچ سکتے اور کچھ باتیں ایسی انکو معلوم ہو جاتی ہیں جو انسانوں کو معلوم نہیں ہو سکتیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ جنات عالم الغیب ہو گئے اور ان کو کائنات کے ذرے ذرے کا علم ہوتا ہے اور ہمارے تمام مخفی

حالات ان کو معلوم ہوتے ہیں قرآن کریم نے دو اہم واقعات جنات کے ایسے بیان فرمائے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات کو غیب کا علم حاصل نہیں ہوتا۔

پہلا واقعہ:

حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا عجیب وغریب واقعہ بائیسویں پارے میں سورۃ سبأ کے دوسرے رکوع میں بیان فرمایا جس کی تفصیل یہ ہے کہ بیت المقدس کی تعمیر حضرت داؤد علیہ السلام نے شروع فرمائی تھی مگر وہ مکمل نہ کر سکے تعمیر مکمل نہ کر سکنے کی وجہ بھی بڑی عجیب وغریب تھی اور اس میں بڑی عبرت ہے جی چاہتا ہے وہ بھی آپ کے سامنے بیان کردوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ منورہ کی آبادی بڑھ گئی تو مسجد نبوی میں تنگی محسوس ہونے لگی تو آس پاس کے مکانات بیت المال سے خرید خرید کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں توسیع فرماتے رہے آخر میں ایک مکان رہ گیا جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا تھا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ آپ بھی اپنا مکان فروخت کر دیجئے لیکن وہ بیچنے پر آمادہ نہ ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے مختلف قسم کی رعائتوں کا وعدہ بھی کرتے رہے لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کسی صورت مکان کے فروخت کرنے پر تیار نہ ہوئے آخر کار دونوں میں ایک دن طے ہوا کہ اس فیصلے کو پنچائت

میں دے دیا جائے وہاں سے جو فیصلہ ہوگا وہ دونوں کو منظور ہوگا متفقہ رائے سے دونوں نے حضرت ابی ابن کعب سید القراء رضی اللہ عنہ کو اپنا فیصل تسلیم کرلیا حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے سامنے جب یہ معاملہ پیش ہوا تو انہوں نے دونوں کے بیانات سنے بیانات سن کر فرمایا میں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام کو بیت المقدس کی تعمیر کا حکم ہوا تو وہ تعمیر فرمانے لگے کسی آدمی کا مکان درمیان میں ایسا حائل ہوا کہ اس مکان کی وجہ سے بیت المقدس کا نقشہ بگڑتا تھا اور جب تک اس مکان کو درمیان سے ہٹانہ دیا جاتا بیت المقدس کا نقشہ درست نہیں ہوسکتا تھا حضرت داؤد علیہ السلام پریشان ہوگئے کہ کیا کیا جائے اس آدمی کو فرمایا فروخت کردومگر وہ آدمی بیچنے پر کسی طرح بھی راضی نہ ہوا تو تنگ آ کر دل میں حضرت داؤد علیہ السلام نے طے کرلیا اور فیصلہ کرلیا کہ بزور حکومت اس کے مکان پر قبضہ کرکے اس کو بیت المقدس میں شامل کردوں گا اللہ تعالی کو حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ ارادہ ناگوار گذرا اور پسند نہ آیا فوراً وحی آئی کہ اے داؤد میں نے تو آپ کو حکم دیا تھا کہ میری یاد کیلئے گھر بناؤ اور تم یہ چاہتے ہو کہ زبردستی چھین کر اور غصب کرکے دوسرے کی زمین میرے گھر میں شامل کردو مگر میری شان کے یہ مناسب نہیں اور میری شان کے یہ لائق نہیں کہ دوسروں کی چھینی ہوئی زمین میرے گھر میں شامل ہو آپ نے ایسا ارادہ کیوں کیا اس ارادہ کی آپ کو یہ سزا دی جاتی ہے کہ آپ اس بیت المقدس کی

تعمیر مکمل نہ کر سکیں گے داؤد علیہ السلام نے عرض کیا پروردگار ا! اگر میرے ہاتھ
سے نہیں تو میرے بیٹے کے ہاتھ سے اس کی تعمیر مکمل کرا دیں اللہ تعالیٰ نے یہ
درخواست منظور فرمالی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث سنائی
تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے اختیار ہو گئے اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے دامن
کو پکڑ لیا! رفرمانے لگے میں تو تمہارے پاس اس لئے آیا تھا کہ تم کچھ سہولت
پیدا کرو گے تم نے تو اور بھی سخت بات پیش کردی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
فرمایا تمہیں اس حدیث پر شہادت پیش کرنی پڑے گی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ
عنہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر مسجد نبوی میں لے آئے وہاں صحابہ کا مجمع
بیٹھا ہوا تھا حضرت ابی نے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا میں تمہیں خدا کی قسم دے
کر کہتا ہوں کہ بیت المقدس کی تعمیر کے اس واقعہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے
اگر کسی نے سنا ہو تو وہ کھڑا ہو جائے اور بیان کرے چنانچہ اس مجمع میں سے
حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا میں نے آپ صلی
اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ یوں ہی سنا ہے تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت
ابی کی جان چھوڑی بہر حال حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے گویا کہ فیصلہ کر دیا کہ
حضرت عباس کی مرضی کے بغیر آپ ان کا مکان نہیں لے سکتے حضرت عمر رضی
اللہ عنہ نے اپنا ارادہ بدل لیا کچھ دن گذرنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ
عنہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ لو اب میں اپنا
مکان اپنی خوشی سے مفت مسلمانوں کیلئے خیرات کرتا ہوں آپ اس کو گرا کر مسجد

میں شامل فرمالیں اس مکان کا ایک اور بھی عجیب وغریب واقعہ احادیث کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے وہ بھی بڑا دلچسپ ہے جی چاہتا ہے آپ کو سنا دوں۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسی مکان کی چھت پر ایک پرنالہ لگا ہوا تھا جس کا پانی باہر کی طرف گرتا تھا ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعے کی نماز کیلئے کپڑے بدل کر مسجد جارہے تھے جب اس پرنالے کے نیچے پہنچے تو اس دن اتفاق سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاں مرغ وغیرہ ذبح ہوئے تھے ان کے گوشت کو دھو کر خون آلود پانی اور آلائش وغیرہ اوپر سے کسی نے بہائی اور اس پرنالے سے بہتی ہوئی وہ ساری گندگی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کپڑوں پر گرگئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ایسا غصہ اور جذب طاری ہوا کہ اسی وقت آدمی بلوا کر وہ پرنالہ اکھڑوا دیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جب خبر ہوئی تو اور کچھ نہ بولے صرف اتنا فرمایا کہ اس پرنالے کو براہ راست خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ لگایا تھا یہ سننا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے چین ہوگئے اور قسم دے کر حضرت عباس کو مجبور کرلیا کہ میرے کاندھوں پر چڑھ کر اس پرنالے کو اسی جگہ لگا دو جہاں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا حضرت عمر کے قسم دینے سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ مجبور ہوگئے اور ایسا ہی کیا گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نیچے بیٹھ گئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے کاندھوں پر چڑھ کر پرنالہ وہاں لگا دیا۔

بہرحال بات لمبی ہوگئی بات یہ چلی تھی کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے

اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیت المقدس کی تعمیر شروع فرمائی مگر وہ مکمل نہ کر سکے ان کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے بیٹے جانشین بنے انہوں نے بیت المقدس کی تعمیر شروع فرمادی جنات ان کے تابع تھے جنات کو بیت المقدس کی تعمیر پر لگا دیا مگر خدا کی شان کہ ابھی کچھ کام باقی تھا کہ سلیمان علیہ السلام کی موت کا وقت آ گیا موت کا وقت مقرر ہے وہ اپنے وقت آ کر رہتی ہے بادشاہوں کی بادشاہتیں بھی ان کو موت سے نہیں بچا سکتی ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر بھی ہیں اور اپنے وقت کے بہت بڑے بادشاہ بھی ہیں، کہ ان جیسی بادشاہت نہ ان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کسی کو عطاء فرمائی اور نہ ان کے بعد آج تک کسی کو نصیب ہوئی مگر اتنی بڑی شان کے باوجود موت ان کو بھی آ کر رہی نہ ان کی پیغمبری ان کو موت سے بچا سکی اور نہ ہی ان کی بادشاہت انکو موت سے بچا سکی، ہمیشہ زندہ رہنا یہ صرف خدا تعالیٰ کی شان ہے کائنات کا کوئی فرد چاہے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو جائے وہ ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا ایک نہ ایک دن اس کو دنیا سے جانا پڑے گا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوگئی تو صحابہ پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا آدمی بھی شدت جذبات سے مغلوب ہو گیا اور اعلان شروع کر دیا کہ جو کہے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا میں اس کی گردن اڑا دوں گا مگر اس ساری صورت حال کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سنبھال لیا منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا،

,,مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّداً صلی اللہ علیہ وسلم فَإِنَّ مُحَمَّداً صلی اللہ علیہ وسلم قَدْمَاتَ ،،

خوب کان کھول کرسن لو جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کیا کرتا تھا وہ سن لے کہ آپ کا تو انتقال ہو چکا ہے اور آپ دنیا سے تشریف لے گئے ہیں،

,,وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُاللّٰهَ فَإِنَّهُ حَيٌّ لَّايَمُوْتُ،،

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے ہمیشہ زندہ رہے گا کبھی اس پر موت نہیں آئے گی اس کے بعد سورۂ آل عمران کی آیت پڑھی جو غزوہ احد کے موقع پر آپ کی شہادت کی خبر غلط مشہور ہوگئی جس کی وجہ سے صحابہ بددل ہو گئے اور ان کے حوصلے پست ہو گئے حالانکہ خبر غلط تھی اس پر قرآن کی وہ آیت اتری جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو سنائی فرمایا،

,,وَمَامُحَمَّدٌاِلَّارَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ،،

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فقط اللہ کے رسول ہیں آپ سے پہلے بھی کئی پیغمبر اپنے وقت پر دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں،

,,أَفَإِنْ مَاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰىٓ اَعْقَابِكُمْ،،

کیا اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید کر دیا جائیں تو کیا تم اپنی ایڑھیوں پر پھر جاؤ گے:

،،وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا،،
خوب اچھی طرح سن لو جواپنی ایڑھیوں پر پھر جائے گا اس کا اپنا ہی نقصان ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کو ایک ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبان سے جب یہ آیت سنی تو ان کو تسلی ہوگئی اور صحابہ کرام کہتے ہیں ہمیں ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے آج ہی یہ اتری ہو۔

بہرحال موت سے کسی کو مفر نہیں تو سلیمان علیہ السلام پریشان ہوگئے کہ اگر میری موت اسی حال میں آگئی تو جنات کام چھوڑ دیں گے اور بیت المقدس کی تعمیر پھر بھی ناقص رہ جائے گی چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سلیمان علیہ السلام نے یہ تدبیر اختیار فرمائی کہ ایک شیش محل تیار کردیا اپنی عبادت کیلئے وہ مکان ایسا تھا کہ اندر سے باہر کی ساری چیزیں دکھائی دیتی تھیں اور وہ باہر سے اندر نظر آتا تھا، مکان تیار ہوگیا جب موت کا وقت قریب ہوا تو سلیمان علیہ السلام موت کی تیاری کرکے اس مکان میں تشریف لے گئے اور اپنی لاٹھی کے سہارے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوگئے اسی حال میں ان کی روح نکال لی گئی ان کی میت لاٹھی کے سہارے کھڑی رہی پورا ایک سال گذر گیا جنات باہر کام میں مشغول رہے دور سے دیکھ کر یہی سمجھتے رہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام زندہ ہیں اور عبادت فرمارہے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کا رعب اور دبدبہ بہت زیادہ تھا جنات کو قریب آنے کی ہمت نہ ہوتی تھی دور سے دیکھ کر ہی اندازہ لگاتے رہے کہ سلیمان علیہ السلام زندہ ہیں اسی حالت میں ایک

سال کا عرصہ گذر گیا اب خدا کی شان حضرت سلیمان علیہ السلام کی لاٹھی کو دیمک لگ گئی اس نے لکڑی کو اندر سے کھانا شروع کر دیا یہاں تک کہ جب اکثر حصہ کھا گئی تو لاٹھی اندر سے کھوکھلی ہو چکی تھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی میت کا بوجھ برداشت نہ کر سکی لاٹھی ٹوٹ گئی حضرت سلیمان علیہ السلام کی میت گر گئی تب جنات قریب آئے تو دیکھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تو وفات ہو چکی ہے پھر اندازہ لگایا گیا تو پتہ چلا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کو تو ایک سال ہو چکا ہے یہ واقعہ قرآن کریم میں سورۃ سبا میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَادَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ

اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهُ ،،

جب ہم نے سلیمان علیہ السلام کی موت کا فیصلہ کر لیا اور ان کو موت دیدی تو جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کی خبر زمین کے کیڑے نے دی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی لاٹھی کو اندر سے کھا تا رہا:

,,فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ،،

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی میت نیچے گر پڑی تو جنات پر بھی اور عام انسانوں پر بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ جنات کو غیب کا علم حاصل نہیں ہوتا اگر جنات غیب دان ہوتے تو ایک سال تک مفت کی مشقت

کیوں برداشت کرتے غیب کا علم اور ساری کائنات کا علم تو بڑے دور کی بات ہے جنات تو مردے اور زندے میں بھی فرق نہ کر سکے ایک آدمی کا مردہ اور زندہ ہونا ان کو معلوم نہ ہو سکا تو پوری کائنات کے حالات کی خبر ان کو کب ہو سکتی ہے۔

بہر حال اس واقعہ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ جنات کو اللہ تعالیٰ نے بیشک بہت بڑی طاقت عطاء فرمائی ہے مگر اس کے باوجود وہ مخلوق ہیں اور خالق کی کوئی صفت ان میں نہیں پائی جاتی عالم الغیب ہونا اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے باقی مخلوق کی طرح جنات بھی اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں شریک نہیں ہوتے۔

دوسرا واقعہ:

یہ واقعہ اللہ تعالیٰ نے دو مقامات پر بیان فرمایا ہے ایک سورۃ احقاف میں دوسرا سورۃ جن میں اس واقعہ کی تفصیل صحیح احادیث میں اس طرح آتی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل جنات آسمانوں پر جاکر آسمانی خبریں سن آیا کرتے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد وحی کی حفاظت کے لئے آسمانوں پر پہرے بٹھا دیئے گئے جنات کو آسمانی خبریں سننے سے روک دیا گیا جو جن بھی آسمانی خبریں سننے کے لئے اوپر جاتا اس پر شہاب ثاقب پھینک کر اس کو بھگا دیا جاتا جنات جمع ہوئے اور اس نئی صورت حال پر غور کرنے لگے آپس میں مشورہ سے طے ہوا کہ جنات

کے مختلف وفود مختلف اطراف میں بھیجے کہ اس نئی صورت حال کا سبب معلوم کرنا چاہئے کہ دنیا میں کونسا نیا واقعہ پیش آیا ہے جس کی وجہ سے آسمانی خبروں پر پابندی لگی ہے جنات کے ان وفود میں سے ایک وفد حجاز کی طرف بھی پہنچا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بطن مکہ کے مقام پر صبح کی نماز صحابہ کرام کو پڑھا رہے تھے جنات کا یہ وفد جب وہاں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن سن کر ایک دوسرے کو خاموش کرنے لگے اور سب نے غور سے سنا تو سب کے دل ایمان ویقین سے بھر گئے سب ایمان لے آئے اور کہنے لگے یہی وہ نئی بات پیش آئی ہے جس کی وجہ سے آسمانی خبروں پر پابندی لگا دی گئی بہرحال یہ جنات مسلمان ہو کر واپس اپنی قوم کی طرف گئے اور ان کو سارے حالات کی بھی اطلاع دی اور اسلام کی دعوت بھی دی سورۃ احقاف میں فرمایا:

,,وَاِذْصَرَفْنَا اِلَيْکَ نَفَراً مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ،،

جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کر دیا وہ قرآن سننے لگے جب قریب پہنچے تو کہنے لگے خاموش ہو جاؤ جب تلاوت ختم ہوئی تو:

,وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ،،

اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر لوٹے ، اپنی قوم کو بھی جا کر دعوت دی، ان الفاظ میں:

,,يَاقَوْمَنَا أَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللهِ وَآمِنُوْا بِهِ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ،،

کہنے لگے اے ہماری قوم اللہ کی طرف بلانے والے کی بات کو قبول کرلو اور اس پر ایمان لے آؤ، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف فرمادیں گے ، جنات کا یہ وفد قرآن سن کر مسلمان ہو کر واپس چلا گیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے آنے جانے کی خبر نہ ہو سکی ، بعد میں جب سورۂ جن نازل ہوئی تو سورۂ جن کے نزول سے آپ کو پورا واقعہ معلوم ہوا۔

اس دوسرے واقعے سے بھی معلوم ہوا کہ جنات کو غیب کا علم حاصل نہیں ہوتا ، اتنا اہم واقعہ دنیا میں پیش آچکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو کر چالیس سال کی عمر گزار کر پیغمبر بن چکے تھے مگر جنات سب کے سب اس واقعے سے بے خبر تھے پھر حقیقت معلوم کرنے کے لئے کتنی بڑی مشقت برداشت کرنی پڑی کہ پوری زمین میں چکر لگاتے رہے کہ کیا واقعہ پیش آیا ہے ، اگر جنات عالم الغیب ہوتے تو اتنے سارے وفد بھیج کر اتنی مشقت برداشت کرنے کی کیا ضرورت تھی، باقی انشاء اللہ آئندہ،

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین .

انیسویں تقریر

انیسویں تقریر

علم غیب خاصہ خداوندی ہے (قسط ۳)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْماً أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ، صدق اللہ العظیم

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

مضمون یہ بیان ہو رہا ہے کہ عالم الغیب ہونا اللہ تعالیٰ کی ایسی خاص صفت ہے کہ کائنات کا کوئی فرد اس میں شریک نہیں اکیلا اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے ،عوام کی اکثریت اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ فرشتوں اور جنات ،

اولیاء کرام اور انبیاء کرام علیہم السلام کو غیب کا علم حاصل ہوتا ہے، حالانکہ میرے دوستو یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے ،فرشتوں اور جنات کے بارے میں تو آپ سن چکے ہیں، آج انشاء اللہ اولیاء کرام کے بارے میں بات کی جائے گی۔

ولی کون ہوتا ہے؟ یہ ایک مستقل موضوع ہے انشاء اللہ کبھی اس پر بھی بات آئے گی آج ولایت کا معیار اتنا گر چکا ہے کہ ہر ننگ دھڑنگ ملنگ کو ولی اور پہنچی ہوئی سرکار سمجھ لیا جاتا ہے حالانکہ نماز روزہ اور سارے احکامات کی چھٹی ہوتی ہے ،نماز پوچھو تو جواب ملتا ہے حضرت مدینے میں نماز پڑھتے ہیں، کھانا پینا، پیشاب پاخانہ پاکستان میں اور نماز روزہ مدینے میں، ایسے ہی نام نہاد ولیوں کے بارے میں مولانا رومی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

کار شیطان می کند نامش ولی

گر ولی این است لعنت بر ولی

بہرحال یہ ایک مستقل موضوع ہے، کبھی اپنے موقع پر آئے گا۔

آج میں آپ کے سامنے ایسے اولیاء کرام کے واقعات بیان کروں گا جو نام نہاد ولی نہیں تھے، بلکہ ان کے ولایت پر قرآن نے مہر لگائی ہے، جن کی ولایت پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر لگائی ہے، ایسے اولیاء کرام کے صرف چار واقعات مختصراً آپ کے سامنے پیش کروں گا جس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی شان عطاء فرمائی ہوتی ہے، کبھی کبھی

کشف اورالہام کے ذریعے کوئی ایک آدھ بات ان کو معلوم بھی ہو جاتی ہے، مگر اس کے باوجود بھی وہ عالم الغیب نہیں ہوتے، ان کو کائنات کے ذرے ذرے کا علم حاصل نہیں ہوتا۔

پہلا واقعہ:

اصحاب کہف کا واقعہ قرآن نے بڑی تفصیل سے بیان فرمایا، جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ اپنے زمانے کے کافر بادشاہ کے خوف سے اللہ کے یہ نیک بندے اپنے ملک سے ہجرت کے ارادے سے چل پڑے، راستے میں ایک غار میں پناہ لے لی کچھ دیر آرام کے ارادے سے وہاں لیٹ گئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کردی، تھوڑی دیر آرام کی غرض سے لیٹے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی نیند مسلط کردی کہ تین سو نو سال وہاں سوئے رہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

,, فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا،،

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

,,وَلَبِثُوْا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِاَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ،،

اصحاب کہف تین سو نو سال اس غار میں رہے، تین سو نو سال کے بعد جب بیدار ہوئے تو ایک دوسرے سے پوچھنے لگے:

,,وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ قَالَ قَآئِلٌ

,, مِنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ،،

ان میں سے ایک بولا بتاؤ یہاں کتنا ٹھہرے ہو:

,, قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْماً أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ،،

باقیوں نے جواب دیا ایک دن یا آدھا دن ٹھہرے ہیں، پھر سوچنے کے بعد کچھ شک سا پڑ گیا کہ ایک دن یا آدھا دن نہیں بلکہ زیادہ وقت معلوم ہو رہا ہے تو کہنے لگے:

,,قَالُوْا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ،،

کہنے لگے تمہارا رب زیادہ جانتا ہے ٹھہرنے کی مدت کو، ان باتوں کو چھوڑ دو،

,,فَابْعَثُوْا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ إِلَى الْمَدِيْنَةِ ،،

کھانے پینے کا انتظام کرو کسی کو پیسے دے کر شہر میں بھیجو کہ کھانا لے کر آئے۔

میرے دوستو غور فرمائیں اصحاب کہف اللہ تعالیٰ کے وہ ولی ہیں جن کی ولایت پر اللہ تعالیٰ کے قرآن نے مہر لگائی ہے، تین سو نو سال سوئے رہے مرے نہیں تھے بلکہ صرف ان پر نیند طاری کر دی گئی تھی، مگر اٹھنے کے بعد تین سو نو سال کو ایک دن یا آدھا دن سمجھنے لگے، اندازہ فرمائیں اولیاء کرام کو تو اپنے حالات کا بھی پورا علم نہیں ہوتا، اپنے ٹھہرنے کے بارے میں ان کو معلوم نہ ہو سکا کہ کتنی مدت ٹھہرے رہے، جب اپنے بارے میں معلوم نہیں تو پوری کائنات

کے بارے میں، کائنات کے ذرے ذرے کا علم ان کو کیسے حاصل ہوسکتا ہے۔

دوسرا واقعہ:

حضرت مریم صدیقہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ایسی ولیہ تھیں کہ ان کی ولایت پر قرآن نے مہر لگائی ہے قرآن کریم میں سورۂ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ
وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ،،

جب فرشتوں نے آواز دی اے مریم اللہ تعالیٰ نے تجھے چن لیا اور منتخب کرلیا ہے یعنی اپنا مقبول بنالیا ہے ,, وَطَهَّرَكِ ،، اور تمام ناپسندیدہ افعال واخلاق سے تجھے پاک کردیا ہے:

,, وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ،،

اور تجھے تمام جہان کی عورتوں پر چن لیا اور فضیلت دی ہے۔

تو حضرت مریم ایسی ولیہ تھیں کہ ان کے زمانے میں جتنی عورتیں تھیں ان تمام عورتوں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی شان اور حضرت مریم کا مقام بلند کردیا تھا مگر ان ساری عظمتوں کے باوجود حضرت مریم کو بھی غیب کا علم حاصل نہیں تھا۔

قرآن کریم میں ان کے نام کی پوری سورت موجود ہے سورۂ مریم،

جو کہ سولویں پارے میں ہے، اس سورۂ مریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کا ایک عجیب واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مریم پردہ کی آڑ میں سب گھر والوں سے الگ تھلگ ہو کر نہانے کے لئے گئیں تو حضرت مریم کے پاس تنہائی میں حضرت جبرئیل امین انسانی شکل میں حاضر ہوئے تو حضرت مریم ان کو پہچان نہ سکیں اور واقعۃً ان کو انسان سمجھ کر ڈر گئیں اور گھبرا گئیں اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنی شروع کر دی پھر حضرت جبرئیل امین کے تسلی دینے سے اور اصل حقیقت ظاہر کرنے سے کہ میں فرشتہ ہوں انسان نہیں ہوں اس سے حضرت مریم کو تسلی ہوئی۔ قرآن کریم کے الفاظ ہیں:

,, فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا قَالَتْ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ،،

حضرت جبرئیل امین انسانی شکل میں حضرت مریم کے سامنے ظاہر ہوئے تو حضرت مریم کہنے لگی میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں تجھ سے اگر تو خدا سے ڈرنے والا ہے:

,, قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ،،

تو حضرت جبرئیل امین نے فرمایا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا قاصد ہوں یعنی فرشتہ ہوں تاکہ تجھے پاکیزہ بچے کا عطیہ دے کر کے جاؤں واقعہ آگے لمبا ہے میں اتنا ہی بیان کرنا چاہتا تھا، اس واقعے سے اتنی بات تو معلوم ہو گئی کہ حضرت مریم غیب کا علم نہیں جانتی تھیں، اگر کائنات کے ذرے ذرے کا علم ان

کو حاصل ہوتا تو فرشتے کو انسانی شکل میں دیکھ کر گھبراتی کیوں؟ حالانکہ میرے دوستو آپ سن چکے ہیں حضرت مریم کوئی معمولی شان والی نہیں تھیں پیغمبر کی والدہ تھیں اور اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کی تمام عورتوں سے ان کا مرتبہ بلند کیا ہوا تھا جب اتنی شان والی ولیہ غیب نہیں جانتی تو باقی کا حال خود سوچ لیں، تو معلوم ہوا اولیاء اللہ غیب دان نہیں ہوتے۔

تیسرا واقعہ:

حضرت مریم کی والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی اور حضرت عمران کی بیوی کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورۂ آل عمران میں بیان فرمایا ہے، یہ پورا خاندان ہی ،،ایں خانہ ہمہ آفتاب است،، کا مصداق تھا، پورے خاندان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں اور برکتوں کی بارش برس رہی تھی حضرت مریم کا حال تو ابھی آپ سن چکے کہ وہ کیسی ولیہ تھیں، پھر ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر بنایا، حضرت مریم کے والد جو حضرت عیسیٰ کے نانا تھے وہ بیت المقدس کے امام تھے اور حضرت مریم کی والدہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی تھیں وہ بھی بڑی عابدہ اور پارسا خاتون تھیں، غرض حضرت عمران کا پورا خاندان اور پورا گھرانہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں کا گھرانہ تھا، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

،، إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوحاً وَّآلَ إِبْرَاهِيمَ

وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِيْنَ ،،
فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا حضرت آدم اور حضرت نوح کو اور حضرت ابراھیم علیہم السلام کے خاندان اور گھر والوں کو اور حضرت عمران کے خاندان اور گھر والوں کو، ان سب کو چن لیا ہے تمام جہان والوں سے۔

تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمران کا پورا گھرانہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر مشتمل تھا،

،، ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمُ ،،

بہرحال حضرت عمران کی بیوی حضرت مریم کی والدہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی ایسی ولیہ تھیں جن کی ولایت اور عبادت کی گواہی اللہ تعالیٰ کے قرآن نے دی ہے، ان کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے کہ جب حضرت مریم ان کے پیٹ میں تھیں تو دوران حمل انہوں نے نذر مانی کہ اے اللہ تعالیٰ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اس کو تیرے پاک گھر بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کردوں گی اور دنیا کے کام میں نہیں لگاؤں گی،

،، اِذْ قَالَتْ امْرَ اَتُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ،،

جب کہا حضرت عمران کی اہلیہ نے اے میرے رب جو بچہ میرے پیٹ میں ہے، اس کو تیرے گھر کی خدمت کے لئے آزاد چھوڑنے کی میں نے نذر مان لی ہے آپ میری یہ نذر قبول فرمالیں، اور میرے بچے کو اپنے

گھر کی خدمت کے لئے قبول فرمالیں، اس لئے کہ آپ ہی تو سننے اور جاننے والے ہیں۔

,, فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی ،،

جب حضرت عمران کی اہلیہ نے بچی کو جنم دیا تو اللہ تعالیٰ کے سامنے بطور حسرت وافسوس ومعذرت کے کہنے لگیں، اے میرے پالنے والے میں تو سمجھی تھی میرا بچہ پیدا ہوگا جو تیرے گھر کی خدمت کر سکے گا لیکن افسوس یہ ہے کہ میری تو بچی پیدا ہوگئی ہے یہ کیا تیرے گھر کی خدمت کرے گی، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

,,وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی ،،

ہم نے دی تو تجھے بچی ہے مگر یہ ایسی شان والی بچی ہے کہ ہزاروں بچے اس کی عظمت پر قربان ہزاروں بچے مل کر کے بھی اس کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے پھر اس بچی کا نام انہوں نے مریم رکھا ہے پھر یہی بچی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بنی، اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مریم کی والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی کو اپنے پیٹ میں ہونے والے بچے کے بارے میں یہ پتہ نہ چل سکا کہ میرا بیٹا ہوگا یا بیٹی، وہ بیٹا سمجھ کر نذر مانتی رہیں جب ان کی امیدوں کے برخلاف بیٹی پیدا ہوگئی تو پریشان ہو کر افسوس کا اظہار کرنے لگیں۔

میرے دوستو اندازہ فرمائیں یہ کوئی معمولی ولیہ نہیں تھیں بلکہ ایسی ولیہ

تھیں جس کی ولایت کی گواہی اللہ کے قرآن نے دی، ان کو جب اپنے پیٹ کے اندر ہونے والے بچے بچی کا پتہ نہیں چل رہا تو ساری کائنات کے ذرے ذرے کا علم ان کو کیسے ہوسکتا ہے آپ سن چکے ہیں رحم مادر میں کیا ہے یہ علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ خاص کیا ہوا ہے ،،وَيَعْلَمُ مَافِى الارْحَام،، وہی خدا اکیلا جانتا ہے کہ ماں کے رحم میں کیا چیز ہے۔

بہرحال مسئلہ یہ واضح ہوگیا کہ اولیاء اللہ اور بزرگان دین غیب نہیں جانتے ان کی شان کتنی اونچی کیوں نہ ہوجائے مگر پھر بھی وہ بندے ہی رہتے ہیں خدا نہیں بن جاتے کہ ان میں خدائی صفات اور خدائی طاقت پیدا ہوجائے۔

چوتھا واقعہ:

میرے دوستو اور بزرگو تمام کے تمام صحابہ کرام اولیاء اللہ اور بزرگان دین تھے بلکہ ولایت کے اس مقام پر فائز تھے کہ ساری کائنات کے اولیاء اللہ ملکر کے بھی ان کی عظمت اور شان کا مقابلہ نہیں کرسکتے ،آپ کی صحبت بابرکت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی تاثیر رکھی تھی کہ جس کو ایک منٹ ایمان کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگئی وہ ولایت کے اس مقام پر فائز ہوجاتا ہے کہ قیامت تک آنے والے اولیاء ،غوث ،قطب ابدال جمع

ہو جائیں سارے ملکر کے بھی اس صحابی کی عظمت اور شان کا مقابلہ نہیں کر سکتے جس کو ایک لمحہ صرف ایمان کی حالت میں آپ کی زیارت نصیب ہوگئی تھی اور واقعۃً ایسے صحابی بھی تھے جن کو اپنی زندگی میں صرف ایک بار چند منٹ آپ کا دیدار نصیب ہوا مگر اس ایک مرتبہ کے دیدار نے ان کو وہاں تک پہنچا دیا کہ بعد میں آنے والے قیامت تک کے اولیاء ملکر کے بھی اس کے مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔

غزوہ خیبر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے قلعے کا محاصرہ کیا ہوا تھا ایک چرواہا یہودیوں کی بکریاں لیکر چرانے کے لیئے وہاں پہنچا صحابہ سے پوچھا کہ میں تمہارے بادشاہ سے ملنا چاہتا ہوں چنانچہ آپ کی خدمت میں اس کو حاضر کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے پوچھا آپ کس چیز کی طرف بلاتے ہیں جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقائد اسلام پیش کئے چرواہے نے عرض کیا اگر میں یہ قبول کرلوں، آپ کی دعوت پر لبیک کہدوں تو میرے لئے کیا ہوگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ہمارے بھائی بن جاؤ گے اور ہم تمہیں گلے سے لگالیں گے اس کو یقین نہ آیا اور حیرانگی سے بولا میں سیاہ فام ہوں میرا رنگ کالا ہے بدن سے بدبو آرہی ہے پھر بھی آپ مجھے گلے سے لگائیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری سیاہی کو سفیدی میں بدل دیں گے اور تیری بدبو کو خوشبو میں تبدیل فرما دیں گے چنانچہ کلمہ شہادت پڑھ کر وہ مسلمان ہوگیا اس نے عرض کیا یا رسول

اللہ میں اب کیا کروں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس وقت تو نماز روزے کا وقت نہیں اس وقت تو صرف ایک ہی عبادت ادا کی جارہی ہے جہاد فی سبیل اللہ کی، تم بکریاں واپس کر کے آ جاؤ اور مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو کر جہاد کرو، وہ بکریاں واپس کر کے آ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا تو حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے جنت الفردوس میں داخل فرمائیں گے، تیری سیاہی کو سفیدی میں بدل دیں گے اور بدبو کو خوشبو میں تبدیل کر دیں گے، وہ چرواہا جہاد میں شریک ہوا، اللہ تعالیٰ نے اسکو شہادت سے سرفراز فرمایا، جنگ ختم ہوگئی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی نصیب فرمائی، صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ ایک میت کے قریب جمع ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے اس کے بارے میں پوچھ رہے ہیں کہ یہ کون ہے مگر کوئی اس کو پہچاننے والا نہیں تھا آخر کار آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے اس کی میت کو دیکھ کر ارشاد فرمایا تم اس کو نہیں پہچانتے مگر میں اس کو پہچانتا ہوں، یہ وہ مسلمان ہے جس نے مسلمان ہو کر ایک سجدہ بھی نہیں کیا، ایک روزہ بھی نہیں رکھا مگر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کو فرشتے اس کو غسل دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی سیاہی کو سفیدی میں تبدیل کر دیا ہے اور اس کی بدبو کو خوشبو میں تبدیل کر دیا ہے۔ اللہ اکبر

میرے دوستو غور کریں اس چرواہے کو چند لمحات میں آپ کی صحبت اور زیارت نصیب ہوئی مگر کہاں سے کہاں پہنچ گیا، قیامت تک آنے والے

قطب ابدال جمع ہو کر کے بھی اس کی عظمت اور شان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

عبد اللہ ابن مبارک رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان اونچی ہے یا عمر بن عبد العزیزؒ کی، تو ابن مبارکؒ نے فرمایا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جس گھوڑے پر سوار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد میں شریک ہوا کرتے تھے گھوڑے کے دوڑنے کی وجہ سے جو مٹی اور گرد و غبار اڑ کر گھوڑے کی نتھنوں میں داخل ہو جایا کرتا تھا ایک عمر بن عبد العزیز نہیں کئی عمر بن عبد العزیز مل کر کے بھی اس مٹی اور گرد و غبار کی عظمت کا مقابلہ نہیں کر سکتے، عمر بن عبد العزیز وہ آنکھیں کہاں سے لائیں گے جنھوں نے جمال جہاں آراء کا نظارہ کیا تھا، وہ کان کہاں سے لائیں گے جنھوں نے وہ شیریں کلام سنی تھی، میرے دوستو اندازہ کرلیں جس خوش نصیب کو ایک نماز پڑھنے کی سعادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں نصیب ہوگئی بعد میں آنے والے قیامت تک نمازیں پڑھتے رہیں کیا یہ سارے مل کر وہ ثواب حاصل کر سکتے ہیں ہرگز نہیں۔

بہر حال بات لمبی ہوگئی میں عرض کر رہا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تمام اولیاء کے سرتاج ہیں اور سردار ہیں اور سارے ولی مل کر ان کی گرد پا کو بھی نہیں پہنچ سکتے مگر اس کے باوجود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی عالم الغیب نہیں تھے، غیب دان نہیں تھے، اس سلسلے میں سینکڑوں واقعات احادیث کی کتابوں سے پیش کئے جاتے سکتے ہیں، مگر وقت کی کمی کی وجہ سے میں

بطور مثال کے صرف ایک ہی واقعہ عرض کر کے بات ختم کر دیتا ہوں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار اور خلیفہ بلافصل تھے اور پوری امت کے علماء کا اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل تھے، تمام صحابہ کرام میں جو مقام اور مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا وہ کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہ تھا مگر ان سارے کمالات کے باوجود صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی عالم الغیب نہیں تھے، ان کی خلافت کے زمانے میں ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا کہ ایک آدمی کا انتقال ہوا اور وہ ورثاء میں ایک دادی بھی چھوڑ کر مرا تھا اس کو کتنا حصہ دیا جائے گا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا، قرآن میں تو اس کی تصریح نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں دادی کی میراث کے بارے میں کیا فیصلہ فرمایا یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علم میں نہیں تھا اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، اس لئے کہ اس زمانے میں نشر و اشاعت کے ایسے ذرائع تو تھے نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی فیصلہ فرمایا یا کوئی بات ارشاد فرمائی اور وہ ریڈیو اور ٹی وی سے نشر ہو گئی، اخبارات میں چھپ گئی اور پوری دنیا کو معلوم ہو گیا، تو نشر و اشاعت کے ایسے ذرائع بھی نہ تھے اور نہ ہی تمام صحابہ کرام ہر وقت چوبیس گھنٹے آپ کے پاس حاضر رہتے کہ آپ کی ہر ہر بات ہر ہر صحابی نے سن لی ہو، بلکہ صحابہ کی آمد و رفت رہتی تھی، آئے کچھ دن رہے پھر چلے گئے پھر آئے پھر چلے گئے، کاروبار بھی کیا کرتے تھے، کھیتی باڑی بھی کرتے تھے،

جہاد میں بھی جایا کرتے تھے اور فرصت ملنے پر آپ کی خدمت میں حاضری بھی دیا کرتے تھے، تو ہر ہر بات کا ہر ہر صحابی کو معلوم ہونا کوئی ضروری نہیں۔

بہرحال صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دادی کی میراث کا مسئلہ معلوم نہ تھا، روایات میں آتا ہے:

,, ثُمَّ سَأَلَ النَّاسَ ,,

پھر دوسرے صحابہ سے پوچھا تم میں سے کسی کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان ہو اس مسئلے کے بارے میں تو بتاؤ، چنانچہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ سنایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا

,, هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ ,,

کیا تیرے ساتھ کوئی اور صاحب بھی اس فیصلے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے والے موجود ہیں، تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور انہوں نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی تائید کی، چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق فیصلہ فرمایا اور دادی کو چھٹا حصہ دینے کا حکم فرمایا۔

میرا اس پورے واقعہ کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو تمام اولیاء کے سرتاج تھے اور انبیاء کے بعد تمام انسانوں سے

افضل تھے وہ بھی عالم الغیب نہیں تھے، کائنات کے ذرے ذرے کا علم ان کو بھی حاصل نہیں تھا۔

بہرحال یہ مضمون ثابت ہوگیا کہ اولیاء کرام اپنی ساری عظمتوں کے باوجود عالم الغیب نہیں ہوتے، باقی انشاء اللہ آئندہ،

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین،

بیسویں تقریر

بیسویں تقریر

علم غیب خاصہ خداوندی ہے قسط نمبر (۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.

هَلْ اَتَاکَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرَاهِیْمَ الْمُکْرَمِیْنَ

اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلامًا قَالَ سَلامٌ قَوْمٌ

مُنْکَرُوْنَ فَرَاغَ اِلیٰ اَهْلِهٖ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ

فَقَرَّبَهٗ اِلَیْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْکُلُوْنَ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ

خِیْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلَامٍ عَلِیْمٍ ،

صدق اللہ العظیم (سورۂ ذاریات پ ۲۶)

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

یہ مضمون بیان ہو رہا تھا کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے، کائنات کا

کوئی فرد اس میں شریک نہیں ہوسکتا یہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفات میں سے ہے کائنات کا کوئی فرد اس میں شریک نہیں، عوام الناس کی اکثریت اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتی ہے کہ فرشتے، جنات، اولیاء کرام اور انبیاء علیہم السلام بھی عالم الغیب ہوتے ہیں، فرشتوں، جنات اور اولیاء کرام کے بارے میں تو گذشتہ جمعوں میں بات ہو چکی ہے آج انشآءاللہ مختصراً انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بات کرنی ہے، میرے دوستو اور بزرگو اس سلسلے میں ایک دو باتیں تمہیدی سمجھنی ضروری ہیں اس کے بعد انشاء اللہ اصل موضوع پر بات ہوگی۔

پہلی بات:

میرے دوستو اور بزرگو اللہ پاک نے ایک نبی اور رسول کو جو علوم عطاء فرمائے ہوتے ہیں وہ اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ سارے انسانوں کا علم جمع ہو کر کے بھی ایک نبی اور رسول کے علم کے مقابلے میں اتنا بھی نہیں ہوسکتا جتنا کہ سمندر کے مقابلے میں قطرہ ہوتا ہے، تمام انسانوں کے علم کو نبی کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں ہوسکتی ہے جو قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے، پھر میرے دوستو اور بزرگو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علوم عطاء فرمائے ان کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا، خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

,, أُوْتِيتُ عِلْمَ الاَوَّلِيْنَ وَالآخِرِيْنَ ،،

مجھے پہلوں اور پچھلوں سب کے علوم عطاء ہوئے، تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام فرشتوں سے زیادہ علوم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطاء فرمائے، مگر ان ساری باتوں کے باوجود میرے دوستو یہ بات اپنی جگہ پر درست ہے اور مسلّم ہے کہ تمام انبیاء اور تمام فرشتوں اور تمام انسانوں اور تمام جنات کا علم اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام علوم بھی جمع کر لئے جائیں تو یہ ساری کائنات کے علوم کو اللہ تعالیٰ کے علم سے اتنی نسبت بھی نہیں ہوگی جتنی قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے، اس لئے کہ قطرہ اور سمندر دونوں بہرحال محدود ہیں اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر محدود ہے، محدود اور غیر محدود میں کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کشتی میں سفر کر رہے تھے، کشتی کے تختے پر ایک چڑیا آ کر بیٹھ گئی اور اپنی چونچ سے دریا کا پانی پیا اور اڑ گئی، حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا اے موسیٰ میرا اور تیرا علم دونوں مل کر کے بھی اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں ایسے بھی نہیں جتنا اس چڑیا کے چونچ والا قطرہ باقی سمندر کے مقابلہ میں ہے۔

بہرحال خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بے شمار علوم عطاء فرمائے ہیں اور سب سے زیادہ علوم اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء فرمائے ہیں مگر علوم کی اس کثرت اور زیادتی کے باوجود ان کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی نسبت نہیں اس لئے

کہ ان کا علم محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر محدود ہے۔

دوسری بات:

میرے دوستو اور بزرگو تھوڑا سا غور فرمائیں تو بات انشاء اللہ سمجھ میں آجائے گی کہ اللہ تعالیٰ تو ساری کائنات کے پیدا کرنے والے ہیں، ساری کائنات کو پالنے والے ہیں، ساری کائنات کا نظام چلانے والے ہیں، ساری کائنات کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کرنے والے ہیں، ساری کائنات کی ضرورتیں پوری کرنے والے ہیں، اس لئے ان کے شایانِ شان تو کائنات کے ذرے ذرے کا علم ہے اور ان کے لئے ضروری ہے کہ کائنات کے ذرے ذرے کا ان کو علم ہو، سمندروں کی گہرائی میں رہنے والی مخلوق کے حالات بھی ان کو معلوم ہوں، جنگلوں میں رہنے والی مخلوق کے حالات بھی ان کے سامنے ہوں، غرض جہاں تک ان کی خدائی ہو وہاں تک ان کا علم بھی ہو، اس لئے کہ اس کے بغیر کائنات کا نظام چل نہیں سکتا، کوئی مجبور کہیں پھنسا ہوا ہے وہ پکار رہا ہے اپنی مشکل دور کرنے کے لئے دھائی دے رہا ہے، مگر خدا کو العیاذ باللہ پتہ ہی نہیں تو اس کی مجبوری اور مشکل کیسے دور ہوگی۔

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں پہنچ گئے وہاں تین اندھیروں میں اللہ تعالیٰ کو پکارا، رات کی بھی تاریکی، دریا کی گہرائیوں کا بھی اندھیرا، مچھلی کے پیٹ کا بھی اندھیرا، ان تین اندھیروں میں اللہ تعالیٰ کو پکارا:

,, فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ

سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ،،

اللہ تعالیٰ نے ان تین اندھیروں میں ان کی پکار کو سن بھی لیا اور دیکھ بھی لیا پھر ان کی مشکل کو حل بھی کر دیا،

,,فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ،،

تو جہاں جہاں تک اس کی خدائی ہے وہاں وہاں تک اس کا علم بھی ہے ورنہ اس کے بغیر نظام کیسے چلے گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی اس چٹان پر مارو ایک مرتبہ لاٹھی مارنے سے ایک تہہ اڑ گئی پھر دوسری مرتبہ ماری تو دوسری تہہ اڑ گئی پھر تیسری مرتبہ ماری تو اندر سے ایک کیڑا نکلا جس کے منہ میں سبز پتہ تھا، ہرا پتہ تھا وہ تسبیح پڑھ رہا تھا،

,,سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ وَیَسْمَعُ کَلَامِیْ وَلَا یَنْسَانِیْ ،،

پاک ہے وہ ذات جو اس حالت میں بھی مجھے دیکھ رہا ہے اور مجھے یاد رکھتا ہے اور بھولتا نہیں۔

تو بات یہ بیان ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ چونکہ ساری کائنات کے خالق ،مالک اور رازق ہیں، حاجت روا ہیں، ساری کائنات کے معبود ہیں تو ان کا علم بھی ساری کائنات کو محیط ہے کہ اس کے بغیر کائنات کا نظام چل ہی نہیں سکتا، لیکن میرے دوستو انبیاء علیہم السلام کی شایانِ شان جو علوم تھے وہ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خوب عطاء فرمائے اور اتنے عطاء فرمائے کہ ساری کائنات کے

انسانوں، فرشتوں اور جنات کا علم جمع ہو کر کے بھی ایک نبی کے علم کا مقابلہ نہیں کر سکتا، مگر کائنات کے ذرے ذرے کا علم اس کی میرے دوستو انبیاء کو کیا ضرورت ہے؟

میرے دوستو خوب سوچیں کہ اگر ایک پیغمبر کو یہ معلوم نہ ہو کہ ساری کائنات میں جتنی مادہ ہیں ان کے پیٹ میں کیا ہے تو پیغمبر کی شان میں کیا کمی واقع ہو جائے گی، میرے دوستو سوچیں اگر ایک نبی کو یہ معلوم نہ ہو کہ سمندر کی تہہ میں کتنی مخلوق ہے؟ کیا کر رہی ہے؟ کس حال میں ہے؟ اگر یہ بات ایک پیغمبر کو معلوم نہ ہو تو اس کی شان میں کیا کمی واقع ہوگی، اگر ایک پیغمبر کو یہ معلوم نہ ہو کہ چمن زار کالونی میں کتنے مکان ہیں اور ہر مکان میں کتنے بالغ مرد رہتے ہیں، کتنے نماز پڑھنے مسجد میں آتے ہیں اور کتنے نہیں آتے، میرے دوستو اگر ایک پیغمبر کو یہ تفصیلات معلوم نہ ہوں تو اس کی شان میں کیا فرق پڑ جائے گا۔

میرے دوستو انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ ہستیاں ہوتی ہیں مگر وہ خدا نہیں ہوتے کہ ان میں خدائی صفات پیدا ہو جائیں ان کی شایانِ شان جو علوم ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ان کو خوب عطاء فرماتے ہیں مگر کائنات کے ذرے ذرے کے علم کی نہ ان کو ضرورت ہے نہ ہی ان کے شایانِ شان ہیں، دنیا کا مانا ہوا مسلّم قانون ہے کہ کسی بھی فن کے ماہرین کو اپنے فن کی پوری معلومات ہونی چاہئیں، دوسرے فنون کی معلومات اگر نہ بھی ہوں تو اس کے کمال میں کوئی نقص نہیں پیدا ہوتا، بتاؤ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو اگر جوتیاں سینا نہ

آئے اور یقیناً نہیں آتا تو بتایئے کہ اس کے کمال میں کیا نقص پیدا ہو گیا ہے حکیم اجمل خان کو کپڑے سینے نہیں آتے تھے تو بتایئے اس کے کمال میں کیا نقصان پیدا ہو گیا تھا، تو انبیاء علیہم السلام کا بھی اپنا ایک فن ہے، اپنی ایک لائن ہے، اس فن اور اس لائن کے مناسب جو علوم ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو وافر مقدار میں عطاء فرماتا ہے مگر انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے، کائنات کے ذرے ذرے کا علم ان کو حاصل نہیں ہوتا اور ساری کائنات کی تمام مخلوق کے حالات ان کو معلوم نہیں ہوتے، ایسا علم اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے کائنات میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی اس خاص صفت میں شریک نہیں ہے۔

تیسری بات:

میرے دوستو اور بزرگو اس پوری کائنات کو اور کائنات کی ہر ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے تو کائنات کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے خالق ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور محض اپنے فضل سے اپنی مخلوق میں سے بعض چیزوں کو بعض دوسری چیزوں پر فضیلت عطاء فرمائی ہے، مخلوق ہونے میں سب برابر ہیں مگر ایک کی شان، ایک کا مقام دوسرے سے بڑھا ہوا ہے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے نہ ہی کوئی اعتراض کرسکتا ہے کہ میں مستحق تھا مجھے یہ شان کیوں نہ ملی، اور نہ ہی کوئی دوسرا حسد کرے کہ فلاں

کو یہ شان ملی ہے میں اس سے محروم کیوں ہوں بس یہی سمجھے:
,, ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ,,
تو مخلوق ہونے میں سب برابر ہیں مگر شان ایک کی بڑھی ہوئی ہے دوسرے سے، زمین ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے مگر جو شان مسجد کی زمین کو حاصل ہے وہ بازار اور گھر کی زمین کو حاصل نہیں اور پھر مساجد کی زمینوں میں سے جو مقام بیت اللہ اور مسجد نبوی اور بیت المقدس کی زمین کو حاصل ہے وہ باقی مساجد کو حاصل نہیں ہے، زمانے سارے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں، مخلوق ہونے میں سب برابر ہیں جو زمانہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا اور اس کے قریب جو زمانہ تھا اس کو جو مقام حاصل ہے وہ مقام نہ اس سے پہلے والے زمانوں کو حاصل تھا نہ بعد والے زمانوں کو قیامت تک حاصل ہوگا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،
,,خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ,,
سب سے بہترین میرا زمانہ ہے پھر اس کے ساتھ جو ملا ہوا ہے اور اس کے بعد جو اس کے ساتھ ملا ہوا ہے، مہینے سارے مخلوق ہونے میں برابر ہیں مگر جو مقام رمضان کے مہینے کو ملا وہ اور کسی کو نہیں ملا، راتیں ساری مخلوق ہونے میں برابر ہیں مگر جو مقام لیلۃ القدر کو نصیب ہوا اور کسی کو نصیب نہ ہوا، دن

سارے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں مگر جو مقام اور مرتبہ جمعے والے دن کو نصیب ہوا وہ باقی دنوں کو کہاں نصیب ہوسکتا ہے، فرشتے سارے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہونے میں برابر ہیں مگر جو مقام جبرئیل امین کو نصیب ہوا وہ باقی فرشتوں کو نصیب نہیں ہوا، آسمان سے اترنے والی کتابیں اور صحیفے بہت سارے ہیں مگر جو رتبہ اور شان اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نصیب فرمایا وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوا، اسی طرح میرے دوستو انسان سارے کے سارے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے مگر انسانوں میں جو مقام انبیاء علیہم السلام کو نصیب ہوا اور جو شان اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی وہ کسی اور انسان کو نصیب نہیں ہوئی، اور پھر تمام انبیاء علیہم السلام میں جو مقام اور شان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمائی وہ کسی اور پیغمبر کو نصیب نہیں ہوئی۔

اس کو آپ یوں سمجھیں کہ سارے اولیاء، غوث، قطب مل کر ایک صحابی کی شان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، ایک صحابی کے درجے تک نہیں پہنچ سکتے، اور سارے صحابی مل کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے درجے اور مقام تک نہیں پہنچ سکتے، اور سارے اولیاء اور سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی یہ سارے مل کر کے بھی ایک نبی اور رسول کی عظمت اور شان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اور سارے نبی مل کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور عظمت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

،، بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر،،

خدا کے بعد اس کی تمام مخلوق میں اگر کوئی مقام اور مرتبہ ہے تو وہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمارہے ہیں اور جو مٹی اور خاک آپ کے جسد انور سے ٹکرا رہی ہے اس کی شان اور اس کا مقام عرش معلّی سے بلند و بالا ہے ,, سُبْحَانَ اللهِ ,, کیسی شان اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء فرمائی ہے ، میرے دوستو خوب (اچھی) طرح سمجھ لو آپ کی شان میں معمولی سی بے ادبی اور گستاخی بھی انسان کے ساری زندگی کے اعمال کو کو تباہ و برباد کردینے والی ہے ، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کی مجلس کے آداب بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

,, يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ,,

اے ایمان والو جب تم میرے نبی کی مجلس میں آؤ تو اس بات کا خیال رکھا کرو کہ تمہاری آواز میرے پیغمبر کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے ، ایسا نہ ہو کہ تمہاری آواز بلند ہو جائے جس سے میرے پیغمبر کے دل کو ٹھیس پہنچ جائے جس کی وجہ سے تمہارے سارے نیک اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

تو میرے دوستو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی اور بے ادبی ایمان

اور اعمال کو تباہ کرنے والی ہے ، گستاخی کرنا تو بڑے دور کی بات ہے ایک مسلمان، مسلمان ہوکر کے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کا تصور بھی نہیں کر سکتا، لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شان اور جو مقام خدا نے دینا تھا وہ دے چکا اور اتنا دیا کہ یا تو دینے والا خدا جانتا ہے یا لینے والا اس کا محبوب جانتا ہے ، ہماری ناقص عقلوں کی رسائی وہاں تک نہیں ہوسکتی تو اللہ تعالی نے جو مقام اور شان عطاء فرمائی تھی اپنے محبوب کو، وہ دے چکا اب ہماری مصنوعی اور گھڑی ہوئی خود ساختہ زبانی تعریفوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ضرورت نہیں ، ایسی صفات جو اللہ تعالی نے آپ کے لئے قرآن میں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں بیان نہیں فرمائیں ان کو آپ کے لئے ثابت کرنے سے آپ کی شان میں اضافہ نہیں ہوسکتا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنے اور سمجھنے سے حاضر ناظر کہنے اور ماننے سے آپ کی شان میں اضافہ نہیں ہوسکتا اگر ان صفات کے ساتھ متصف کرنے سے آپ کی شان میں اگر اضافہ ہوتا تو خود اللہ تعالی اپنی مبارک کلام میں باقی صفات کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دونوں صفتیں بھی ذکر کرتا اور ان دونوں صفات کی نفی کرنے سے العیاذ باللہ اگر آپ کی شان میں کوئی گستاخی اور بے ادبی لازم آتی تو اللہ تعالی نے قرآن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء علیہم السلام سے ان دونوں صفات کی نفی نہ کرتا۔

میرے دوستو اور بزرگو خوب اچھی طرح سمجھ لو آج زمانے کی فضاء ایسی بدلی ہے ہماری جہالت اور دین سے دوری نے وہ دن دکھائے ہیں کہ گنگا الٹی بہنا شروع ہوگئی ہے کہ جو لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور محبّ تھے اور جن کے عقائد قرآن و حدیث کے مطابق تھےان کو جعلی مولویوں اور پیروں نے گستاخان رسول کے القاب سے مشہور کر دیا اور جو سر سے لیکر پاؤں تک بدعات میں ڈوبے ہوئے ہیں رسم و رواج میں ڈوبے ہوئے ہیں جن کی شکل وصورت وضع قطع شادی غمی کوئی چیز بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے میل نہیں کھاتی اور جنہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بارہ ربیع الاوّل کو صرف جشن والا دن منالو اور چندے کر کے دیگیں پکالو پھر سارے سال چھٹی ہے جیسے تمہارے دل میں آئے کرو ایسے لوگوں نے اپنے آپ کو اہل سنت اور عاشق رسول کہنا شروع کر دیا ہے تو جو عشاق تھے وہ تو گستاخ ہوئے اور آپ کی سنت کی مخالفت کر کے علی الاعلان آپ کی سنتوں کو ذبح کرنے کی وجہ سے جو گستاخ تھے وہ پکے عاشق اور محبّ بن گئے

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

بہرحال میرے دوستو یہ تمہیدی بات تھی آئندہ جمعے انشاء اللہ یہ موضوع مفصل بیان ہوگا اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کی صحیح سمجھ عطاء فرمائے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اکیسویں تقریر

اکیسویں تقریر

علم غیب خاصہ خداوندی ہے (قسط نمبر ۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرَاهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ اِذْ
دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلَامًا، قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ
فَرَاغَ اِلٰى اَهْلِهٖ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ فَقَرَّبَهٗ اِلَيْهِمْ
قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ
وَبَشَّرُوْهُ بِغُلَامٍ عَلِيْمٍ ، صدق الله العظیم

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے عالم الغیب ہونے والی صفت پر بات چل رہی ہے کہ عالم الغیب ہونا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے اور اللہ

تعالیٰ کی ان مخصوص صفات میں سے ہے جن صفات میں کائنات کا کوئی فرد شریک نہیں کچھ لوگوں کو غلط فہمی ہوگئی وہ فرشتوں کو اور جنات کو اور اولیاء کرام کو اور انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کے اس خاص صفت میں شریک سمجھ بیٹھے، گزشتہ بیانات میں آپ فرشتوں اور جنات اور اولیاء کرام کے بارے میں قرآن وحدیث کے حوالوں سے سن چکے ہیں کہ یہ سارے اللہ تعالیٰ کی مخلوق تھے عالم الغیب نہیں تھے، عالم الغیب ہونا خالق کی صفت ہے مخلوق میں نہیں پائی جاتی۔

اب انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بات کرنی ہے، میرے دوستو اور بزرگو قرآن وحدیث میں بے شمار ایسے واقعات اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے بیان فرمائے ہیں جن سے بخوبی یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ انبیا علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے وہ سارے واقعات بیان کرنے کے لئے تو طویل مدت چاہیئے، میں آپ کے سامنے صرف تین واقعات بیان کرکے بات ختم کروں گا، عقلمند اور سمجھدار کے لئے اور منصف مزاج کے لئے وہ تین واقعات کافی ہیں۔

پہلا واقعہ:

قرآن کریم نے مختلف جگہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو تباہ وبرباد کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان

کی طرف فرشتوں کو انسانی شکل میں بھیجا اور ان کے ذمے یہ کام بھی لگایا کہ جاتے جاتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی بیٹے کی بشارت سناتے جانا، تو اصل تو وہ حضرت لوط علیہ السلام کی طرف بھیجے گئے تھے مگر درمیان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری والا کام بھی ان کے ذمے لگا دیا گیا، چنانچہ وہ فرشتے انسانی شکل میں جب ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو پہچان نہ سکے اور ان کو سچ مچ انسان سمجھ بیٹھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے مہمان نواز تھے، ان کو بڑے اکرام اور اعزاز کے ساتھ بٹھایا اور خود بھاگے ہوئے گئے، گائے کا ایک بچھڑا ذبح فرمایا اور اس کو پکا کر کھانا تیار کر کے لے آئے، دسترخوان بچھا کر مہمانوں کے سامنے لگا دیا گیا مگر کافی دیر گذرنے کے باوجود جب مہمانوں نے کھانا شروع نہ کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام گھبرا گئے کہ کہیں یہ دشمن نہ ہو جو مجھے نقصان پہنچانے کے لیے آئے ہوں، قرآن کے الفاظ ہیں:

،،فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّا
اُرْسِلْنَا اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ،،

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام گھبرائے تو فرشتے بول پڑے کہ اے اللہ کے پیغمبر آپ پریشان مت ہوں ہم انسان نہیں ہیں بلکہ ہم تو فرشتے ہیں قوم لوط کو تباہ کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں، آپ کو صرف بیٹے کی خوشخبری دینے

کے لئے آئے تھے آگے لمبا واقعہ ہے یہی فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس جب پہنچے تو خدا کی شان وہ بھی ان کو پہچان نہ سکے، بہرحال اس واقعے سے اتنی بات یقیناً ثابت ہوگئی کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام انسانی شکل میں آنے والے فرشتوں کو نہ پہچان سکے اگر حضرت ابراھیم علیہ السلام عالم الغیب ہوتے اور کائنات کے ذرے ذرے کا ان کو علم ہوتا تو دیکھتے ہی فرشتوں کو پہچان لیتے اور بچھڑا ذبح کر کے اس کو پکا کر لانے کی تکلیف نہ فرماتے۔

دوسرا واقعہ:

حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بڑا مشہور ہے، خلاصہ اس کا یہ ہے کہ حسد کی وجہ سے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام سے جدا کرنے کی تدبیر کی اور کنویں میں پھینک دیا تین دن شہر کے کنویں میں پڑے رہے وہاں سے ایک تجارتی قافلے والے نکال کر ساتھ لے گئے انہوں نے مصر شہر کے بازار میں غلام بنا کر فروخت کر دیا عزیز مصر نے خرید کر کے اپنے گھر میں شہزادوں کی طرح رکھا جب جوان ہوئے تو عزیز مصر کی بیگم فریفتہ ہوگئی، اس نے اپنا جرم چھپانے کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگا دیا اس الزام کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام جیل پہنچ گئے سات سال جیل میں رہنے کے بعد بری ہو کر رہا ہو گئے آخر کار جیل سے نکل کر مصر کے بادشاہ بنا دیئے گئے۔ پورے علا

تے میں قحط سالی ہوگئی حضرت یوسف علیہ السلام کی حسن تدبیر سے مصر اس قحط
سے محفوظ رہا مصر کے علاوہ پورا علاقہ قحط کی لپیٹ میں آ گیا تو یوسف علیہ السلام
کے بھائی اپنے علاقے سے دو مرتبہ غلہ لینے کیلئے مصر میں آئے اور غلہ لیکر گئے
حضرت یوسف علیہ السلام نے انکو پہچان لیا مگر وہ بھائی نہ پہچان سکے،

بہر حال جب تیسری مرتبہ غلہ لینے آئے تو حضرت یوسف علیہ السلام
نے انکو اپنی پہچان کرائی وہ بڑے نادم ہوئے اور اپنے سابقہ قصوروں کی معافی
مانگی حضرت یوسف علیہ السلام نے سب کو معاف فرما دیا انہوں نے اباجی کا حا
ل سنایا کہ وہ تو آپکی جدائی کے غم میں روتے روتے نابینا ہو گیا ہیں تو یوسف
علیہ السلام نے اپنا کرتہ دیا کہ یہ کرتہ لے جاؤ انکی آنکھوں کو لگاؤ گے تو بینائی وا
پس آ جائے گی پھر سب کو میرے پاس یہاں مصر لے آؤ خدا کی شان چالیس سا
ل کے بعد ادھر مصر سے حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ چلتا ہے اور سینکڑوں
میل دور کنعان میں بیٹھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام فرماتے ہیں:

،،إِنِّيْ لَأَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ،،

آج میں اپنے لخت جگر یوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں میرے دوستو
غور فرمائیں تین دن تک شہر کے کنویں میں یوسف علیہ السلام پڑے رہے مگر حضر
ت یعقوب علیہ السلام کو خبر نہ ہو سکی سات سال جیل میں رہے پتہ نہ چل سکا با
دشاہ بنے دو مرتبہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھوں کا بھیجا ہوا غلہ گھر میں پکتا
رہا کھاتے رہے مگر حضرت یعقوب علیہ السلام کو نہ خوشبو آئی نہ بیٹے کے بادشاہ

ہونے کی خبر ملی وہ اسی طرح جدائی میں روتے رہے اب چالیس سال کے بعد سینکڑوں میل دور سے کرتہ چلتا ہے تو خوشبو محسوس ہو جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے جب اللہ تعالیٰ بتا دیتے ہیں تو پتہ چل جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع نہ آئے تو غیب کی بات انبیاء علیہم السلام کو بھی معلوم نہیں ہوتی اگر حضرت یعقوب علیہ السلام عالم الغیب ہوتے تو یہ ساری پریشانی نہ آتی اور یوسف علیہ السلام کی جدائی میں روتے روتے آنکھوں کی بینائی سے محروم نہ ہوتے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ہیں، فرماتے ہیں:

یکے پرسید ازاں گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گہر پیرے خرد مند
زمصرش بوئے پیراہن شمیدی
چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی

کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ سینکڑوں میل دور سے تو آپ کو کرتے سے اپنے لخت جگر کی خوشبو آ گئی اور جب آپ کے شہر کے کنویں میں خود یوسف علیہ السلام موجود تھے تو آپ کو کیوں پتہ نہ چل سکا۔

بگفت احوال ما برق جہاں است
دم پیدا و دگر دم نہاں است

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

یعقوب علیہ السلام نے جواب دیا ہمارا حال آسمان کی بجلی کی طرح ہوتا ہے جب وہ چمکتی ہے تو ساری کائنات منور ہو جاتی ہے اور وہ جب چمکنا بند کر دیتی ہے تو پھر ساری کائنات پر تاریکی چھا جاتی ہے ہمارا حال بھی یہی ہے کہ جب ہمارا رابطہ جڑا ہوا ہوتا ہے، جبرئیل امین کی آمد ہو رہی ہوتی ہے تو ہم تمہیں زمین پر بیٹھ کر آسمان کی خبریں سناتے ہیں اور جب رابطہ منقطع ہو جاتا ہے وحی کی آمد نہیں ہوتی تو پھر ہمیں اپنے پاؤں کے نیچے والی چیز کا بھی علم نہیں ہوتا۔

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

تیسرا واقعہ:

بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، سرکار دو عالم ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ عصر کی نماز کے بعد تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے کھڑے کھڑے ہر بیوی کے مکان پر تشریف لے جاتے تا کہ اگر کوئی ضرورت ہو تو پوری فرما دیں ایک روز آپ ﷺ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس معمول سے

زیادہ ٹھہرے اور وہاں شہد نوش فرمایا مجھے اس پر رشک آیا کہ وہاں زیادہ کیوں ٹھہرے چنانچہ میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی حضور ﷺ تشریف لائیں وہ آگے سے یوں کہے کہ آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے مغافیر ایک خاص قسم کا گوند ہوتا ہے جس میں کچھ بدبو بھی ہوتی ہے آپ ﷺ کو بدبو سے سخت نفرت تھی اس لئے کہ ہر وقت فرشتوں سے ملاقات ہوتی رہتی تھے، بہر حال مشورہ ہو گیا اور یہ طے پا گیا کہ جس کے پاس بھی آئیں گے وہ آگے سے یوں ہی کہے گی چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے انہوں نے پروگرام کے مطابق عرض کیا یا رسول اللہ شاید آپ نے آج مغافیر نوش فرمایا ہے آپ کے منہ سے مغافیر کی بدبو آرہی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے مغافیر تو نہیں پیا البتہ آج زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد پیا ہے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بولیں ممکن ہے شہد کی مکھی مغافیر کے درخت پر بیٹھی ہو اور اس درخت کا رس چوسا ہو جس کی وجہ سے اس کی بو اور مہک شہد میں بھی آ گئی ہو آپ ﷺ کو چونکہ بدبو سے سخت نفرت تھی اس لئے قسم اٹھائی کہ میں آئندہ شہد نہیں پیوں گا، اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو کہہ دیا کہ میری اس قسم کی اطلاع کسی اور کو نہ دینا اپنے پاس راز رکھنا کہیں یہ بات حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو معلوم ہو کر اس کی دل شکنی کا باعث نہ بن جائے، تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی دل شکنی کی وجہ سے حضور ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس راز کے ظاہر کرنے سے منع فرما دیا مگر

خدا کی شان چونکہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں کا اکٹھا مشورہ تھا اس لئے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے پورا واقعہ بتا دیا کہ اس طرح حضور ﷺ میرے پاس آگئے اور میرے کہنے پر آپ ﷺ نے یوں قسم اٹھائی، اس واقعہ کے پیش آنے پر سورہ تحریم کا تقریباً ایک رکوع نازل ہوا جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ
تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ،،

اے پیغمبر آپ اللہ کی حلال کردہ چیز کو اپنے لئے کیوں حرام فرماتے ہیں یعنی آپ نے شہد کو قسم کے ذریعے اپنے اوپر کیوں حرام کر دیا ہے:

تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ،،

بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے آپ نے ایسا کیا ہے اس کے بعد ارشاد فرمایا:

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ،،

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اپنے قسموں کا کھولنا یعنی قسم توڑ کر کفارہ ادا کرنا مقرر کر دیا ہے اس کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا
فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ

وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَ مَنْ اَنْبَاَکَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ،،

اس پوری آیت میں حضرت حفصہ کو آپ کے راز کے افشاء سے منع کرنا اوران کا منع کرنے کے باوجودراز کا افشاء کردینا یہ واقعہ بیان فرمایا گیا ہے ، یوں آپ کو وحی کے ذریعے اللہ تعالٰی نے بتا دیا کہ حضرت حفصہ نے تو آپ کا راز افشاء کردیا ہے تو آپ ﷺ نے حضرت حفصہ سے ذکر کیا کی تم نے تو راز کھول دیا حضرت حفصہ نے پوچھا:

مَنْ اَنْبَاَکَ هٰذَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ،،

آپ کو کس نے خبردی ہے آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:

قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ،،

مجھے علیم اوت خبیر ذات نے خبر دی ہے یہ سارا واقعہ اس آیت میں ذکر ہوا ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! اس واقعہ پر بار بار غور کریں اس کا ہر ہر جز اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ عالم الغیب نہیں تھے اور کائنات کے ذرے ذرے کا علم آپ کب حاصل نہیں تھا ورنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ کی آپ کو پہلے سے خبر ہو جاتی اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے کہنے پر آپ ہرگز قسم نہ اٹھاتے اور ساتھ ہی یہ

بات بھی معلوم ہورہی ہے کہ ازواج مطہرات حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما دونوں کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ آپ ﷺ کو خدا کی طرح سارے حالات کا ہر وقت علم نہیں ہوتا ورنہ وہ بھی مشورہ نہ کرتیں آپ جتنا سوچے جائیں گے انشاءاللہ پوری بات آپ پر واضح ہوتی جائے گی۔

یہ تینوں واقعات بطور مثال اور نمونہ کے قرآن کریم سے ذکر کئے گئے ہیں، آپ ایک واقعہ حدیث کا بھی سن لیں۔

چوتھا واقعہ:

غزوہ خیبر سے فارغ ہونے کے بعد اور خیبر کے فتح ہوجانے کے بعد مرحب سردار کی بہن زینب بنت حارث نے سرکار دوعالم ﷺ کی دعوت کی اور بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا اور آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام بھی تھے کچھ صحابہ نے وہ گوشت کھا لیا اور آپ ﷺ نے بھی ایک لقمہ کھا لیا اس کے بعد گوشت کا ٹکڑا بول پڑا اللہ کے پیغمبر میرے اندر زہر ہے مجھے مت کھایئے آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اس زہر کے اثر سے ایک صحابی حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے اور ساری زندگی آپ ﷺ کو اس ایک لقمے کی وجہ سے زہر کی تکلیف محسوس ہوتی رہی۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ انتقال کے وقت آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا اے عائشہ وہ خیبر

والا کھانا جو میں نے کھایا تھا ساری زندگی اس کی تکلیف برابر محسوس کرتا رہا ہوں اور اب تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس زہر کی وجہ سے میری رگ حیات کٹ رہی ہے،

اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اس واقعے کے بعد آپ ﷺ احتیاط فرمایا کرتے تھے جب کوئی ہدیہ تحفہ پیش کرتا تو پہلے ہدیہ دینے والوں کو حکم دیتے کہ پہلے تم خود اس میں سے کھالو۔

بہرحال میرے دوستو اور بزرگو یہ کوئی قصہ اور کہانی نہیں ، بلکہ صحیح بخاری شریف کی روایت ہے اس پر غور کریں کہ اگر واقعۃً آپ ﷺ کو علم الغیب حاصل تھا اور جمیع ماکان وما یکون کا علم حاصل تھا اور کائنات کے سارے حالات معلوم تھے تو آپ سوچیں اس کا نتیجہ کیا نکلے گا، کیا العیاذ باللہ آپ ﷺ نے معلوم ہوتے ہوئے جان بوجھ کر ارادۃً اور قصداً زہر آلود گوشت کھایا، اور خودکشی کا ارادہ فرمایا، العیاذ باللہ اور اپنے صحابی کو بھی دیکھتے ہوئے اور معلوم ہوتے ہوئے بھی زہر آلود گوشت جان بوجھ کر کھانے دیا تو پھر اس صحابی کے قتل کا گناہ کس پر ہوگا حالانکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے خود آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے زہر پی لی اور خودکشی کر لی تو اس کو جہنم میں داخل کیا جائے گا اس طرح وہ زہر کا پیالہ اس کے ہاتھ میں ہوگا اور ہمیشہ جہنم میں وہ زہر پیتا رہے گا،

بہرحال میرے دوستو اور بزرگو نمونے کے لئے چند واقعات عرض

کردیے ہیں ورنہ اس قسم کے سینکڑوں واقعات قرآن وحدیث سے پیش کیے جاسکتے ہیں، دعا مانگا کریں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی صحیح سمجھ عطاء فرمائے اور ہدایت عطاء فرمانے کے بعد گمراہی سے بچائے، اور ہماری حفاظت فرمائے

،

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا
من لدنك رحمة انك انت الوهاب ،
وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

بائیسویں تقریر

بائیسویں تقریر

ہر جگہ ہر وقت حاضر ناظر ہونا خاصہ خداوندی ہے

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ، صدق الله العظيم
(سورۃ حدید پ ۲۷)

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

عقائد کے سلسلے میں توحید باری تعالیٰ کا بیان چل رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی وحدہ لاشریک ہے اور اپنی صفات کے اعتبار سے بھی وحدہ لاشریک ہے، صفات میں سے عالم الغیب ہونے والی صفت پر بات ہو چکی ہے: اب اللہ تعالیٰ کی ایک اور صفت حاضر ناظر ہونا اس کے بارے میں

بھی کچھ لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آج اس پر بھی بات کر دی جائے۔

میرے دوستو اور بزرگو!

اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفات میں سے ایک صفت حاضر ناظر ہونا یعنی ہر وقت ہر جگہ موجود ہونا پوری کائنات میں کوئی جگہ ایسی نہیں کہ دن اور رات کے کسی وقت بھی وہاں خدا کی ذات موجود نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف مقامات پر اپنی یہ صفت مختلف انداز سے بیان فرمائی ہے، ایک جگہ ارشاد فرمایا:

مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ
وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ
وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَمَا كَانُوْا ،،

جب بھی کسی خفیہ مکان میں مشورہ کرنے کے لئے تین آدمی بیٹھتے ہیں تو چوتھی ذات اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتی ہے اور جب پانچ بیٹھتے ہیں تو چھٹا ان کے ساتھ خدا تعالیٰ ہوتا ہے،

وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ
مَعَهُمْ اَيْنَمَا كَانُوْا ،،

یعنی تین اور پانچ کا ذکر بطور مثال کے فرمایا ورنہ اس سے کم یا اس سے زیادہ جب بھی جہاں بھی بیٹھیں گے تو خدا کی ذات ان کے ساتھ موجود ہوگی۔

اسی طرح سورۂ حدید میں ارشاد فرمایا:

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ،

تم جہاں کہیں بھی ہو گے وہ خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہوگا اور تمہارے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہوگا۔

اسی طرح دوسرے پارے میں ارشاد فرمایا:

اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ،،

تم جس طرف بھی رخ پھیرو گے ادھر ہی اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہوگی، اس طرح کی اور بھی کئی آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر وقت ہر جگہ موجود ہوتی ہے اور دیکھ رہی ہوتی ہے، مخلوق کا کوئی کام اس سے پوشیدہ اور مخفی نہیں ہوسکتا۔

میرے دوستو اور بزرگو!

اللہ تعالیٰ کی باقی صفات کی طرح یہ صفت بھی اس کی ذات کے ساتھ اس طرح خاص ہے کہ کائنات کا کوئی فرد اس میں شریک نہیں، مخلوق کے کسی فرد میں یہ صفت نہیں پائی جاتی، نہ انبیاء میں نہ اولیاء میں، نہ فرشتوں میں نہ

جنات میں، لیکن کچھ لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اولیاء کرام اور انبیاء کرام علیہم السلام بھی اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر ناظر ہوتے ہیں ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہوتے ہیں۔

لیکن میرے دوستو خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ مشرکانہ عقیدہ ہے، ہمارے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جو شخص بوقت نکاح یہ کہے کہ میرے نکاح کے گواہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہیں، تو ایسا کہنے والا کافر ہو جائے گا اس لئے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو بھی خدا کی طرح مجلس نکاح میں حاضر اور موجود سمجھا ہوا ہے، تو یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں بلکہ ایمان اور کفر کی دار و مدار اس عقیدے پر ہے۔

میرے دوستو تفصیلات کا تو اب وقت نہیں کہ میں تفصیل کے ساتھ اولیاء کرام اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں فرداً فرداً بات کروں، گذشتہ جمعوں علم غیب کے موضوع پر جو بات ہوئی تھی اس میں غور کرنے والے کو بخوبی یہ بات سمجھ میں آ جائے گی کہ اولیاء کرام اور انبیاء کرام علیہم السلام جیسے عالم الغیب نہیں ہوتے اسی طرح حاضر ناظر اور ہر جگہ ہر وقت موجود بھی نہیں ہوتے، جن واقعات سے عالم الغیب ہونے کی نفی ہوتی ہے ان واقعات سے ان کے حاضر ناظر ہونے کی نفی بھی ہوتی ہے۔

میں مختصراً سرکار دو عالم ﷺ کے بارے میں بات کروں گا کہ آپ ﷺ تمام کمالات اور تمام فضیلتوں کے باوجود ہر جگہ ہر وقت موجود نہیں ہیں

جب آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت موجود نہیں ہیں تو پھر اور کون ہوسکتا ہے، لہذا حاضر ناظر ہونا اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے کائنات کا کوئی فرد اس میں شریک نہیں ہوسکتا۔

اب دلائل سنیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

پہلی دلیل:

بخاری اور مسلم شریف دونوں میں یہ واقعہ موجود ہے کہ معراج سے واپس آنے کے بعد سرکار دوعالم ﷺ نے مشرکین مکہ کو جب یہ واقعہ سنایا کہ میں رات کے مختصر حصے میں مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک اور سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جہاں تک خدا کو منظور تھا وہاں تک گیا ہوں اور مسجد اقصیٰ میں میں نے تمام انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی، تو مشرکین مکہ نے آپ کا مذاق اڑایا اور ساتھ یہ بھی مطالبہ کیا کہ اگر آپ اپنی بات میں واقعۃً سچے ہیں تو بتائیں بیت المقدس کے دروازے کتنے ہیں کھڑکیاں کتنی ہیں، ستون کتنے ہیں اور اس قسم کی الٹی سیدھی باتیں پوچھنے لگے، سرکار دوعالم ﷺ فرماتے ہیں:

فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَا كُرِبْتُ مِثْلَهُ قَطُّ ..

کہ ان کا یہ مطالبہ سن کر میں اتنا پریشان ہوا کہ ایسا پریشان کبھی نہیں ہوا

تھا اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور بیت المقدس کو میرے سامنے حاضر کر دیا جو وہ پوچھتے جاتے تھے میں ان کو بتاتا جاتا تھا اور دیکھ کر جواب دیتا جاتا تھا۔

میرے دوستو غور فرمائیں اگر آپ ﷺ حاضر ناظر تھے اور ہر جگہ ہر وقت موجود ہیں تو اتنی پریشانی کی کیا ضرورت تھے، کائنات کا ذرہ ذرہ ہر وقت آپ کے سامنے تھا تو ان کے پوچھنے پر فوراً بتا دیتے، بلکہ میرے دوستو اگر غور کریں تو پورا واقعہ معراج علی الاعلان گواہی دے رہا ہے کہ آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت موجود نہیں ورنہ مکے سے بیت المقدس جانے کا کیا مطلب؟ جب پہلے سے ہر جگہ موجود تھے تو پھر بیت المقدس جانے کا کیا مطلب؟ جب ساتوں آسمانوں پر موجود تھے تو پھر ایک آسمان کے بعد دوسرے آسمان پر پھر تیسرے آسمان، اسی طرح سب آسمانوں پر جانے کا کیا مطلب؟ جایا وہ کرتا ہے جو پہلے وہاں موجود نہ ہو کبھی یہ بھی سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ آج پاکستان کے دورے پر تشریف لا رہے ہیں اتنے گھنٹے کراچی میں قیام کریں گے پھر اسلام آباد آئیں گے انا للہ وانا الیہ راجعون،،

بریں عقل و دانش بباید گریست

تو آپ کو حاضر ناظر مان کر واقعہ معراج کا انکار کرنا پڑتا ہے۔

دوسری دلیل۔

بخاری شریف میں یہ روایت موجود ہے کہ غزوہ بنی مصطلق کے

سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ساتھ تھیں راستے میں ایک جگہ لشکر پڑاؤ ڈالا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو تلاش کرنے پر لگا دیا صحابہ کرام نے چپہ چپہ چھان مارا مگر ہار نہ ملا آخر کار مایوس ہو کر لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔ جب لشکر روانہ ہونے لگا تو وہ اونٹ جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں اس اونٹ کو اٹھایا گیا تو دیکھا ہار اس کے نیچے پڑا ہوا تھا۔

میرے دوستو غور فرمائیں اگر آپ ﷺ حاضر ناظر ہوتے اور آپ کے صحابہ جن میں سے ہر ہر صحابی ایسا ولی تھا کہ سارے کائنات کے ولی مل کر کے بھی اس کی شان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اگر صحابہ کرام بھی حاضر ناظر ہوتے تو اتنی پریشانی کیوں پیش آتی ہر جگہ ہر وقت بھی موجود ہوں اور اونٹ کے نیچے ہار بھی نظر نہ آئے یہ عقل میں آنے والی بات نہیں۔

تیسری دلیل:

سرکار دوعالم ﷺ چودہ سو صحابہ کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر مدینہ سے مکہ کی طرف چل پڑے، حدیبیہ کے مقام پر مکے والوں نے آپ کو آگے بڑھنے سے روک دیا، چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ سمیت حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈال دیا، اور مشرکین مکہ سے مذاکرات کرنے کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر روانہ فرمایا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب

وہاں پہنچے تو اجازت دینے پر کسی بھی طرح تیار نہ ہوئے مشرکین مکہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تم آئے ہو تمہیں اجازت ہے طواف کر لو مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سرکار دو عالم ﷺ کے بغیر طواف کرنے سے انکار کر دیا۔

بہر حال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ابھی تک مکہ میں تھے کہ ادھر حدیبیہ کے مقام پر کسی نے یہ افواہ پھیلائی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ والوں نے قتل کر دیا ہے شہید کر دیا ہے۔ سفیر کا قتل، قاصد کا قتل چونکہ ہر مذہب وملت میں بہت ہی برا سمجھا جاتا ہے، آپ ﷺ کو جب اطلاع ملی تو شدید غصہ آیا اور آپ ﷺ نے ببول کے درخت کے نیچے تمام صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور قصاص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر تمام صحابہ کرام سے بیعت لی کہ یا تو ہم سب مر جائیں گے یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدلہ لیں گے۔

چونکہ یہ بیعت بڑی فضیلت والی تھی آپ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس کے ثواب سے محروم رہیں اس لئے آپ ﷺ نے اپنے ایک دست مبارک کو دوسرے دست مبارک پر رکھ کر ارشاد فرمایا کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان تمام بیعت کرنے والے صحابہ سے اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ

تَحۡتَ الشَّجَرَةِ ،،

اللہ پاک ان تمام ایمان والوں سے راضی ہو چکا ہے جو درخت کے نیچے آپ کی بیعت فرمارہے تھے۔

بہرحال آپ ﷺ جب بیعت لے چکے تو معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر درست نہ تھی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بخیر وعافیت واپس تشریف لے آئے۔

اب میرے دوستو ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ اگر آپ ﷺ حاضر ناظر ہوتے اور ہر جگہ ہر وقت موجود ہوتے تو قتل عثمان کی جھوٹی خبر پر اس قدر پریشان کیوں ہوتے اور صحابہ کرام کو جمع فرما کر قصاص عثمان پر بیعت کیوں لیتے، میرے دوستو انصاف سے بتائیں آپ ﷺ کو حاضر ناظر سمجھنے کے باوجود اتنے اہتمام سے بیعت کا لینا العیاذ باللہ ایک ڈرامہ معلوم ہوتا ہے کہ جان بھی رہے ہیں اور دیکھ بھی رہے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ زندہ ہیں کہ میں چل پھر رہے ہیں مگر پھر بھی آپ ﷺ قتل عثمان پر اتنے شد و مد سے بیعت لے رہے ہیں جیسے سچ مچ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہوں۔

چوتھی دلیل:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

وَإِذَا رَأَيۡتَ الَّذِيۡنَ يَخُوۡضُوۡنَ فِيۡ آيَاتِنَا فَأَعۡرِضۡ

عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِىْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ

میرے محبوب جب آپ ایسے لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات کا مزاح اڑا رہے ہیں تو آپ ان سے اعراض کرلیں کنارہ کرلیں یعنی ان کے پاس نہ بیٹھیں یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول نہ ہوجائیں:

وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ،،

اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھیں یعنی اٹھ جائیں۔

میرے دوستو اور بزرگو، یہ آیت سورۂ انعام کی ساتویں پارے میں ہے، گھروں میں جا کر تفسیر عثمانی میں یہ آیت نکال کر بار بار غور سے پڑھیں اور ٹھنڈے دل سے سوچیں، علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو خلاف شرع مجالس میں شریک اور حاضر ہونے کی قطعاً اجازت نہیں ہے، خلاف شرع سے مراد وہ مجالس ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے احکامات توڑے جا رہے ہوں، حرام کا ارتکاب کیا جا رہا ہو گناہوں کا ارتکاب کیا جا رہا ہو، جیسے شراب کی مجالس، زنا کی مجالس، قرآن کریم کے آیات سے استہزاء کی مجالس، گانے بجانے کی مجالس، مجالس غیبت، اور چغلی کی مجالس، جوابازی کی مجالس، ننگے ناچ کی مجالس، تھیٹر اور سنیما وغیرہ کی ہزار ہا گناہوں کی مجالس میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ ایسی مجالس میں شریک نہ ہوں، اور عام مومنین کو بھی

یہی حکم دیا گیا ہے:

فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ،،

اے ایمان والو تم بھی ان کے ساتھ ایسی مجالس میں مت بیٹھو ورنہ تم بھی ان جیسے ظالم ہو گے۔

اب میرے دوستو غور کریں اگر حضور ﷺ کو ہر جگہ ہر وقت حاضر ناظر مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم کیوں کر پورا ہو سکتا ہے، پھر تو حاضر ناظر ہو کر آپ ﷺ العیاذ باللہ ہر گناہ کی مجلس میں موجود ہوں گے، شراب و کباب کی محفلوں میں، سینما حالوں میں آپ کو موجود ماننا پڑے گا، سوچئے کتنی بڑی گستاخی کی بات ہے، کہ گناہوں کی وہ ناپاک مجالس جہاں کوئی شریف آدمی نہیں جا سکتا وہاں دو جہاں کے سردار کو موجود سمجھا جائے اس سے بڑی توہین آپ ﷺ کی اور کیا ہو سکتی ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ نے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تصویر دیکھ کر اندر داخل ہونے سے انکار کر دیا، جب تک اس کو پھاڑ کر پرزے پرزے نہیں کر دیا گیا اس وقت تک آپ اندر داخل نہیں ہوئے: میرے دوستو سوچیں آج ہر گھر صنم کدہ اور بت خانہ بنا ہوا ہے، تو آپ ﷺ کو حاضر ناظر ماننے کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ ﷺ نعوذ باللہ ان ساری جگہوں میں بھی موجود ہوتے ہیں، جہاں بتوں اور تصاویر ہوتی ہیں۔

پانچویں دلیل:

حضرت مریم کی والدہ اپنی نذر پوری کرنے کے لئے جب حضرت مریم کو بیت المقدس میں چھوڑ کر آ گئیں تو ان کی کفالت میں جھگڑا ہو گیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام اور بیت المقدس کے باقی خدام کا، ہر ایک دعویدار تھا کہ وہ تربیت کرے گا، آخر کار طے یہ ہوا کہ قرعہ اندازی کرتے ہیں اس طرح کہ ہر ایک مدعی اپنی اپنی قلم دریا میں ڈالے جس کی قلم الٹی سمت میں چل پڑے جدھر سے پانی آ رہا ہے ادھر چل پڑے تو بس وہی حضرت مریم کی پرورش کرے گا، چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کی قلم مخالف سمت میں چل پڑی یہ سارا واقعہ تفصیلاً سورۂ آل عمران میں بیان فرما کر سرکار دوعالم ﷺ کو اللہ پاک نے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ،،

میرے محبوب یہ واقعات دنیا میں رونما ہو رہے تھے اور حضرت زکریا اور بیت المقدس کے باقی مجاور حضرت مریم کی کفالت میں جب جھگڑا کر رہے تھے، پھر اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے قرعہ اندازی کر رہے تھے اور اپنی اپنی قلمیں پانی میں ڈال رہے تھے میرے محبوب آپ اس وقت موجود نہیں تھے اور آپ نے یہ واقعات اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے اور آپ ہیں بھی ان پڑھ کسی کتا

ب میں بھی یہ واقعات نہیں پڑھے تو پھر آپ کو کیسے معلوم ہو گئے۔
معلوم ہوا آپ کی طرف وحی آتی ہے اور وحی کے ذریعے یہ سارے حا
لات آپ کو معلوم ہوئے ہیں اور جس کی طرف وحی آئے وہ اللہ کا پیغمبر ہوتا ہے
لہذا آپ بھی اللہ کے پیغمبر ہیں۔
میرے دوستوں اس سے معلوم ہوا کہ آپ حاضر و ناظر نہیں ہیں ورنہ
اللہ تعالیٰ یہ کیسے فرمائے کہ آپ اس مقام پر موجود نہیں تھے۔
اس قسم کا جملہ سورہ یوسف کے آخر میں بھی ہے، حضرت یوسف علیہ
السلام کا سارا واقعہ تفصیلاً بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:
وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ،،

کہ جب برادران یوسف حضرت یوسف علیہ السلام کو والد سے جدا کر
نے کی اور کنویں میں ڈالنے کی تدبیریں کر رہے تھے تو میرے محبوب آپ وہاں
موجود نہیں تھے پھر آپ نے یہ سارے واقعات ان کو کیسے سنا دیے، معلوم ہو
ا آپ کی طرف وحی آتی ہے اور جس کی طرف وحی آئے وہ پیغمبر ہوتا ہے لہذا
آپ بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔
میرے دوستو سمجھنے والے کیلئے اتنی بات کافی ہے دعا فرمائے کہ اللہ تعا
لی ہمیں اپنے دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔
وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

نوٹ

قارئین کرام! عقائد کا موضوع چل رہا ہے یہ ساری تقاریر ایمان باللہ پر ہوئی جو آپ نے تیسری جلد میں ملاحظہ فرمالیں اس کے بعد انشاء اللہ ملائکہ اور جنات اور انبیاء علیہ السلام اور آخرت کے عقائد پر ہونے والی تقاریر جلد رابع کی صورت میں آپ کی خدمت میں پیش کردی جائیں گی، آپ سے درخواست ہے کہ دعا فرماتے رہیں اللہ تعالیٰ اس مشکل کو آسان فرمائے اور قبولیت عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

مکتبہ فریدیہ

ای سیون اسلام آباد - پاکستان

051 - 2653178 | 0306-8139566

maktabafaridia456@gmail.com